خصوصی گوشہ
منتخب شعرائے مرہٹواڑہ
(حصۂ اوّل)

ISSN 2320-6519
U.G.C. Approved No.42266 (Ex.)

سرزمین وؔلی اورنگ آبادی (دکن) سے جاری ہونے والا معیاری رسالہ

(سہ ماہی)

(اردو)

اورنگ آباد

عکسِ ادب

قارئین کی نیک تمناؤں کے ساتھ

Quarterly (Urdu)
AKS-E-ADAB
Aurangabad

شمارہ (۴۵) جلد (۱۲) اکتوبر تا دسمبر ۲۰۲۳ء

Quaterly Aurangabad
AKS-E-ADAB (Urdu)
email- akseadab@gmail.com

October to December 2023

MAHURD02321/13/1/2012-TC-Declaration Date : 21-09-2012

www.aksadaburdu.co.in

ISSN 2320-6519
Volume 12 Issue 45
U.G.C. Approved No.42266 (Ex.)

Publisher, Editor & Owner Dr. Yousuf Khan Jabbar Khan (Dr. Yousuf Sabir), Printed at Noorani Press, Mirza Ghalib Road, Near Juna Faran Hospital, Malegaon-324203, Dist. Nasik (MS) and published at P.No.174, S.No.201, Savera Park, Behind Ibrahim Masjid, Jatwada road, Harsul, Aurangabad-431008 (MS)

ISSN 2320-6519
AKS-E-ADAB *(Quarterly)* Aurangabad.

سہ ماہی
عکسِ ادب
اورنگ آباد
(اردو)

جلد(۱۲)	شمارہ(۴۵)	اکتوبر تا دسمبر ۲۰۲۳ء

جو کسی خواب نے دیکھا نہ تصور نے کہیں
بات تو جب ہے کہ انسان وہاں تک پہنچے
(ڈاکٹر یوسف صابرؔ)

مدیرِ اعلیٰ : ڈاکٹر یوسف صابرؔ (یوسف خان جبار خان) 09326772575
معاون مدیر : شرجیل احمد خان 09595686784
اعزازی مدیر : ڈاکٹر مخشب مسعود 09372012930
مینجنگ ڈائریکٹر: سیدہ فرزانہ نسیم 09423877584

سرپرست
☆ڈاکٹر عبدالکریم سالار (جلگاؤں)
☆نور خان (جالنہ)

مجلس مشاورت
☆علامہ ناوک حمزہ پوری (حمزہ پور)
☆علیم صبا نویدی (چنئی)
☆ڈاکٹر معصوم شرقی (کولکتہ)
☆ڈاکٹر فرحت حسین خوشدل
☆شفیع احمد شفیع (پربھنی)
☆ڈاکٹر درانی ایس۔ایم (ناندیڑ)
☆ڈاکٹر مبین نذیر (مالیگاؤں)
☆علیم طاہر (ممبئی)

مجلس ادارت
☆ڈاکٹر عقیلہ غوث
☆ڈاکٹر عظیم راہی
☆سید مسعود احمد قیصر
☆ڈاکٹر عابد حسین محمد صادق
☆وجاہت قریشی
☆طاہر حسین طاہرؔ
☆ڈاکٹر شاہ ایاز
☆ڈاکٹر حبیب النساء
☆ڈاکٹر سلیم نواز حشرؔ
☆ڈاکٹر ارشاد احمد خان
☆ابراہیم خان

فی شمارہ	:	۵۰/روپے
زرسالانہ (بدست)	:	۲۰۰/روپے
زرسالانہ (بذریعہ پوسٹ)	:	۲۵۰/روپے
لائبریری کے لئے	:	۲۵۰/روپے
رجسٹرڈ پوسٹ	:	۳۰۰/روپے
تاحیات خریداری بھارت	:	۳۰۰۰/روپے
بیرونی ممالک	:	۱۰۰۰۰/روپے تا ۱۵۰۰۰/روپے

سرکولیشن منیجر : تنزیل احمد خان 09284747707

خریداری اور اشتہار کے لئے منی آرڈر، چیک اس نام سے بھیجیں۔
Yousuf Khan Jabbar Khan
Bank of Maharashtra
S/AC/No.60021185230
IFCS Code : MAHB 0000278

SBI
S/AC/No.SB 52068629025
IFCS Code : SBIN 0020786

مقام اشاعت/ترسیل زر/مضامین/تخلیقات سے متعلق خط و کتابت کا پتہ
Yousuf Khan Jabbar Khan
Editor : **Aks-e-Adab** *(Quarterly)*
P.No.174, S.No.201
Savera Park, Behind Ibrahim Masjid, Jatwada Road,
Harsul, Aurangabad - 431008
Dist. Post Aurangabad (MS)
Mobile : 09326772575
email : akseadab@gmail.com

Website : www.akseadaburdu.com

طباعت
نوری آفسیٹ پریس
مرزا غالب روڈ، جونا فاران اسپتال، مالیگاؤں ضلع ناسک (مہاراشٹر)

نوٹ : مضمون نگار کی رائے سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں۔
''عکس ادب'' سے متعلق کوئی بھی قانونی چارہ جوئی اورنگ آباد کی عدالت میں ہوگی۔

ISSN 2320-6519
AKS-E-ADAB *(Quarterly)* Aurangabad.

★ ترتیب و تزئین ★

اداریہ	ڈاکٹر یوسف صابؔر	۳
اسلامیات	سیدہ فرزانہ نسیم	۴
عکس ایماں	حمد پاک ومناجات ونعت پاک	۵
	(علیم طاہر، بشارت علی اختر جالنوی، ڈاکٹر یوسف صابر ، ڈاکٹر فرحت حسین خوشدل، فرحت ایوبی نیازی)	
مغزادب	ڈاکٹر یوسف صابؔر	۶

☆ مضامین

شہراورنگ آباد میں 'افسانچہ نگاری' کا......	ڈاکٹر عظیم راہی	۷
ماہنامہ گگن کا ہندوستانی مسلمان نمبر	محمد احمد دانش روانوی	۹
برمحل اشعار اوران کے ماخذ	خلیق الزماں نصرت	۱۰
انگور/عناب۔ پھل بھی دوا بھی	ڈاکٹر رفیع الدین ناصر	۱۱

☆ گوشہ منتخب شعرائے مرہٹواڑہ (حصہ اول) ۱۲تا۳۵

☆ جاذؔب پربھنوی ☆ کلیم کسک ☆ جاوید انصاری ☆ فہیم صدیقی ☆ ارشد صدیقی
☆ مدحت سلطانہ ☆ تمیز پرواز ☆ طٰہ صدیقی ☆ اسلم مرزا ☆ عقیلہ غوث ☆ بلال انور
☆ غلام ثاقب ☆ بشارت علی اختر ☆ فیروز سروش ☆ ندیم مرزا ☆ جاوید صدیقی ندا
☆ شفیع احمد شفیع ☆ شیخ الطاف ☆ شہلا اورنگ آبادی ☆ یوسف صابر ☆ شاہ حسین نہری
☆ قاضی خلیل صدیقی ☆ سلیم نواز حشر ☆ فہیم خاتون مسرت

☆ مضامین، خاکہ، انشائیہ

بہادر شاہ ظفر کے معاصر شعراء......	عبدالرحیم شیخ غفور کھاٹک	۳۶
جہانگیر انس کی اردو کی برکتیں	محسن عظیم انصاری	۴۱
غالب کے کلام میں جمالیات حس	علیم صبا نویدی	۴۲
کچھ اپنے بارے میں (خاکہ)	حکیم جلال الدین تکمیلی	۴۳
زبان (انشائیہ)	فہیم خاتون مسرت	۴۶
شریف ارشد کی علمی وادبی کاوشیں	ڈاکٹر عبدالحلیم انصاری	۳۶
انور آفاقی کی شخصیت اور تخلیق کا	ڈاکٹر احسان عالم	۴۸
سہ ماہی ادبی رسالہ 'عکس ادب' اورنگ آباد......	ڈاکٹر عابد حسین ایم ایس	۵۱
اردو افسانے کی معتبر نسوانی آوازیں	سنبل فردوس	۵۴
افسانہ نگاری میں پریم چند کے فنی اختصاص	عبدالباسط	۵۷

☆ افسانچے	عبداللطیف جوہر	۵۹
☆ خاکچے	ندیم مرزا	۶۰

☆ شاعری

ماہیے	اظہر نیر	۴۷
"	علیم صبا نویدی	۶۱
قطعات	علیم صبا نویدی	۵۶
توشیحی نظم (متین اچل پوری)، نظم (سراج زیبائی)، غزل (ڈاکٹر مختار علی نفیس)		۶۱

☆ تعارف وتبصرے	۶۲
☆ اخبار عکس ادب	۶۴
☆ خلوص عکس ادب (منتخب خطوط)	۶۴

کافی نہیں ہوا و بال و پر جہان میں
کچھ حوصلہ بھی ہوتا ہے لازم اڑان میں
ڈاکٹر یوسف صابؔر

لائف ممبران

(۱) عتیقہ اطہر موسیٰ (اورنگ آباد)
(۲) قاضی خسرو (اورنگ آباد)
(۳) ڈاکٹر مسرت فردوس (اورنگ آباد)
(۴) ڈاکٹر کیرتی مالنی جاوٗلے (اورنگ آباد)
(۵) انصاری ابرار احمد (اورنگ آباد)
(۶) مہر سلطانہ جبار قریشی (اورنگ آباد)
(۷) ڈاکٹر عبدالرب (اورنگ آباد)
(۸) سید وہاب الحق (اورنگ آباد)
(۹) محمد سعید احمد محمد سردار (اورنگ آباد)
(۱۰) ڈاکٹر فرحت نسرین (اورنگ آباد)
(۱۱) ڈاکٹر شرف النہار (اورنگ آباد)
(۱۲) ڈاکٹر معین فاطمہ (اورنگ آباد)
(۱۳) ڈاکٹر مخدوم فاروقی (اورنگ آباد)
(۱۴) مولانا آزاد کالج (اورنگ آباد)
(۱۵) شیخ شہلا سلطانہ (اورنگ آباد)
(۱۶) برہانی نیشنل اردو پرائمری اسکول (اورنگ آباد)
(۱۷) ڈاکٹر قاضی رضوانہ شمیم (اورنگ آباد)
(۱۸) اسماء روحی قادری (اورنگ آباد)
(۱۹) شیخ ظہور احمد (اورنگ آباد)
(۲۰) ابراہیم خان لیاقت خان (اورنگ آباد)
(۲۱) ڈاکٹر قمر النساء (خلد آباد)
(۲۲) مبین نذیر (مالیگاؤں)
(۲۳) مقصود اشرف (مالیگاؤں)
(۲۴) ڈاکٹر شاہ ایاز (مالیگاؤں)
(۲۵) ڈاکٹر شاداب روش (مالیگاؤں)
(۲۶) انصاری عتیق احمد محمد شعبان (مالیگاؤں)
(۲۷) سٹی کالج (مالیگاؤں)
(۲۸) خان عبدالغفار خان کالج (پاتھری)
(۲۹) عالیہ کوثر (اسسٹنٹ پروفیسر) (جالنہ)
(۳۰) ڈاکٹر سلیم نواز حشؔر جعفر آبادی (جالنہ)
(۳۱) سید غازی علی غازؔی (جالنہ)
(۳۲) تحسین درانی (جالنہ)
(۳۳) عبدالوہاب (اسسٹنٹ پروفیسر) (جالنہ)
(۳۴) ڈاکٹر نسیم بیگم (پربھنی)
(۳۵) ڈاکٹر سلیم محی الدین (پربھنی)
(۳۶) خضر احمد خان شرؔر (پربھنی)
(۳۷) حبیب النساء (پربھنی)
(۳۸) ڈاکٹر قاضی کلیم (پربھنی)
(۳۹) ڈاکٹر شبانہ درانی (ناندیڑ)
(۴۰) ڈاکٹر ارشاد احمد خان (ناندیڑ)
(۴۱) شیخ ہما کوثر (اسسٹنٹ پروفیسر) (ناندیڑ)
(۴۲) اظہر احمد غلام یزدانی (ناندیڑ)
(۴۳) اختر صادق (ناندیڑ)
(۴۴) محمد اختر (ناندیڑ)
(۴۵) ڈاکٹر سید اصفیہ مدنی سید زکریا (بیڑ)
(۴۶) ڈاکٹر سید فرید احمد نہری (بیڑ)
(۴۷) ڈاکٹر عظمیٰ تسنیم (پونہ)
(۴۸) ڈاکٹر عنبر خاتون (ہزاری باغ)
(۴۹) ڈاکٹر فرحت حسین خوشدل (ہزاری باغ)
(۵۰) رشید ضارؔب (حیدر آباد)
(۵۱) ڈاکٹر عقیلہ سید غوث (امبہ جوگائی)
(۵۲) ڈاکٹر مقبول احمد مقبول (ادگیر)
(۵۳) ڈاکٹر خالد مبشر (دہلی)
(۵۴) سید سمیع الدین (بدر)
(۵۵) J.J.T.University (راجستھان)
(۵۶) محبوب پاشا اعظمی (چنئی)
(۵۷) ڈاکٹر نکہت آراء (شولاپور)
(۵۸) شیخ ارم فاطمہ (نلنگہ)
(۵۹) ڈاکٹر محمد ناصر اللہ انصاری (لاتور)
(۶۰) احمد عباس خان (ایوت محل)

اداریہ

یہ ضروری نہیں ہر تیر نشاں تک پہنچے
حق ہو آواز تو پہنچا دو جہاں تک پہنچے

(ڈاکٹر یوسف صابرؔ)

مراٹھواڑہ کا علاقہ اردو ادب کے لئے ہمیشہ سے ہی زرخیز رہا ہے۔اس علاقے میں متعدد شعری ونثری تخلیقات کے قلمکاروں نے اس علاقے کا نام اور کام نہ صرف قومی بلکہ بین الاقوامی سطح پر بھی روشن کرنے میں نہایت اہم کردار نبھایا ہے۔ایسے قلمکاروں کے سلسلہ وار یا وقفے سے چند خصوصی گوشے عکس ادب کے شماروں میں شائع کئے جائیں گے۔اس زنجیر کی پہلی کڑی کی صورت میں علاقۂ مراٹھواڑہ کے منتخب شعراء کا خصوصی گوشہ (اوّل) اس شمارے میں شائع کیا جارہا ہے۔مراٹھواڑہ کے شعراء نے متعدد موضوعات پر طبع آزمائی کرکے مختلف شعری اصناف کو جلا بخشی ہے اور خصوصاً صنف غزل کے متعدد موضوعات کو سیراب کرکے نئی بلندیاں عطا کی ہیں۔

ناانصافی اور ظلم وستم لڑائی کو جنم دیتے ہیں۔اس حق وباطل کی لڑائی کو دہشت گردی، فرقہ وارانہ فسادات اور جنگ کے نام ملتے ہیں۔انسان کی فطرت میں امن پسندی ہوتی ہے۔عام لوگ امن چاہتے ہیں لیکن حکومت کرنے کی حرص انسان کو شیطان کے بہکاوے سے حیوان بنا دیتی ہے اور کچھ انسان دہشت گردی، فرقہ وارانہ فسادات اور جنگ کا ماحول بنا کر حالات خراب کردیتے ہیں۔جس میں زیادہ تر بے قصور اور معصوم عام انسانوں کے جانی ومالی نقصانات ہوتے ہیں۔آج سارے عالم میں دہشت گردی، فرقہ وارانہ فسادات اور جنگوں کا ماحول بن گیا ہے۔حالات قابو سے باہر نظر آرہے ہیں۔چند انسانوں کی اکڑ، تکبر اور ظلم وستم کی صفت نے معصوم بچوں کو بھی زندگیوں سے محروم کردیا ہے۔سارے عالم کے حساس انسان اس کے خلاف شدید احتجاج کررہے ہیں۔مگر حالات دن بہ دن بد سے بدتر ہوتے جارہے ہیں۔شعراء و ادباء حالات کی تہہ تک پہنچتے ہیں، صحیح وغلط کا تجزیہ کرکے حقیقت سامنے لاتے ہیں اور امن قائم کرنے میں مددگار بننے کی کوشش کرتے ہیں۔
عصر حاضر کے شعراء وادباء بھی سچائیوں کو اجاگر کرکے امن قائم کرنے میں مدد کرنے کی جدوجہد کررہے ہیں۔اس کام میں انھیں کتنی کامیابی ملتی ہے، کب ملتی ہے اور کس طرح ملتی ہے یہ تو آنے والا وقت ہی بتائے گا۔

خاکسار

ڈاکٹر یوسف صابرؔ

مدیر اعلیٰ

سہ ماہی 'عکس ادب' اردو (اورنگ آباد)

﴾ دینی معلومات ﴿

دنیا کے مقامات و مواضع جو قرآن میں مذکور ہیں

''بکہ'' یعنی مکہ معظّمہ (مدینہ) ''یثرب'' جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے تا وفات رہے۔ ''بکہ'' مدینہ کے قریب ایک قصبہ ہے۔ ''حنین'' طائف کے قریب ایک قصبہ کا نام ہے۔ ''جمع'' مزدلفہ کو کہتے ہیں۔ ''مشعر حرام'' مزدلفہ میں ایک پہاڑ کا نام ہے۔ ''ایکہ'' وہ مقام ہے کہ جہاں حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم رہتی تھی۔ ''حجر'' قوم ثمود کے ملک کا نام ہے۔ ''احقاف'' عمان اور حضرموت کے درمیان ریتیلی پہاڑی ہے۔ ''طورسینا'' وہ پہاڑ ہے جہاں سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا اللہ پاک سے کلام ہوا۔ ''جودی'' جزیرۂ عرب میں ایک پہاڑ ہے جس پر حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی جا کر ٹھہری تھی۔ ''طویٰ'' شہر فلسطین میں ایک صحرا کا نام ہے۔ ''کہف'' ایک غار ہے۔ ''رقیم'' قصبہ ہے جہاں سے اصحاب کہف نکلے تھے۔ ''عرم'' ایک صحرا کا نام ہے۔ ''حرز'' قصبہ کا نام ہے۔ ''ق'' بعض مفسرین نے کہا ہے کہ یہ اس پہاڑ کا نام ہے جو تمام سطح زمین کو گھیرے ہوئے ہے۔ ''جرز'' کنویں کا نام ہے۔ ''الطاغیہ'' یہ بعض مفسروں کے نزدیک اس زمین کا نام ہے جہاں قوم ثمود پر عذاب ہلاکت آیا۔

سب سے ادنیٰ اور اعلیٰ درجہ کا جنتی کون

حضرت معیرہ بن شعبہؓ ایک مرتبہ منبر پر (تشریف رکھے) فرما رہے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ حضرت موسیٰ نے ایک مرتبہ اپنے رب سے پوچھا کہ جنت والوں میں سے سب سے کم درجہ کا کون سا آدمی ہوگا؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ ایک آدمی ہوگا جو سارے جنتیوں کے جنت میں داخل ہونے کے بعد جنت میں داخل ہوگا۔ اس آدمی سے کہا جائے گا جاؤ جنت میں داخل ہو جاؤ۔ وہ آدمی عرض کرے گا اے میرے رب میں کیسے جاؤں وہاں تو سب لوگوں نے اپنے اپنے مراتب، اپنی اپنی جگہوں کو متعین کرلیا ہے۔ (یعنی جنت کے تمام محلات پر سب جنتیوں نے قبضہ کرلیا ہے) تو پھر اس آدمی سے اللہ فرمائیں گے کہ کیا تو اس بات پر راضی ہے کہ تجھے اتنا ملک دیا جائے جتنا دنیا کے بادشاہ کے پاس تھا؟ وہ کہے گا اے میرے پروردگار میں راضی ہوں۔ پروردگار اس سے فرمائیں گے جاؤ اتنی ملک ہم نے تجھے دے دیا اور اتنا ہی اور۔ اور اتنا ہی اور۔ اور اتنا ہی اور۔ اور اتنا ہی اور۔ اور پانچویں مرتبہ میں وہ آدمی کہے گا میں راضی ہو گیا۔ اے میرے پروردگار۔ اللہ تعالیٰ اس سے فرمائیں گے تو یہ بھی لے لو اور اس کا دس گنا اور لے اور جو تیری طبیعت چاہے اور تیری آنکھوں کو پیارا لگے وہ بھی لے لو۔ وہ کہے گا پروردگار میں راضی ہو گیا۔ اس کے بعد حضرت موسیٰؑ نے پوچھا کہ سب سے بڑے درجے والا جنتی کون سا ہے؟ اللہ نے فرمایا وہ تو وہ لوگ ہیں جن کو میں نے خود منتخب کیا ہے اور ان کی بزرگی اور عزت کو اپنے دست قدرت سے بند کر دیا اور پھر اس پر مہر بھی لگا دی تو یہ چیزیں نہ تو کسی آنکھ نے دیکھیں اور نہ کسی کان نے سنیں اور نہ ہی کسی انسان کے دل پر ان نعمتوں اور مرتبوں کا خیال گزرا اور اس چیز کی تصدیق کی جو اللہ تعالیٰ کی کتاب میں ہے۔ وہ کہتا ہے: **فَلَا تَعۡلَمُ نَفۡسٌ مَّاۤ اُخۡفِیَ لَهُمۡ مِّنۡ قُرَّةِ اَعۡیُنٍ** یعنی ''کسی کو معلوم نہیں کہ ان کے لئے ان آنکھوں کی ٹھنڈک کا جو سامان چھپا کر رکھا ہے۔'' **(مسلم : ۴۶۵)**

(مختصر احادیث۔ محمد بدیع الزماں خان، ریٹائرڈ ڈسٹرکٹ وسیشن جج)

مرتبہ : سیدہ فرزانہ نسیم (اورنگ آباد)

9326772575

﴾ دینی معلومات ﴿

عکسِ ایمان

حمد

علیم طاہر(ممبئی)
موبائل : 9623327923

قلب میں دھڑکن بن کر اترا نام ترا
سارے ناموں میں ہے پہلا نام ترا

ساگر ساگر بولیں موجیں یا اللہ
ورد کرے ہے دریا دریا نام ترا

رات اور دن پر تیرا نام مسلط ہے
لے کر نکلے سورج چندا نام ترا

صبح ہوئی تو پھول پھول کے چہرے پر
شبنم کے قطروں میں چمکا نام ترا

بادل بادل سرد ہوا کے جھونکوں سے
قطرہ قطرہ بول کے برسا نام ترا

اڑتے اڑتے پنچھی ہر دم لیتے ہیں
وادی وادی صحرا صحرا نام ترا

کیڑوں کو دی تو نے غذائیں پتھر میں
پتھر کے اندر بھی گونجا نام ترا

مستانے انداز میں پل پل یاد کرے
شجر شجر کا پتہ پتہ نام ترا

روشن لعل و گوہر تیرے نام سے ہیں
لے کر چمکے پل پل مولا نام ترا

جگنو تتلی بھنورے تیرا ذکر کرے
ہر گل میں ہے مہکا مہکا نام ترا

ذہن کھلا تو پھیلا نور اندھیرے میں
طاہر نے بھی روشن پایا نام ترا

☆☆☆

حمد

بشارت علی خان اختر جالنوی

پتّا پتّا بوٹا تیرا
سب کے لب پر چرچا تیرا

تیرے جیسا جگ میں کون
رتبہ سب سے اونچا تیرا

عرش معلیٰ تخت و کرسی
مسکن ارفع اعلیٰ تیرا

دل کو فرحت بخش رہا ہے
سرد ہوا کا جھونکا تیرا

چشمہ کنٹھ بہتا پانی
ندی نالے دریا تیرا

سورج چاند ثریا تارے
سارا عالم جلوا تیرا

سب بندوں کی کردے بخشش
اخترؔ بھی ہے بندہ تیرا

نعت

ڈاکٹر یوسف صابرؔ(اورنگ آباد)

آپؐ کا ہر خطاب صلِّ علیٰ
آپؐ کا ہر جواب صلِّ علیٰ

تھی پسینے میں آپؐ کے خوشبو
اور دوا تھا لعاب صلِّ علیٰ

کوئی بھی دین کا نبیؐ سا نہیں
’’داعیِ انقلاب صلِّ علیٰ‘‘

آپؐ کے صرف اک اشارے سے
شق ہوا ماہتاب صلِّ علیٰ

میں بھی جاؤں مدینہ معہ خانم
ہو مرا پورا خواب صلِّ علیٰ

ہوگئی حفظ حافظوں کو قرآں
آسمانی کتاب صلِّ علیٰ

ہے مثالی جہان میں صابرؔ
عورتوں کا حجاب صلِّ علیٰ

نعت پاک

فرحت ایوبی نیازی

ہمارے کارواں کے رہنما تشریف لے آئے
بدلنے کو زمانے کی ہوا تشریف لے آئے
وہ قلب آدمیت کی جلا تشریف لے آئے
جہاں روشن ہوا ماہِ لقا تشریف لے آئے
پڑا تھا اک اندھیرا مدتوں سے قبل انساں میں
جلانے اس میں وحدت کا دیا تشریف لے آئے
یہ بخشش میری مشکل بلکہ ناممکن تھی اے فرحتؔ
مگر قسمت سے محبوبِ خدا تشریف لے آئے

مناجات

ڈاکٹر فرحت حسین خوشدلؔ (ہزاری باغ)
موبائل : 9546320141

حبِّ نبیؐ کی دولت سے تو دامن بھردے یااللہ
نعت کے ہراک شعر میں میرے کیف واثر دے یااللہ

خانۂ کعبہ کو دیکھوں وہ ذوقِ نظر دے یااللہ
وجد کی اس کیفیت میں دیوانہ کر دے یااللہ

روضۂ اقدسؐ پر ہوتی ہے ہر دم رحمت کی بارش
میرے بھی کشکول میں اپنی رحمت بھر دے یااللہ

کاسۂ دل میں نعتِ نبیؐ کا تحفہ لے کر آیا ہوں
نعتِ نبیؐ لکھنے کا مجھ کو علم و ہنر دے یااللہ

مدح وثنائے رحمت عالمؐ جب بھی میں لکھنا چاہوں
پیشِ نظر ہو گنبدِ خضریٰ ایسی نظر دے یااللہ

لب پہ دعا ہے یاد میں انؐ کی میرا ہرلمحہ گزرے
میری دعا میں اپنے کرم سے ایسا اثر دے یااللہ

دین پہ مر مٹنے کا جذبہ پھر سے مجھ میں تازہ کر
حرفِ دعا ہے میرے لب پر اس میں اثر دے یااللہ

ساری دنیا میں افکارِ محسنؐ انساں پھیلاؤں
فکر کو میری شاہیں جیسے بال و پر دے یااللہ

رحمتِ عالمؐ کے صدقے ہو مجھ کو عطا آبِ کوثر
انؐ کی شفاعت سے تو میری جھولی بھر دے یااللہ

حبِّ نبیؐ کی دولت سے خوشدلؔ کا دامن تو بھر دے
حکمِ نبیؐ پہ جو جھک جائے ایسا سر دے یااللہ

☆☆☆

مغز ادب

ڈاکٹر یوسف صابر (اورنگ آباد)
موبائل : 9326772575

☆ رپورتاژ ''احساس کی یاترا'' رپورتاژ نگار رام لعل۔

☆ رپورتاژ ''خالی ہاتھ'' رپورتاژ نگار عاتق شاہ۔

☆ قرۃ العین حیدر کے رپورتاژ: (۱) لندن لیٹر (۲) پدما ندی کے کنارے (۳) درچمن ہر ورقی دفتر حال دیگرست (۴) کوہ دماوند (۵) روداد گلگشت (۶) ستمبر کا چاند (۷) جہانِ دیگر (۸) چھٹے اسیر تو بدلا ہوا زمانہ (۹) خضر سوچتا ہے وولر کے کنارے (۱۰) قید خانے میں تلاطم ہے کہ ہند آتی ہے (عالم آشوب)

☆ ''قرۃ العین حیدر کی رپورتاژ نگاری'' کی مصنفہ واجدہ بیگم ہیں۔

☆ رپورتاژ میں واقعہ نگاری، حقیقت نگاری، کردار نگاری اور منظر نگاری کے ساتھ جذبات نگاری بھی ہوتی ہے۔

☆ رپورتاژ نگار نہ صرف منظر بلکہ پس منظر بھی دیکھتا اور دکھاتا ہے۔

☆ ''اردو میں رپورتاژ کی روایت'' مصنف: طلعت گل۔ سن اشاعت ۱۹۹۲ء

☆ ''اردو رپورتاژ۔ تاریخ وتنقید'' (ابتداء تا ۱۹۹۰ء) مصنف: ڈاکٹر طلعت گل۔ ۲۰۰۴ء طباعت: کاک آفسیٹ پرنٹرس دہلی۔

☆ رپورتاژ کی طرح مونتاژ بھی فرانسیسی لفظ ہے۔

☆ رپورتاژ ادب کی ایک صنف ہے تو مونتاژ فلمی میڈیا یا اصطلاح ہے۔

☆ خواجہ احمد عباس کے قول کے مطابق بظاہر غیر متعلق، ان میل، بے جوڑ اور بے معنی مناظر میں ایک خاص ڈھنگ سے ربط پیدا کرنے کو فلمی تکنیک میں مونتاژ کہتے ہیں۔

☆ رپورتاژ ''جلتے توے کی مسکراہٹ'' رپورتاژ نگار: انور ندیم۔

☆ رپورتاژ ''بھارت میں چند روز'' رپورتاژ نگار ساجد۔

☆ ''صنف رپورتاژ'' صنف سفرنامہ سے زیادہ قریب ہے۔

☆ انیسویں اور بیسویں صدی میں اکثر رپورتاژ سفرناموں کی شکل میں ملتے ہیں۔

☆ پاکستانی رپورتاژ نگاروں کے اکثر رپورتاژوں کا موضوع مشرقی پاکستان (موجودہ بنگلہ دیش) کا سفر ہے۔

☆ رپورتاژ ''تجلۂ مشرق'' رپورتاژ نگار عبدالصمد درانی مطبوعہ ''ماہ نو'' اپریل ۱۹۶۳ء مشرقی پاکستان (موجودہ بنگلہ دیش) کے سفر کی روداد ہے۔

☆ رپورتاژ ''یہ دن یہ راتیں'' رپورتاژ نگار انور مطبوعہ مارچ ۱۹۶۳ء ریڈیائی تقریری انداز میں ہے۔

☆ رپورتاژ ''لوئے آگرہ'' رپورتاژ نگار رضا ہمدانی مطبوعہ ''ماہ نو'' اگست ۱۹۶۵ء۔ ایک دلچسپ سفر کی روداد ہے۔

☆ رپورتاژ ''لاہور سے بہرام گلہ تک'' (رپورتاژ نگار کرشن چندر) کو رپورتاژ نگاری کی ابتداء قرار دیا جاسکتا ہے۔

☆ رپورتاژ ''پودے'' کی مقبولیت کے بعد ادبی کانفرنسوں اور جلسوں پر رپورتاژ لکھنے کی روایت سی بن گئی تھی۔

☆ کرشن چندر کا رپورتاژ ''صبح ہوتی ہے'' تریچور میں جنوبی ہند کے ترقی پسند ادیبوں کی کانفرنس سے متعلق ہے۔

☆ رپورتاژ اور سفرنامے میں بنیادی فرق یہ ہے کہ سفرنامہ سفر بنیادی طرح ہے جب کہ رپورتاژ میں روحانی، ذہنی اور جذباتی سفر کی زیادہ اہمیت ہے۔

☆ سفرنامے میں ادیب کسی مخصوص موضوع کو ملحوظ نہیں رکھتا بلکہ شہروں کا جغرافیہ سمجھانے، مناظرِ قدرت کی تفصیل بیان کرنے اور تہذیب وتمدن اور مقامات کی تمام اہم خصوصیات وتاریخ پر روشنی ڈالنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ بقول شمیم احمد ''سفرنامہ محض خارجی عناصر کا مرقع بن جاتا ہے۔'' اس کے برعکس رپورتاژ میں ادیب کسی مخصوص واقعہ کو اپنا موضوع بناتا ہے۔ اس میں وہ مقامات اور مناظر قدرت کا ذکر تو کرتا ہے مگر ان کی حیثیت ثانوی ہوتی ہے۔ اس کا سارا زور اس کیفیت کو بیان کرنا ہوتا ہے جسے اس کی آنکھ نے دیکھا ہے اور دل نے محسوس کیا ہے۔

☆ رپورتاژ کا مزاج خارج سے زیادہ داخل سے منسلک ہوتا ہے۔

☆ بقول انور سدید ''سفرنامہ تصویروں کا البم ہے لیکن رپورتاژ کی تصویریں نہ صرف متحرک ہیں بلکہ یہ پینوراما کی طرح قاری کو بھی صورتِ واقعہ میں شامل کرلیتی ہیں۔''

☆ خواجہ احمد عباس کی تحریر ''سرخ زمین اور پانچ ستارے'' دراصل سفرنامۂ چین ہے۔ دلکش پیرایۂ بیان کی وجہ سے اس میں کہیں کہیں رپورتاژ نگاری کا رنگ شامل ہوگیا ہے۔

☆ شاعری میں اصلاح کا رواج ایک زمانے سے چلا آرہا ہے۔ بڑے بڑے اساتذہ شعراء نے اصلاحیں لی ہیں۔

☆ قدیم دور میں اصلاح کو بڑی اہمیت حاصل تھی۔ عام طور پر استاد شاگردوں کے کلام پر اصلاح دیتے تھے لیکن کبھی کبھی شاگرد بھی استاد کی اصلاح کر دیتے تھے۔

☆ ''کشمیر اداس ہے'' محمود ہاشمی کا رپورتاژ ہے جس کے بارے میں قدرت اللہ شہاب نے تحریر کیا ہے۔ ''کشمیر کا مسئلہ لٹکتا رہے یا حل ہوجائے۔ اس کتاب ''کشمیر اداس ہے'' کی ادبی اہمیت اور افادیت دونوں صورتوں میں برقرار رہے گی۔''

☆☆☆

AKS-E-ADAB (Quarterly) Aurangabad.
ISSN 2320-6519

پانچویں و آخری قسط

شہر اورنگ آباد میں 'افسانچہ نگاری' کا رجحان ___ ایک اجمالی جائزہ

ڈاکٹر عظیم راہی (اورنگ آباد)
موبائل: 9370992203

ان کے اسی مجموعہ سے دو افسانچے ملاحظہ کیجیے :

اطمینان

''فطرت کے فانی نظاروں سے اکتا کر میں نے اپنی تسلی کے لیے ایک علیحدہ دنیا قائم کر لی ہے۔ اور اسے طرح طرح کے پھل' پھول اور پودوں سے آراستہ کرلیا ہے جنھیں نہ تو خزاں میں جھڑ جانے کا خدشہ ہے اور نہ ہی موسمی تغیر کے باعث رنگوں کے تبدیل ہونے کا خوف ...... کیونکہ وہ سب کے سب نقلی ہیں ......!''

تقلید

لڑکیوں کو فلرٹ کرنے کے سلسلے میں جب وہ سزا کاٹ کر جیل سے باہر نکلا تو ایک پیڑ کے سائے تلے ایک گیانی مہاراج بیٹھے بھگوان کرشن اور ان کی گوپیوں کے چرتر پر روشنی ڈال رہے تھے اور سارے لوگ ادب واحترام کے ساتھ داد ستائش دے رہے تھے۔

نورالحسنین نے بعد میں اِس طرف کوئی خاص توجہ نہیں کی۔ ایک طرح سے یہ اچھا ہی ہوا کہ ان کے حصے میں ناول نگار بن کر عالمی فکشن نگار کے طور پر منظر عام پر آنا لکھا تھا' شاید اسی لیے وہ افسانچہ نگاری کی طرف پوری طرح راغب نہیں ہوئے' لیکن اگر وہ اس صنف میں بھی طبع آزمائی کرتے تو یہاں بھی وہ عالمی سطح کے افسانچہ نگار ضرور ثابت ہوتے۔

مجید جمال (مرحوم) نے بڑی تعداد میں افسانچے لکھے تھے جو مختلف اخبارات کے علاوہ 'شاعر' جیسے معیاری پرچے میں بھی شائع ہوئے تھے۔ ان کے مشترکہ مجموعہ 'دخل در معقولات' میں ۲۵/افسانچے بھی شامل ہیں جو ان کی موت کے بعد ان کی اہلیہ نے شائع کیا تھا۔ مجید جمال دراصل بنیادی طور پر طنز و مزاح نگار تھے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے افسانچوں میں سماج کی ناہمواریوں اور نابرابریوں کے علاوہ اپنے اطراف کے ماحول کی عکاسی ملتی ہے' ان کے دو افسانچے دیکھئے :

مجبوری

اسے ایک خوبصورت بنگلہ میں نوکری ملی تو وہ بہت خوش ہوا۔ بنگلے کے پچھلے حصے میں آکڑے کا پودا دیکھ کر اس کی آنکھوں میں آنسو ابل پڑے۔ وہ دکھ بھرے لہجے میں بولا 'تو ظالم تجھے بھی پکڑ لائے' مگر تو کیوں آیا' تجھے کیا مجبوری تھی۔

ہاتھ سے جنت نہ گئی

محمد بھائی نے مسجد کی تعمیر کے لیے بنائے ہوئے ایک نقشہ کو اس لیے رد کر دیا کہ وہ ایک ایسے آرکیٹکٹ کا بنا ہوا ہے جس نے غیر مذہب کی عورت سے شادی کی ہے لیکن جب محمد بھائی نے اپنی ذاتی بلڈنگ بنوانا شروع کی تو اسی آرکیٹکٹ کی خدمات حاصل کیں۔

مجید جمال میں ایک اچھے افسانچہ نگار کی تمام خوبیاں موجود تھیں لیکن ان کی زندگی نے وفا نہیں کی اور اس طرح مرہٹواڑہ کی سرزمین ایک اچھے افسانہ نگار سے محروم ہوگئی۔

نویں دہائی کی تازہ کار نسل میں ضلع اورنگ آباد کی تحصیل سلوڑ کے ساحر کلیم کا نام نمایاں طور آتا ہے جو بنیادی طور پر شاعر ہیں اور ساتھ ہی افسانے بھی لکھتے ہیں اور افسانچے تو انھوں نے کثیر تعداد میں لکھے ہیں' بعد میں انھوں نے اپنا مجموعہ 'موم کی گڑیا' کی شکل میں ۲۰۰۰ء میں شائع کیا جس کا پیش لفظ ممتاز افسانہ نگار نورالحسنین نے لکھا ہے مجموعے کے کور پیج پر بشر نواز اور عارف خورشید نے اپنے گرانقدر خیالات کا اظہار کیا ہے۔ خود ساحر کلیم اپنے افسانچوں کے بارے میں کتاب میں لکھتے ہیں :

''میرے افسانچے خارجی حالات' داخلی محسوسات اور اظہار کی خلش کا نتیجہ ہیں۔ میں نے کھلی آنکھ کے مشاہدے' بند پلکوں کی اذیت و کرب اور دن رات کے شخصی و غیر شخصی تجربوں سے گزرے لمحات کو رقم کیا ہے۔ ان سنگلاخ راہوں سے گذر کر جو بات قلم کے نوک پر ٹھہری' بس اس کو دیانت و خلوص کے ساتھ پیشانی قرطاس پر رکھ دیا ہے اور یہی میرے افسانوی رویے کا مقدمہ ہے۔''

زیر نظر مجموعہ میں جملہ ۸۰/افسانے شامل ہیں جو ۹۶/صفحات پر مشتمل کتاب کے صفحات پر پھیلے ہوئے ہیں۔ ڈاکٹر سید معصوم رضا اس مجموعہ پر ان الفاظ میں تبصرہ کرتے ہیں اور ساتھ ہی انھوں نے مثال کے طور پر دو افسانچے بھی اخذ کیے ہیں :

''اگر ہم ساحر کلیم کے افسانچوں کا سرسری جائزہ لیں تو ہمیں اس بات کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ موصوف نے زندگی کو بہت قریب سے دیکھا ہے اور اس کے نشیب و فراز پر ان کی اپنی نظر ہے' کوئی بھی ادیب یا فنکار عام انسانوں سے زیادہ حساس ہوتا ہے۔ اس لیے اس کی نظروں میں روزمرہ کی زندگی میں پیش آنے والے حادثات' سانحات اور واقعات کی عکاسی ایک نئے زاویے کے ساتھ ہوتی ہے۔ جسے وہ صفحہ قرطاس پر لفظوں کی تراش خراش کے ساتھ پیش کر دیتا ہے۔ ساحر کلیم نے بھی اپنے افسانچوں (منی) کہانیوں میں ان باتوں کا خاص خیال رکھا ہے اور بہت اہتمام کے ساتھ اسے قاری تک پہنچانے میں کامیاب ہوئے

ہیں۔ملاحظہ ہو یہ افسانچہ :

کیئر آف

لوگ میرے وزٹنگ کارڈ پر فون نمبر ڈھونڈ رہے تھے جبکہ میں نے اپنا پتہ بھی کیئر آف دیا تھا۔

پردہ

پردہ ضروری ہے ...... کیونکہ مرد کی آنکھوں سے شیطان جھانکتا ہے عورت کے جسم میں۔''

غرض ساحر کلیم کے افسانچے زندگی کے سچائیوں اور حقیقتوں سے بے حد قریب ہیں۔ موضوع اور مقصد دونوں اعتبار سے بہت اہم ہیں۔چونکہ وہ شاعر بھی ہیں اس لیے ان کے افسانچوں میں تشبیہات اور استعاروں کا بھی خوب استعمال ملتا ہے اور ان کے اکثر افسانچوں پر شاعری کا رنگ بھی نظر آتا ہے۔ اسلوب اور انداز بیان کے علاوہ شاعرانہ سلیقہ مندی انھیں ان کے ہم عصر نوجوان لکھنے والوں میں ممتاز کرتی ہے۔'موم کی گڑیا' کی مقبولیت کے بعد ان کے افسانچوں کا دوسرا مجموعہ'کہانی کا درد' بھی شائع ہو کر منظر عام پر آیا تھا۔ ساحر کلیم کی تخلیقی اٹھان کو دیکھتے ہوئے مستقبل میں ان سے بڑی امیدیں وابستہ تھیں لیکن اُن کی رحلت سے اورنگ آباد ایک ہونہار افسانچہ نگار سے محروم ہو گیا۔

متین قادری (مرحوم) نے افسانوں کے ساتھ ساتھ کئی افسانچے بھی لکھے تھے جو اخبارات کے علاوہ رسائل میں بڑے اہتمام سے چھپے تھے۔ مجید جمال کی طرح انھوں نے پہلے افسانوی مجموعہ میں افسانچے بھی شامل کیے تھے۔'فاصلوں کا ہمنشیں' ۱۹۹۹ء میں شائع ہوا۔ جس میں ۱۴ ر افسانوں کے ساتھ بارہ منی افسانے بھی شامل ہیں۔ متین قادری نے افسانوں کے ساتھ طنز و مزاح سے بھرپور مضامین بھی لکھے اور عصری حسیت کے حامل افسانچے بھی۔ان کے افسانچوں میں بڑے غضب کا طنز ملتا ہے جو سماج کے کھوکھلے نظام اور سماج کے ٹھیکیداروں کے ناپاک عزائم کو بے نقاب کرتا ہے۔ انھوں نے غریب کی زندگی اور غربت کے مارے افلاس سے بلکتے افسانوں کی سچی تصویر کشی کی ہے۔ ان کا اسلوب سادہ اور زبان بھی سادگی اور سلاست لیے ہوئے ہیں۔ لیکن موضوع کی سنجیدگی سوچنے پر مجبور کرتی ہے۔ان کا ایک افسانچہ بطور نمونہ پیش ہے :

جواب

وہ موسم سرما کی ایک سرد ترین شام تھی۔ نہایت بیش قیمت سوٹ پہنے جب وہ وہسکی کی نصف بوتل اپنے معدہ میں انڈیل کر نائٹ کلب سے باہر نکلا تو اس نے ایک نیم برہنہ اور غریب آدمی کو دیکھ کر حیرت سے پوچھا 'کیا تمھیں سردی محسوس نہیں ہوتی ہے؟'

نہیں __ غریب آدمی نے انکار میں سر ہلایا۔

'اور گرمی' __ وہ بھی نہیں __

یعنی بارش اور طوفان کا بھی تم پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔

بالکل نہیں۔

امیر آدمی جھنجھلا کر بولا ''تو پھر کیا محسوس ہوتا ہے؟''

غریب آدمی نے نہایت اطمینان سے جواب دیا __ غریبی اور بھوک۔'' (ص ۹۷)

اورنگ آباد کے ممتاز سینئر افسانہ نگاروں میں الیاس فرحت، رفعت نواز، رشید انور، اثر فاروقی اور محمود شکیل نے افسانچہ کی سمت نظر التفات نہیں کی لیکن ان لوگوں نے اگر حمایت نہیں کی تو مخالفت بھی نہیں کی۔ شاید اسی لیے بہت بعد میں اثر فاروقی (مرحوم) نے چند افسانچے لکھے تھے ان کا ایک افسانچہ'ازل تا ابد تک' بہت مقبول ہوا تھا۔ الیاس فرحت مرحوم نے بھی فرحت الیاس کے نام سے بڑی تعداد میں افسانچے لکھے تھے جو مختلف رسائل و جرائد میں شائع ہوئے تھے۔ البتہ نورالحسنین' عارف خورشید اور راقم الحروف نے اِس صنف کی سمت خصوصی توجہ کی اور اِس صنف میں بھی اپنا نام بنایا اور علیحدہ شناخت قائم کی ہے۔اُن کے بعد کی نسل میں جو نام بڑی تیزی سے افسانے کے افق پر ابھرے ان میں سلیم احمد' شیخ حسین اور وجاہت قریشی' وحید بابر اور محمد الیاس کے نام قابل ذکر ہیں۔ ان قلم کاروں نے بھی افسانوں کے ساتھ افسانچے بھی لکھے جو مقامی اخبارات میں شائع ہوئے اور سلیم احمد نے اپنے افسانوں کا پہلا مجموعہ'اندھے سفر کا مسافر' شائع کیا جس میں چار افسانچے بھی شامل ہیں۔ایک افسانچہ مثالاً پیش ہے :

لاحول اور ماحول

بیٹے کی دن بدن بداخلاقیوں اور سنگین غلطیوں سے تنگ آ کر باپ نے عالم صاحب سے رجوع کیا کہ میرے بیٹے کو نصیحت کیجیے۔اس کی بدمعاشیاں ناقابل برداشت ہوگئی ہیں۔

تمام حالات جاننے اور کچھ سوچنے کے بعد عالم صاحب سنجیدگی سے بولے ......

''یہ شیطان لاحول سے نہیں بھاگے __ کیونکہ گھر کے ماحول نے اس ابلیس کو جنم دیا ہے۔ اس لیے لاحول سے ماحول نہیں بلکہ ماحول سے ماحول بدلنے کی سعی کریں۔'' (ص ۱۲۸)

سینئر قلمکار اقبال بلگرامی اور مقصود ندیم نے بھی کافی اچھے افسانچے لکھے تھے جو عارف خورشید کے مرتب کردہ مشترکہ مجموعہ'آنکھوں کی زبان' میں شامل ہیں۔ ہمہ جہت قلمکار عبدالعزیز عرفان نے بھی اِس صنف میں طبع آزمائی کی ہے۔اُن کے افسانچوں کا ایک مجموعہ'اعتراف' کے نام سے شائع ہوا ہے۔محمد الیاس نے بھی افسانچے لکھے تھے اور اپنا مجموعہ بھی ترتیب دیا تھا جو اُن کی رحلت کے سبب شائع نہ ہو سکا۔ممتاز سینئر افسانہ نگار ڈاکٹر شہاب افسر' بھی افسانوں کے ساتھ

اِن دنوں افسانچے لکھنے میں مصروف ہیں اُن کے افسانچے مقامی اخبارات میں چھپ رہے ہیں اور اُن کے دوسرے افسانوں کے مجموعے 'دل ناداں' میں ۳۰/افسانچے شامل ہیں۔اسی طرح اِن دنوں معروف شاعر وادیب ڈاکٹر یوسف صابرؔ کا رجحان بھی افسانچے کی طرف ہوا ہے۔اُن کے پرچے سہ ماہی 'عکس ادب' میں اُن کے افسانچے تواتر سے چھپ رہے ہیں۔اگر اِس سمت وہ سنجیدگی سے دھیان دیں تو جلد ہی ان کے افسانچوں کا مجموعہ منظر عام پر آسکتا ہے۔

اکیسویں صدی کی پہلی دہائی میں نئی نسل میں اِس صنف میں کئی نام ابھرے ہیں جن سے بڑی توقع وابستہ کی جاسکتی ہے اِن میں عبداللطیف جوہرؔ، فاروق احمدؔ، ش۔شکیلؔ، بتول فاطمہؔ، صائم صدیقیؔ، صبا تحسین اور کوثر حیات وغیرہ قابل ذکر ہیں۔اِن میں عبداللطیف جوہر اور فاروق احمد نے اپنے افسانچوں کے مجموعے بھی ترتیب دیئے ہیں جن کے جلد منظر عام پر آنے کی امید ہے۔اِس طرح نئے اور پرانے لکھنے والوں کی وجہ سے شہر اورنگ آباد میں افسانچہ نگاری کے رجحان کو خوب فروغ حاصل ہوا ہے اور اُس کی مزید پیش رفت کا امکان ہے۔چونکہ شہر اورنگ آباد میں جوگندر پال کی کامیاب مساعی اور سرپرستی کے سبب اس صنف کو بہت بڑھاوا ملا ہے اور بطورِ خاص نئی نسل میں یہ غالب رجحان بن کر ابھرا جو روز بروز ترقی کی راہوں پر گامزن ہے۔مجموعی اعتبار سے اورنگ آباد میں افسانچے کی صنف کو وقت کے ساتھ خوب فروغ حاصل ہوتا گیا اور ولیؔ وسراجؔ کے اِس شہر اورنگ آباد میں شاعری وافسانہ کے ساتھ ساتھ افسانچہ نے بھی اپنا ارتقائی سفر طئے کر کے اپنا ایک قابل ذکر کردار ادا کیا ہے جس کی اہمیت اور مقبولیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا ہے۔

☆☆☆

ماہنامہ گگن کا ہندوستانی مسلمان نمبر۔ایک جائزہ

(نویں وآخری قسط)

محمد احمد دانش روانوی (بجنور)
موبائل : 9759418047

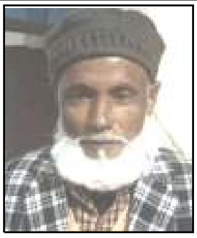

چھٹے کالم بزرگان قوم میں پیغمبر اسلام حضرت محمد ﷺ سے لے کر دیگر عباقرۂ قوم جن میں علمی و ادبی ،سیاسی وسماجی شخصیات کے علاوہ علماءِ اسلام ،بزرگان دین ،مجاہدین آزادی ، سلاطین ،امراء و نوابین ، وزراء ،شعراء ،ملی مصلح و معماران قوم کی سوانح وشخصیت اور سیرت کے روشن پہلوؤں کو احاطہ تحریر میں لایا گیا ہے۔

ساتویں کالم میں پرچے کا مستقل کالم نشان راہ شامل ہے۔جس میں مدیر نے قارئین کے سوالات کے جوابات کو حسب سابق شامل اشاعت کیا ہے۔'سورج بھی تماشائی' کے تحت مدیر کے تبصرے کا کالم زینت رسالہ ہے۔

آٹھویں کالم ''کاروان حکمت'' میں مسلم تعلیمی اداروں جن میں مکاتیب ومدارس سے لے کر کالج وجامعات مسلم لائبریریز ،اردو اخبارات ،تعلیمی اصلاحی سیاسی و سماجی انجمنوں وتنظیمات کا تعارف کروایا گیا ہے۔

نویں کالم بعنوان ''یاد ہیں وہ صدائیں خاص خاص'' میں معروف دانش وروں اور قلم کاروں کی تحاریر سے اقتباسات بمع ان کی اشاعت کے حوالوں کے نقل کئے گئے ہیں۔

الغرض رسالۂ مذکورہ بہ اعتبارِ مشمولات مسلمانوں کے سیاسی ،سماجی ،معاشی و معاشرتی ،لسانی و ادبی علمی و جغرافیائی پس منظر کا احاطہ کرتے ہوئے نہ صرف مسلمانوں کے مسائل کی نشاندہی کرتا ہے بلکہ ان کے اسباب وعلل کی روشنی میں مسائل کے حل کے طریقہ کار بھی تجویز کرتا ہے۔بلاشبہ یہ ایک دستاویزی کاوش ہے جسے دیر تک بنظرِ تحسین دیکھا جانا چاہئے۔

ماہنامہ ''گگن کا ہندوستانی مسلمان نمبر'' کا جائزہ طویل ہونے کی وجہ سے اقساط میں شائع کیا گیا۔اس مضمون کو نو اقساط میں تقسیم کر کے مکمل شائع کر دیا گیا ہے۔ نویں قسط اس مضمون کی آخری قسط ہے،جس نے اس جائزے کو مکمل کر دیا ہے۔ماہنامہ ''گگن کا ہندوستانی مسلمان نمبر'' ایک اہم دستاویز کی حیثیت کا حامل ہے۔ اس نمبر میں نہایت اہم موضوعات پر مدلل بحث ملتی ہے۔اس نمبر کے کئی مضامین انتہائی بلند درجے کے ہیں جنھیں پڑھ کر حیرت ومسرت ہوتی ہے۔یہ مضامین انتہائی اہم وقیمتی ادبی خزانے کا حصہ ہیں۔محمد احمد دانش روانوی نے اس طویل تبصرے نما مضمون کو بڑی محنت و لگن سے تحریر کیا ہے۔اس مضمون کو پڑھ کر''ماہنامہ گگن کا ہندوستانی مسلمان نمبر'' نظروں میں گھومنے لگتا ہے اور اس نمبر کو مکمل پڑھنے کا اشتیاق دل میں پیدا ہوتا ہے۔''ماہنامہ گگن'' کا پہلا شمارہ شمس کنول کی ادارت میں فروری ۱۹۶۳ء میں شائع ہوا تھا جو مئی جون ۱۹۸۲ء تک مسلسل نکلتا رہا۔ ۱۹۷۵ء میں شمس کنول نے ''ماہنامہ گگن کا ہندوستانی مسلمان نمبر'' نکالا تھا۔اس نمبر کو کم وبیش ۴۸/برس ہوگئے ہیں مگر اس کی اہمیت و افادیت میں کوئی کمی نہیں آئی بلکہ وقت کے ساتھ ساتھ اس کی اہمیت وافادیت میں مزید اضافہ ہوا ہے۔اس نمبر میں کئی نامور قلمکاروں کے بہترین مضامین شامل ہیں۔امید ہے کہ قارئین ''ماہنامہ گگن کا ہندوستانی مسلمان نمبر'' حاصل کر کے اس میں شامل مضامین کو پڑھیں گے اور استفادہ کریں گے۔

☆☆☆

برمحل اشعار اور ان کے ماخذ

(ساتویں قسط)

خلیق الزماں نصرت (بھیونڈی)
موبائل : 9923257606

میر تقی میر

آستاں پر تیرے گذر گئی عمر
اسی دروازے کے گدا ہیں ہم
(ح۔ح۔کلیات میر۔ص۲۰۱

کہنے لگا کہ دیکھ کے چل راہ بے خبر
میں بھی کبھو کسو کا سر پر غرور تھا
(ا۔م۔کلیات میر۔ص۱۰۵

یہی جانا کہ کچھ نہ جانا ، ہائے
سو بھی اک عمر میں ہوا معلوم
(گلستانِ ہزار،ص۵۶۔کلیات میر،ص۴۱۷

جو اس شور سے میر روتا رہے گا
تو ہمسایہ کا ہے کو سوتا رہے گا
(کلیات میر۔ص۱۵۴

مجھے کام رونے سے اکثر ہے ناصح
تو کب تک مرے منہ کو دھوتا رہے گا
(کلیات میر۔ص۱۵۴

اس کے ایفائے عہد تک نہ جئے
عمر نے ہم سے بے وفائی کی
(گلستانِ ہزار،ص۲۶۱۔کلیات میر،ص۲۵۷

برقعہ کو اٹھا چہرہ سے وہ بت اگر آوے
اللہ کی قدرت کا تماشہ نظر آوے
(آبِ حیات،ص۲۱۴۔کلیات میر،ص۲۸۵

یوں اٹھے آہ اس گلی سے ہم
جیسے کوئی جہاں سے اٹھتا ہے
(کلیات میر،ص۲۷۷

ہستی اپنی حباب کی سی ہے
یہ نمائش سراب کی سی ہے
(کلیات میر،ص۲۷۷

میر ان نیم باز آنکھوں میں
ساری مستی شراب کی سی ہے
(کلیات میر،ص۲۷۷

میں جو بولا کہا کہ یہ آواز
اسی خانہ خراب کی سی ہے
(کلیات میر،ص۲۷۷

خوف ہم کو نہیں جنوں سے کچھ
یوں تو مجنوں کے بھی چچا ہیں ہم
(کلیات میر،ص۲۰۱

صبح تک شمع سر کو دھنتی رہی
کیا پتنگے نے التماس کیا
(کلیات میر،ص۱۱۸

مرگِ مجنوں سے عقل گم ہے میر
کیا دوانے نے موت پائی ہے
(کلیات میر،ص۵۰۳

ہوگئی شہر شہر رسوائی
اے مری موت تو بھلے آئی
(کلیات میر،ص۲۶۴

ہزار مرتبہ بہتر ہے بادشاہی سے
اگر نصیب ترے کوچے کی گدائی ہو
(بیت بازی،ص۶۸۔کلیات میر،ص۲۳۸

بارے دنیا میں رہو غمزدہ یا شاد رہو
ایسا کچھ کر کے چلو یاں کہ بہت یاد رہو
(کلیات میر،ص۵۷۸

اے دوست کوئی مجھ سا رسوا نہ ہوا ہوگا
دشمن کے بھی دشمن پر ایسا نہ ہوا ہوگا
(کلیات میر،ص۱۲۶

بال و پر بھی گئے بہار کے ساتھ
اب توقع نہیں رہائی کی
(کلیات میر،ص۸۲۴

مصائب اور تھے پر دل کا جانا
عجب ایک سانحہ سا ہوگیا ہے
(کلیات میر،ص۵۷

کہا میں نے کتنا ہے گل کا ثبات
کلی نے یہ سن کر تبسم کیا
(کلیات میر،ص۱۰۷

ریختہ رتبے کو پہونچایا ہوا اس کا ہے
معتقد کون نہیں میر کی استادی کا
(کلیات میر،ص۱۵۷

میرے تغیرِ حال پر مت جا
اتفاقات ہیں زمانے کے
(آوارہ گرد،ص۹۶۔کلیات میر،ص۳۲۰

میر کیا سادہ ہیں بیمار ہوئے جس کے سبب
اسی عطار کے لڑکے سے دوا لیتے ہیں
(کلیات میر،ص۶۵۹

لے سانس بھی آہستہ کہ نازک ہے بہت کام
آفاق کی اس کارگہہ شیشہ گری کا
(کلیات میر،ص۱۰۹

غم رہا جب تک کہ دم میں دم رہا
دل کے جانے کا نہایت غم رہا
(غزل،ص۴۴۔کلیات میر،ص۱۴۵

میرے رونے کی حقیقت جس میں تھی
ایک مدت تک وہ کاغذ نم رہا
(کلیات میر،ص۱۴۶

دل تڑپے ہے جان کھپے ہے حال جگر کا کیا ہوگا
مجنوں مجنوں لوگ کہے ہیں مجنوں کیا ہم سا ہوگا
(غزل،ص۴۵۔ کلیات میر،ص۶۹۷

(جاری)

انگور/اعناب۔ پھل بھی دوا بھی

ڈاکٹر رفیع الدین ناصر
(قومی اعزاز یافتہ ٹیچر) صدر شعبہ نباتیات'
مولانا آزاد کالج اورنگ آباد۔ (مہاراشٹر)
موبائل : 9422211634

مختلف نام : انگور کو انگریزی میں Grape' اردو' ہندی' میں انگور، پنجابی' بنگالی' مراٹھی میں دراکش کہتے ہیں۔ اس کا سائنسی نام *Vitis Linn. vinifeara* ہے۔ اس کا خاندان Vitaceae ہے۔

قرآن شریف میں تذکرہ: اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ بے شمار نعمتوں میں سے انگور ایک بہترین نعمت ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں انگور کا تذکرہ گیارہ مرتبہ کیا ہے۔ بطور خاص سورہ العبس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ

فَأَنبَتْنَا فِيهَا حَبًّا (۲۷) وَعِنَباً وَقَضْباً (۲۸)

ترجمہ: ''پھر ہم نے اگایا غلہ اور انگور اور ترکاری۔''

انگور کی پہچان: انگور ایک کمزور تنے والی بیل ہوتی ہے جس کے تنے پر سہارے کے لئے Tendril پائے جاتے ہیں، پتے چوڑے دس تا بارہ سم لمبے ہوتے ہیں، پھول خوشہ کی شکل میں پائے جاتے ہیں جو بعد میں پھل میں تبدیل ہوتے ہیں، پھل خوشہ کی شکل میں بیل پر لٹکے ہوئے ہوتے ہیں، جن میں دو تا چار بیج پائے جاتے ہیں، لیکن آج کل بغیر بیجوں والے انگور کے قسموں کی کاشت کامیابی سے وسیع پیمانے پر کی جارہی ہے ان قسموں میں سب سے زیادہ پاپولر قسم Thomson Seedless ہے۔

انگور کی دستیابی: انگور کی کاشت عام طور پر آبی ذخیروں کے اطراف میں کی جاتی ہے۔ مرہٹواڑہ کے اورنگ آباد ضلع میں پیٹھن تعلقہ کے اطراف میں اسی طرح کنٹر، گنگا پور کے اطراف میں بھی انگور کی کاشت کی جاتی ہے۔ بازار میں ہمہ اقسام کے انگور وافر مقدار میں ملتے ہیں اس کے علاوہ اس سے بنائی گئی کشمش اور منقیٰ بھی کثیر مقدار میں دستیاب ہوتے ہیں۔

انگور کے خواص: انگور کا تجزیہ کیمیائی طور سے کرنے پر یہ معلوم ہوا کہ انگور میں گلوکوز اور فرکٹوز وافر مقدار میں پائے جاتے ہیں، اس کے علاوہ اس میں مختلف ترشے جیسے Tarlaric Acid, Malic Acid وافر مقدار میں پائے جاتے ہیں اس کے علاوہ سوڈیم، پوٹاشیم، کیلشیم اور دیگر کیمیات قابل قدر مقدار میں موجود ہوتے ہیں۔

انگور کے طبّی استعمال: انگور کا عرق درد شقیقہ اور دیگر امراض کے لئے بہت مفید ہے۔ انگور کے رس کا روزانہ دن میں تین مرتبہ استعمال کرنے سے مرگی کا مرض رفع ہوجاتا ہے، اس کے رس کا استعمال آنکھوں کی مختلف بیماریوں کے لئے کیا جاتا ہے، جس میں انگور کے ایک یا دو قطرے آنکھوں پر ٹپکائے جاتے ہیں، میٹھے انگور کا رس نکال کر اس کو بطور نسوار ناک میں کھینچوانے سے نکسیر فوری بند ہوجاتی ہے۔ اگر کان سے پیپ آتا ہو تو ترش انگور کے رس کو آگ پر پکا کر اس رس کے قطرے دوگنے تگنے شہد میں حل کر کے کان میں ڈالنے سے پیپ آنا بند ہوجاتا ہے۔ قبض ایک عالمگیر بیماری ہے اس کے علاج کے لئے انگور بہت فائدہ مند ہے جو قبض کشاء ثابت ہوا ہے، مسلسل انگور کے استعمال کرنے سے قبض دور ہوجاتا ہے، اگر انگور دستیاب نہ ہو تو متواتر پندرہ روز کشمش شیریں کا استعمال کرنے سے قبض دور ہوجاتا ہے۔ منقیٰ یا کشمش

کا استعمال کرنے سے تھکاوٹ دور ہوجاتی ہے، کشمش پیاس کو بجھاتا ہے، چہرہ کی رنگت کو نکھارتا ہے۔

کشمش اور منقیٰ کو طبّی طور سے مختلف بیماریوں میں استعمال کیا جاتا ہے، بہترین کشمش لے کر اسے گھی کوار کے ساتھ کھرل میں پیس کر پانی ملا کر اگر سر پر لگائیں تو سر کے امراض دور ہوجاتے ہیں اور نئے بال اُگ آتے ہیں۔ شربتِ انگور دل اور معدہ کو طاقت دیتا ہے، قئے اور متلی کو روکتا ہے، ہاضمہ کو درست کرتا ہے، گھبراہٹ اور آوارگی کو دور کرتا ہے، یہ دل کو تقویت بخشتا ہے، دستوں کو روکتا ہے، قوت باہ کا کام کرتا ہے، اس کے علاوہ انگور کے موسم میں بلا ناغہ ہر روز صبح و شام ایک ایک پاؤ انگور کے استعمال کرنے سے گردہ اور مسانے کی تمام بیماریاں دور ہوجاتی ہے۔ اگر جسمانی طور پر کوئی شخص کمزور ہے تو انگوروں کے موسم میں حسب توفیق انگور کھانے اور اس کے بعد رات کو سونے سے پہلے دو چمچے شہد پینے سے کمزوری دور ہوتی ہے، خون بکثرت پیدا ہوتا ہے اور جگر کی بھی تمام بیماریاں دور ہوجاتی ہے۔ انگور بہت جلد ہضم ہونے والا پھل ہے، خون کو صاف کرتا ہے، جسم کو تقویت عطا کرتا ہے، اگر تازہ انگور نہ مل سکے تو کشمش اور منقیٰ کا استعمال بھی فائدہ مند ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ منقیٰ بہترین کھانا ہے، یہ تھکن کو دور کرتا ہے، غصہ کو ٹھنڈا کرتا ہے، اعصاب کو مضبوط کرتا ہے، چہرہ کو خوبصورت کرتا ہے، بلغم نکالتا ہے اور چہرے کی رنگت کو نکھارتا ہے۔ (راوی حضرت علیؓ، ابو نعیمؒ)

☆☆☆

گوشۂ منتخب شعرائے مرہٹواڑہ (۱)

مختصر تعارف

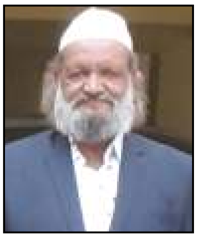

نام : سیدعبدالواحد
تخلص : جاذبؔ
موبائل : 8180832274
ولدیت : سید مسعود علی
پیدائش : ۲۵؍ستمبر ۱۹۶۲ء
بمقام : پربھنی
پرائمری تعلیم : ضلع پریشد بارہ دری پرائمری اسکول (اول تا چہارم) ہائی اسکول کی تعلیم : ملٹی پرپز ہائی اسکول (پنجم تا دہم)، ڈپلومہ اِن ٹیکسٹائل ڈیزائننگ، ویوینگ اینڈ کرافٹ اسپشلسٹ
پیشہ : آرٹسٹ۔ وال ہنگنگ کارپیٹ، مہاراشٹر اسٹیٹ پارٹسپیٹ فٹ بال، آل انڈیا ٹورنمنٹ، شٹل بیڈمنٹن مہاراشٹر اسٹیٹ پلیئر
مشغلہ : شاعری (متعدد کل ہند ریاستی وقومی مقامی مشاعروں میں بحیثیت شاعر شرکت کی)
تصنیف: ''لہو کا جھاگ'' شعری مجموعہ (زیر ترتیب)

منتخب کلام (غزلیں)

وہی دشت ہے وہی صحرا ہے وہی عاشقی کا خمار ہے
تو چمن ہے میری یاد کا میری زندگی کی بہار ہے
جو سنبھل گیا یہی جان کر میری آخرت میں پکار ہے
اسے دینِ حق بھی عطا ہوا وہی پل صراط کے پار ہے
سبھی کاٹتے ہیں یہ زندگی یہاں جس کا جیسا معیار ہے
کوئی حوصلوں سے جئے یہاں کوئی خودکشی کا شکار ہے
یوں ہی خوب تر یہ ہوا نہیں یوں ہی خوب رو یہ ہوا نہیں
یہ جو آئینہ ہے سجا ہوا میرا عکس اس میں شمار ہے
کسی آبلہ نما پاؤں سے یہ کھنک کے بولی ہیں پائلیں
جسے رقص تو نے سمجھ لیا یہ ضرورتوں کی پکار ہے

★

کون ہمدرد ہے زمانے میں
وقت لگتا ہے راز پانے میں
دولتِ ظرف یوں نہیں آتی
صبر کرنا پڑا کمانے میں
کوئی سمجھا نہ غمزدہ ہے وہ
عمر گذری تھی مسکرانے میں
درد ہی درد ہے نہاں اس میں
کوئی شوخی نہیں ترانے میں
لاکھ جاذبؔ کو بھولنا چاہا
ذکر آیا مگر فسانے میں

★

موت اور زندگی بتا کیا ہے
میں فنا ہوں تو پھر بقا کیا ہے
ساری دنیا ہے سامنے لیکن
تو نہیں ہے تو پھر مزہ کیا ہے
لب ہے خاموش گفتگو پیہم
دل سے دل کا یہ رابطہ کیا ہے
علم اتنا ضرور تم رکھنا
شعر لکھنے کا ضابطہ کیا ہے
اپنا نائب بنا کے بھیجا ہے
سوچ انساں کا مرتبہ کیا ہے
کس کی باتوں میں آگئے جاذبؔ
کیوں نہ سمجھا کہ مدعا کیا ہے

★

اس ناریل کے پیڑ کی پرچھائی ڈھونڈ لی
جھوٹوں سے بات کر کے سچائی ڈھونڈ لی
حسن نظر کی بات بھی کیا بات ہے جناب
عیبوں پہ پردہ ڈال کے اچھائی ڈھونڈ لی
جو لے سکے نہ ناپ بھی اپنے وجود کا
کہتے ہیں سمندر کی گہرائی ڈھونڈ لی
کرتا ہوں شکریہ بھی حکومت کا میں ادا
بھارت رتن کے واسطے شہنائی ڈھونڈ لی

★

جو بھی ہمارا حق ہے یہیں لیں گے شان سے
''مر کے بھی ہم نہ جائیں گے ہندوستان سے''
گھائل ہو جس سے کوئی بھی معصوم زندگی
چھوڑا نہ ہم نے تیر کبھی وہ کمان سے
گر میں زمیں پہ سنگِ چلوں بیر کچھ نہیں
ظالم کو بیر ہے میری اونچی اڑان سے
آزادیٔ وطن کے لئے جس نے خوں دیا
ملتا ہے اپنا شجرہ اسی خاندان سے
جاذبؔ کو فکر ہے یہی حالات دیکھ کر
محروم نسلِ نو نہ ہو اردو زبان سے

★

رب کا اک کرشمہ ہے کائنات کی چادر
جو نبیؐ کو دینی تھی معجزات کی چادر
تنہا میں نہیں طالب اس جہاں میں دولت کا
سب نے اوڑھ رکھی ہے خواہشات کی چادر
سب کی ایک خواہش ہو اپنے نام کی منزل
تار تار ہے اپنی معاشیات کی چادر
دیکھ کر زمانے میں تلخیاں محبت کی
اس نے پھونک ڈالی ہے التفات کی چادر
گفتگو میں لازم ہے اجتناب اے جاذبؔ
آپ نے اتاری کیوں احتیاط کی چادر

☆☆☆

مختصر تعارف

نام : سیّد کلیم ہاشمی
تخلص : کسک
وطن : پربھنی (مہاراشٹرا)
تعلیم : بی اے
شعری مجموعہ : ''کسک'' ۲۰۱۰ء میں شائع ہوا۔
شوق : شاعری، گلوکاری، اداکاری
موبائل : 9890959642 / 8329017002

☆

منتخب کلام (غزلیں)

کسی نگاہِ ناز کا جو زاویہ بدل گیا
خفا ردیف ہوگئی اور قافیہ بدل گیا

بُجھی بُجھی نظر نے تیری اک جھلک جو دیکھ لی
تو بحرِ نور میں نظر کا دائرہ بدل گیا

مُجھے جو اپنے ہاتھ سے کھلا رہی تھی ماں مری
کئی دِنوں کی روٹیوں کا ذائقہ بدل گیا

تھکے تھکے قدم کا جب بھی حوصلہ جواں ہُوا
قدم قدم پہ منزلوں کا راستہ بدل گیا

کرم کی اِک نظر کسک پہ آپ کی جو ہوگئی
سرِورق کی سُرخیوں میں حاشیہ بدل گیا

★

زخم کے خیموں سے دِل کا بھر گیا میدان یہ
ہوگئی ہے درد کی بستی بڑی گُنجان یہ

روح مہکی ذہن کِھل اٹھّا ہُوئے روشن نین
چند پل نینوں میں تیرا خواب تھا مہمان یہ

شادماں پل پل مُجھے کرتی رہی اِس کی خوشی
اور مرے برسوں کے غم سہتا رہا انجان یہ

دلدلوں میں لذّتوں کی جسم کے دھنستا گیا
روح کی آسودگی سے بے خبر نادان یہ

مُفلسی، فاقہ کشی میں بھی رہے ثابت قدم
دِل کی دھڑکن بن کے جب دل میں بسا ایمان یہ

مت بنا ساحل پہ سچ کی جھوٹ کا تُو اک محل
کب نہ جانے لے بہے سچ کا اِسے طوفان یہ

دِل پہ اُن کے وار سہہ کر بھی کسک دینا دُعا
جیسے خوشبو دے رہا ہے جل کے بھی لوبان یہ

★

ہم کو پھر رسوا کِیا اچھا لگا
وقت پر دھوکہ دِیا اچھا لگا

غیر چُپ تھے غیر تھے کیا بولتے
تُو بھی چُپ سُنتا رہا اچھا لگا

جاؤ تُم سے ہم نہیں کُچھ بولتے
روٹھ کر تم نے کہا اچھا لگا

تھے ٹویٹر پر ہزاروں فالور
تُو نے بھی فالو کِیا اچھا لگا

جیت کر دُنیا سے اِتنا خوش نہ تھا
تُجھ سے ہارا تو بڑا اچھا لگا

شام بارِش میں وہ اپنے بام پر
مُسکراتا بھیگتا اچھا لگا

میرے غم پہ میں ہی کب رویا کسک
تُو بھی مُجھ پہ رو پڑا اچھا لگا

★

میں ترے غم کا مداوا بھی نہیں کرسکتا
بھولنے کا تجھے وعدہ بھی نہیں کرسکتا

ایک بھیگی ہوئی لکڑی کے مماثل ہوں میں
جل کے محفل میں اجالا بھی نہیں کرسکتا

گر کے میں تیرے برابر تو رہا آنے سے
ظرف کو اپنے تو اعلیٰ بھی نہیں کرسکتا

درد اتنا کہ جسے سہہ نہیں سکتا لیکن
دل کے زخموں کا تماشہ بھی نہیں کرسکتا

بسنے دے گا نہیں الفت کی وہ میرے بستی
ملتوی میں یہ ارادہ بھی نہیں کرسکتا

جو کسک ہو نہیں سکتا کبھی میرا اُس کو
غیر کا ہوتے گوارا بھی نہیں کرسکتا

★

شعر نغمہ اور غزل کے حاشیوں کے درمیاں
ہے جہاں میرا قلم اور کاغذوں کے درمیاں

عیب کب خود کے دکھے ہیں پتھروں کے درمیاں
گر ہے ہمت آئے گا وہ آئینوں کے درمیاں

وقت کے پر کاٹ دوں لمحوں کو پڑھ کر تھام لوں
وہ جو بیتے تیری میری چاہتوں کے درمیاں

چھو کے جو گزرا تھا دامن خواب میں اک بار وہ
میں تو تب سے جی رہا ہوں خوشبوؤں کے درمیاں

تن گئی دوری کے راتوں کی جو ہم پر چادریں
شب گزاری یاد کے پھر جگنوؤں کے درمیاں

چھن سے ہر پل ٹوٹتا ہے دل کا یہ شیشہ مرے
جب سے میں آیا حسیں ان پتھروں کے درمیاں

ٹوٹنا خوابوں کا جلنا دل کا لٹنا پیار کا
ہم کسک زندہ ہیں سارے حادثوں کے درمیاں

☆☆☆

☆☆☆☆

ISSN 2320-6519

مختصر تعارف

نام : انصاری جاوید احمد
تخلص : جاوؔید
موبائل : 9558610925
معلم : ضلع پریشد اسکول، ہنگولی
تعلیمی لیاقت : ڈی ایڈ، ایم اے (اردو، تاریخ)
مشغلے : مختلف مقامات پر آل انڈیا و علاقائی مشاعرے پڑھنا اور سماجی کام کرنا۔
شعری مجموعے: (۱) بکھرے موتی (۲) اشکِ گل
ایوارڈز : (۱) شاستری گورو نیشنل ایوارڈ (دہلی)
(۲) ڈاکٹر مظہر محی الدین فخرِ مراٹھواڑہ ایوارڈ
(۳) مہاراشٹر بھوشن ایوارڈ (۴) مراٹھواڑہ رتن
(۵) راشٹریہ رتن گورو ایوارڈ کے علاوہ دیگر متعدد ایوارڈز

☆

منتخب کلام (غزلیں)

نئی زمین نیا آسماں تلاش کرو
تم اپنے واسطے کوئی جہاں تلاش کرو

بکھرتے ٹوٹتے تاروں کے غم سے کیا حاصل
جو ہوسکے تو نئی کہکشاں تلاش کرو

ہماری عمر تو رستوں میں کٹ گئی ساری
تم اپنے واسطے کوئی مکاں تلاش کرو

چلا کے تیر نہ جاوؔید چہرے جو سینہ
زباں کے واسطے ایسی کماں تلاش کرو

★

لمحے شبِ فراق کے ایسے ٹھہر گئے
زخمی پرندے شاخ پہ جیسے اُتر گئے

دیکھا پلٹ کے آپ نے دانستہ جو مجھے
محفل میں کچھ عدو کے تو چہرے اُتر گئے

ہم نے تری نظر کو نظر سے چرا لیا
پھر یوں ہوا کہ تیری نظر سے اُتر گئے

بہکی ہوئی نگاہ نے آوارہ کردیا
لے کر خیالِ یار کو ہم دربدر گئے

کیا پوچھتے ہو جلوۂ جاناں کا ماجرا
لے کر جمالِ یار کو شمس و قمر گئے

★

جب بھی خوشبو ترے آنے کا پتہ دیتی ہے
زندگی درد کا احساس بھلا دیتی ہے

تہہ میں دریا کی جو اُترا تو یہ معلوم ہوا
آگ کیوں پانی میں مچھلی یہ لگا دیتی ہے

سرپھری جب بھی ہوا کرتی شرارت یارو
زندگی تب ہی نیا دیپ جلا دیتی ہے

زندگی آ تجھے سینے سے لگا لوں پل بھر
لوگ یہ کہتے ہیں کہ تو بھی دغا دیتی ہے

دیکھ لیتے ہیں شراب آج ہی پی کر جاوؔید
لوگ کہتے ہیں کہ یہ غم کو بھلا دیتی ہے

★

پھر برگزیدہ رات کے منظر بدل گئے
ٹوٹی جو نیند خواب کے تیور بدل گئے

اک بار ماں نے میری جبیں چوم لی تھی بس
پھر اُس کے بعد میرے مقدر بدل گئے

ڈالی جو اک نگاہ رخِ آفتاب نے
پھر صبح کائنات کے منظر بدل گئے

اُن سے وفا کا ہائے صلہ کچھ نہ پوچھئے
کچھ دیر ساتھ چل کے جو اکثر بدل گئے

جب بھی ملے گلے سے لگا کر تو یوں کہا
جاوؔید تیری یاد کے محور بدل گئے

★

جب سے ہمارے گھر کے وہ مہمان ہوگئے
شاخوں کے پھول زینتِ گلدان ہوگئے

کرنے لگا ہوں جب سے نمازوں کا اہتمام
روشن مرے ضمیر کے امکان ہوگئے

دائیں رکھا کبھی، کبھی بائیں رکھا ہمیں
محفل میں جیسے آپ کے سامان ہوگئے

مہندی رچائی ہاتھ کو اشکوں سے دھو دیا
اکمل کہاں غریب کے ارمان ہوگئے

مدت کے بعد ابرِ کرم جو برس گیا
پورے مرے نصیب کے ارمان ہوگئے

اپنی محبتوں کا کہاں تذکرہ کریں
جاوؔید سوچ کر ہی پشیمان ہوگئے

★

کس نے کہا دل یہ تجھے بھول گیا ہے
جو تو نے دیا زخم ابھی تک وہ ہرا ہے

ہاتھوں کی لکیروں سے بنے گی نہ کوئی بات
وہ تم کو ملے گا جو مقدر میں لکھا ہے

دشمن بھی جو چاہے تو کرے بال نہ بیکا
سر پر جو بزرگوں کا مرے دستِ دعا ہے

آنگن میں مرے چارسو جو پھول کھلے ہیں
دو چاہنے والوں کی محبت کا صلہ ہے

لہراتی ہے اٹھلاتی ہے بل کھاتی ہے جانم
ہے زلف تری یا کوئی ساون کی گھٹا ہے

اے جانِ تمنا تجھے معلوم ہے شاید
''اوراقِ دل و جان پہ تیرا نام لکھا ہے''

☆☆☆

مختصر تعارف

نام : ڈاکٹر فہیم احمد صدیقی

تخلص : فہیم

والد : مولانا محمد عمر اطہر صدیقی جالنوی

تاریخ پیدائش : ۵/فروری ۱۹۴۸ء

تعلیم : ایم اے، بی ایڈ، پی ایچ ڈی

مطبوعہ کتابیں : (۱) گل باغ وفا (۲) وارفتہ (غزلوں کا مجموعہ) (۳) سرابوں کا سفر (۴) خودنوشت منظوم سوانح (مثنوی) (۵) کڑی دھوپ کا سفر (مجموعۂ کلام دیوناگری رسم الخط میں)

وفات : ۲۱/اپریل ۲۰۲۱ء بمقام : ناندیڑ

☆

منتخب کلام (مثنوی۔ خودنوشت سوانحی عمری سے ماخوذ)

فون یوسف خان صابر نے کیا
یہ کیا ''عکسِ ادب'' نے فیصلہ
مالیگاؤں علم کا مرکز قدیم
منعقد ہوگا یہاں جشنِ فہیم
ڈاکٹر یوسف نے یہ مجھ سے کہا
وقت ہے مطلوب ہم کو آپ کا
آپ مالیگاؤں کو آجایئے
ساتھ اپنے دوستوں کو لایئے
راہی صاحب اور تقی صاحب کے ساتھ
پہنچا مالیگاؤں کو میں ایک رات
ساتھ کچھ بچے بھی میرے آگئے
دوست کچھ گہرے بھی میرے آگئے
ہم سبھی جب گیسٹ ہاؤس کو گئے
اُس جگہ مہماں کئی موجود تھے
حضرتِ نیر ، بصیر افضل ، غنی
یوسفِ دیوان عرفاں جعفری
دیکھ کر سب کو ہوئی بے حد خوشی
منتظر میرے تھے یہ شعراء سبھی
ہوچکا تھا کافی اچھا انتظام
ٹیم اک طلبا کی تھی مصروفِ کام
وقت پر آغاز فنکشن کا ہوا
دیکھ کر اس کو تھے سب حیرت زدہ
افتتاح ہارون بی اے نے کیا
بعد اس کے اک بڑا جلسہ ہوا
حضرت نیر ، بصیر افضل ، ضیا
راہی ، ارشد اور مقصود و رضا
اک عجب عالم تھا اُس اسٹیج کا
ہر کوئی اسٹیج پر موجود تھا
آئی تھیں مخلص عقیلہ غوث بھی
جو کہ ایک مدت سے ہیں محسن میری
جاوڑے میڈم بھی آئی تھیں وہاں
شہ نشیں پہ تھے تقی ، راہی وہاں
ممبئی کے ہیں کرم فرما ضیاء
شہ نشیں پہ اُن کی تھی ہستی جدا
کی عقیلہ غوث نے تقریر جب
اُن کو سن کر ہوگئے حیران سب
جاوڑے میڈم نے اک پیپر پڑھا
اُن کی ایک ایک بات نے چونکا دیا
ڈاکٹر یوسف جو تھے کنوینر
تبصرے کرتے رہے وہ مختصر
آئے جب تقریر کرنے کو تقی
اُن کو سن کر ہوگئے ششدر سبھی
اور ضیا صاحب نے جو تقریر کی
میرے فکر و فن پر ڈالی روشنی
سامعیں کی اک بڑی تعداد تھی
دیدنی دلچسپی افراد تھی
حضرتِ ہارون بی اے جب اُٹھے
اُن کے استقبال کو پھر سب اُٹھے
آپ نے میری بہت تعریف کی
مجھ کو حاصل ہوگئی بے حد خوشی
ناشتہ اور چائے کا وقفہ ہوا
دوسرے اجلاس کا اعلاں کیا
دوسرا سیشن تھا اسکالرس کا
حسب اعلاں پھر شروع وہ ہوگیا
شہ نشیں پر صدر پہلے آگئے
اور پھر مہمان پیچھے آگئے
پہلے ہر مہمان نے تقریر کی
سب نے ڈالی میرے فن پہ روشنی
آئے تھے جو شہر کے اہل ادب
ہوگئے شامل وہ تقریروں میں سب
صدر نے آخر میں پھر تقریر کی
جس کو سن کر خوش ہوا واں ہر کوئی
اُن کرم فرماؤں کا پھر شکریہ
آخری میں ، کردیا میں نے ادا
دوسرے دن منعقد تھا سمینار
اُس کے سب شرکاء تھے کافی باوقار
ساتھ لائی تھیں مسرت لڑکیاں
ساتھ لائی تھیں وہ اپنے پرچیاں
لڑکیاں وہ اچھی اسکالرس تھیں
کامراں وہ پرچے پڑھنے میں رہیں
آئے تھے جو بھی وہاں پر لکچرار
اُن کی تقریریں تھیں کافی باوقار
ڈاکٹر صابر کا حسنِ انتظام
دیکھ کر حیران تھے شرکاء تمام

(صفحہ ۲۳۶ سے ۲۴۱ تک)

☆☆☆

ISSN 2320-6519

مختصر تعارف

پورا نام : محمد ارشد صدیقی
تخلص : ارشد
موبائل : 8999434891
والد : محمد غازی الدین صدیقی
والدہ : زیب النساء بیگم
اہلیہ : سیدہ جمیلہ خطیب
دختران : افشاں فاطمہ صدیقی، ڈاکٹر رخشاں مہ رخ صدیقی
پیدائش : ۶/جولائی ۱۹۵۹ء
جائے پیدائش : بیڑ
ابتدائی تعلیم : ملیہ تحتانیہ/فوقانیہ اسکول، بیڑ
اعلیٰ تعلیم : بل بھیم آرٹس، سائنس اینڈ کامرس کالج
بیڑ۔گورنمنٹ کالج آف ایجوکیشن، نیک نور، بیڑ
پیشہ : درس وتدریس
ادارہ : نیشنل اردو ہائی اسکول، بیڑ
سبکدوشی : جولائی ۲۰۱۷ء
ذوق : شعر وادب، کالم نویسی مضامین، تبصرے لکھنا، کتب بینی وغیرہ۔
مطبوعہ کتب: ۱۔گردشِ دوراں (افسانچے)
۲۔بے چہرگی (افسانچے)
۳۔آتش کدہ (افسانچے)
۴۔لہولہو آسمان (شعری مجموعہ)
۵۔سمجھ دار طوطا (بچوں کی کہانی)
۶۔کوشش (بچوں کی کہانی)
۷۔گاروا (مراٹھی شعری مجموعہ)
پتہ: گھر نمبر 1.10.749، زم زم کالونی، بارشی روڈ، بیڑ 431122 (مہاراشٹر)

☆

منتخب کلام (غزلیں)

اپنی روش بدلنا بھی اچھا لگا مجھے
نقش قدم پہ چلنا بھی اچھا لگا مجھے

سنگ دل کو موم کرنے کی بس آرزو رہی
اے دل تیرا مچلنا بھی اچھا لگا مجھے

کچھ تو اندھیرا کم کروں دوں سب کو روشنی
مثل چراغ جلنا بھی اچھا لگا مجھے

منزل پہ پہنچ جانے کی امید بڑھ گئی
گر کر مرا سنبھلنا بھی اچھا لگا مجھے

ارشدؔ مجھے وفا میں بھٹکنے کا شوق تھا
رہبر کے ساتھ چلنا بھی اچھا لگا مجھے

★

اپنا چہرہ بدل لیا ہے
گھر کا شیشہ بدل لیا ہے

وہ تو رکھتا ہے ہاتھ میں پتھر
میں نے شیشہ بدل لیا ہے

ان کی چالیں ہوئی ناکام
ہم نے مہرہ بدل لیا ہے

وہ نگہبان رہا ہے دن کا
اس نے پہرہ بدل لیا ہے

ساتھ ہم کس کے چلیں گے ارشدؔ
سب نے رستہ بدل لیا ہے

★

جادو کوئی چل جائے
بجھ کر شمع جل جائے

ہم بھی سوچتے رہتے ہیں
آفت یونہی ٹل جائے

دیکھا ہے یہ جل کر بھی
رسّی کا نہ بل جائے

جب تیرا رستہ دیکھوں
صدیوں جیسے پل جائے

اب یہ دردِ جگر ارشدؔ
اشکوں ہی میں ڈھل جائے

★

نظروں سے کچھ بتا کر
دیکھیں انھیں منا کر

وہ شاد ہو رہے ہیں
در پر مجھے بلا کر

روشن کیا ہے اس نے
چاہت کو دل کا جلا کر

کرنے لگا وہ نفرت
الفت مری بھلا کر

اس پر عیاں ہے ارشدؔ
رکھا تھا جو چھپا کر

★

مجھ کو تیری چاہ
حسن کی جلوہ گاہ

ایک سرابِ دل
ایک فریب نگاہ

تیرا بھلا سوچا
مجھ سے ہوا گناہ

کیسے ارشدؔ تھے
یہ غم بے پناہ

☆☆☆

ISSN 2320-6519

مختصر تعارف

نام : ڈاکٹر صدیقی مدحت سلطانہ

تخلص : سلطاؔنہ

مہاراشٹر کے ضلع بیڑ میں پیدا ہوئیں۔ ابتدائی تعلیم بیڑ کے مدرسہ ملیہ میں ہوئی۔ ایم ایس سی کرنے کے بعد مولانا آزاد یونیورسٹی سے ایم اے (اردو) کیا۔ پھر پی ایچ ڈی کی۔ خواتین کے مسائل پر اکثر رسائل میں مضامین لکھتی ہیں۔ ادبی رسائل تعمیر، عکس ادب، حجاب وغیرہ میں مضامین شائع ہوتے رہتے ہیں۔ درس و تدریس کے پیشے سے منسلک ہیں۔ بہتر تعلیمی خدمات انجام دینے کے عوض ضلع سطح پر مثالی معلّمہ اور اردو اکیڈمی (مہاراشٹر) کے ریاستی ایوارڈ سے نوازا گیا۔ شاعری میں نثری نظموں کی طرف زیادہ رجحان رہا ہے۔

منتخب کلام

غزل

اُگا نہ کوئی شجر نوبہار برسوں سے
وقت کرتا رہا ہے انتظار برسوں سے
نہ کم ہوئی کبھی بھی گلستاں کی ویرانی
لاکھ کرتا رہا ہے لالہ کار برسوں سے
غمِ حیات کی تصویر بن گئی آخر
سجا رہی تھی میں اک شاہکار برسوں سے
میں کہاں اور کہاں ہے یہ سخن سلطاؔنہ
مگر ہے جاری یہی کاروبار برسوں سے

(نثری نظم)

میں عورت ہوں

جمہوریت کی خاطر ۱۵ سال کی نظر قید قبول کرنے والی
میانمار کی آنگ سان سوئی یہ میں ہی ہوں
اور جمہوری ملک میں آزادی پا کر بھی شوہر کے کہنے پر
ووٹ ڈالنے والی عورت یہ میں ہی ہوں
ملک کے بڑے عہدے پہ فائز صدر ہند پرتبھا پاٹل
اور لوک سبھا کی سبھاپتی ''میرا کمار'' یہ میں ہی ہوں
ہندوستان کی پہلی آئے پی ایس آفیسر کرن بیدی
قیدیوں کو سدھارنے والی یہ میں ہی ہوں
جہیز کے لئے کبھی جلا کر کبھی پھانسی لگا کر ماری جانے والی
مظلوم عورت یہ میں ہی ہوں
ملازمت میں ۳۳ فیصد سے ۵۰ فیصد جگہ مانگنے والی
اور یکساں تنخواہ کے لئے محنت کرنے والی یہ میں ہی ہوں
شوہر کو نیم خدا مان کر جسمانی ، ذہنی ، معاشی
غلامی قبول کرنے والی یہ میں ہی ہوں
بچت گروپوں کے بانی محمد یونس سے متاثر ہو کر
بچت گروپوں سے معیشت سدھارنے والی یہ میں ہی ہوں
شرابی شوہر کی مار کھانے والی میں ہی ہوں
آئی ٹی کمپنیوں میں سخت محنت کرنے والی
مردوں کے برابر کمائی پانے والی یہ میں ہی ہوں
اتوار کے دن ہفتہ بھر کے کام کرنے والی یہ میں ہی ہوں
ناکردہ گناہوں کی سزا بھگتنے والی شان باگ
چالیس سال تک 'کوما' میں رہنے والی یہ میں ہی ہوں
خلائی تحقیق کے لئے خلاء میں جا کر واپس نہ آنے والی
کلپنا چاولہ یہ بھی تو میں ہی ہوں

★

(آزاد نظم)

(ایلان کردی کی موت سے متاثر ہو کر)

حوادث کے تھپیڑوں نے لگا دیا ہے تجھ کو ساحل پر
حوادث سے نپٹنے کی جس میں ہمت تھی
عراق ، مصر ، شام ، سیریا کی سرحدوں پر
لگے ہیں بھاگنے میں جسے رہنے کی جن میں ہمت تھی
ایلان کردی جھنجھوڑ دیا ہے تیری موت نے جہاں کو
ورنہ انسانیت سو گئی تھی دور ملکوں کے نشانوں پر
یورپی ممالک نے یہ کہہ کر کھول دی ہے سرحدیں
تمہارا کعبہ قریب ہوتا ہماری سرحد پر
گذر ہی جائے گی آزمائش کی گھڑیاں سلطاؔنہ
اگر ہم ترجیح دیں رفاقت کو رقابت پر

★

(پابند نظم)

ماں

تمام رشتوں میں موجود ہے ملاوٹ
کاغذی پھولوں کی ہے جیسے سجاوٹ
برسوں سے دیکھا ہے میں نے ماں کو
نہ کبھی پائی اُن کے چہرے پر تھکاوٹ
بس ایک 'نور' پایا ہے اُن کے پاس
نہ کبھی پائی ممتا میں ، میں نے ملاوٹ
تمام جذبوں سے پاک جذبہ ہے یہ
سلطاؔنہ اُن کی باتوں میں ہے بس لگاوٹ

★

(آزاد نظم)

تبسم

ایک معصوم سا تبسم
زندگی کی علامت
خاردار جنگلوں میں
ننھا سا شبنم کا قطرہ
سکون کی علامت
جو کلیوں کو زندگی دے
پتوں کو تازگی دے
سمیٹتے چلو، بکھیرتے چلو
شبنم اور تبسم
دونوں ساتھ ساتھ
وقت کی ضرورت
وقت کا مرہم

☆☆☆

مختصر تعارف

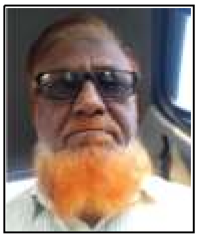

نام : خواجہ تمیز احمد
قلمی نام : تمیز پرواز
تخلص : پرواز
تاریخ پیدائش : ۹؍مارچ ۱۹۵۴ء
سکونت : ناندیڑ

کتب بینی کا شوق بچپن سے رہا۔ کالج میں تعلیم کے دوران ایک غزل ڈرتے شرماتے ایک روزنامے کو پوسٹ کردی۔ یقین وگمان کے درمیان غزل شائع ہوگئی۔ کالج کی تعلیم مکمل کرنے کے بعد محکمۂ آبپاشی میں بحیثیت جونیر انجینئر تقرر عمل میں آیا۔ جنوبی ہند کی اردو بولی جانے والی ریاستوں کے علاوہ شمالی ہند کے کچھ شہروں میں منعقد ہونے والے مشاعروں میں مدعو رہے۔ ۲۰۰۳ء میں ایک مجموعہ کلام (طنزیہ و مزاحیہ) ''بگھارے بیگن'' کے نام سے شائع ہوا جس کو مہاراشٹرا اسٹیٹ اردو ساہتیہ اکیڈیمی کی جانب سے انعام سے نوازا گیا۔ ۲۰۲۳ء میں سہ ماہی رسالہ ریختہ نامہ اور انجمن ترقی اردو تلنگانہ و آندھرا پردیش کی جانب سے علامہ اقبال شاعری ایوارڈ سے نوازا گیا۔ اخبارات کے ادبی صفحات، رسائل و جرائد میں کلام برسوں سے شائع ہورہا ہے۔ ریڈیو اور ٹی وی پر مشاعرے پڑھے۔ آن لائن انٹرنیشنل مشاعروں میں بھی شرکت ہوتی رہتی ہے۔ ۲۰۱۲ء میں سیکشنل انجینئر کے عہدے سے وظیفہ حسنِ خدمت پر سبکدوش ہوئے۔

☆

منتخب کلام

غزل

حالات کے جھگڑ سے پریشاں نہیں ہوتا
رب پر جو بھروسہ کرے حیراں نہیں ہوتا
لگتا ہے کہ برکت میں کمی آنے لگی ہے
جس دن مرے گھر پر کوئی مہماں نہیں ہوتا
دہراتا ہی رہتا ہے خطاؤں کو مسلسل
خود اپنے کئے پر جو پشیماں نہیں ہوتا
بے لوث ہو رشتہ تو رہے گا سدا قائم
مطلب کی محبت کا تو پرساں نہیں ہوتا
لمبا ہے سفر زیست کا دشوار ہیں راہیں
کانٹوں سے گزرنا کبھی آساں نہیں ہوتا
سنت پہ عمل کر کے جو رب کو رکھے راضی
وہ حشر کے دن بے سروساں نہیں ہوتا
پرواز سدا اپنی ہی خوشیوں میں مگن ہو
جو اوروں کے دکھ سمجھے نہ انساں نہیں ہوتا

★

غزل

اک زمانے سے خوابوں میں آتا نہیں
دیکھتا ہے مگر مسکراتا نہیں
اٹھ گئی اس کے دل سے محبت مری
روٹھتا ہوں تو ہرگز مناتا نہیں
اس کی دلچسپی مجھ میں نہ باقی رہی
اب تغافل پہ کیوں تلملاتا نہیں
مانگ لوں گا خدا سے مری حاجتیں
تم تو انسان ہو کوئی داتا نہیں
چاند دھندلا سا لگتا ہے کیوں ان دنوں
پہلے جیسا ابھی جگمگاتا نہیں
فاصلے اس قدر بڑھ گئے درمیاں
نیند راتوں کی اب وہ چراتا نہیں
منتظر ہوں میں پرواز بیتاب ہوں
کوئی آواز دے کر بلاتا نہیں

★

مزاحیہ غزل

خود کو کھجلی ہوئی اوروں کو کھجانے نکلے
ایک کوے سے بھی بڑھ کر یہ سیانے نکلے
کتنی پابندیاں ان پر لگیں گھر والوں کی
ہم سے ملنے کو وہ کر کر کے بہانے نکلے
شیروانی میں نظر آئے چچا جانے کیوں
ایسا لگتا ہے کہ اشعار سنانے نکلے
فیس بک پر بنے وہ دوست محبت بھی ہوئی
جب کھلا راز تو محبوب پرانے نکلے
ویسے ناکام ہیں پرواز یہ عاشق کل کے
عشق کا ہم کو سبق آج پڑھانے نکلے

★

نظم
(کل ترے شہر سے جانا ہے مجھے)

مدعا دل کا بیاں کر دینا
دل کی ہر بات عیاں کر دینا
اپنی آنکھوں کو زباں کر دینا
لوٹ کر پھر نہیں آنا ہے مجھے
کل ترے شہر سے جانا ہے مجھے
تیری یادوں کے چمکتے تارے
بیتے لمحات وہ پیارے پیارے
پھر سے ملنے کے یہ وعدے سارے
اپنی پلکوں پہ سجانا ہے مجھے
کل ترے شہر سے جانا ہے مجھے
حسرتِ دید لئے بھٹکوں گا
دل میں امید لئے بھٹکوں گا
غم کی تمہید لئے بھٹکوں گا
عمر بھر اشک بہانا ہے مجھے
کل ترے شہر سے جانا ہے مجھے
دل ٹٹولو تو کوئی بات بنے
لب جو کھولو تو کوئی بات بنے
ساتھ ہو لو تو کوئی بات بنے
پیار کی دنیا بسانا ہے مجھے
کل ترے شہر سے جانا ہے مجھے

☆☆☆

ISSN 2320-6519

مختصر تعارف

نام : عبدالحلیم صدیقی
والد : عبدالعلیم صدیقی
قلمی نام : طٰہٰ صدیقی
تخلص : طٰہٰ
موبائل : 9420889011
تعلیم : بی کام، بی اے، ایم اے، بی ایڈ
پیشہ : درس و تدریس۔

متعدد مشاعرے بشمول کل ہند سطح کے پڑھ چکے ہیں۔
ثلاثی اور صنف غزل میں بلند مقام رکھتے ہیں۔

☆

منتخب کلام

(غزلیں)

لے کے امداد ابھی تک نہیں آیا کوئی
بھیج دے لشکرِ جرّار خُدایا کوئی
میں تو تنہا بھی رہوں تو نہیں رہتا تنہا
ایسا لگتا ہے تعاقب میں ہے سایہ کوئی
رہبری کی نہ کسی نے مری بھٹکی رہ پر
راستہ مُجھ کو نہ رہبر نے دکھایا کوئی
وہ تو گرویدہ تھا میرا ہی فدا تھا مُجھ پر
ایک اُس کے سِوا مُجھ کو بھی نہ بھایا کوئی
آشنا ہم تو حقیقت سے رہے ہیں یارو
خواب پلکوں پہ کبھی بھی نہ سجایا کوئی
یُوں تو سب کے ہی لیے لائے ہیں تحفے سب نے
کوئی سوغات نہ میرے لیے لایا کوئی
ہم تو قائل رہے اُلفت کے سدا اے ہمدم
گیت نفرت کا کبھی ہم نے نہ گایا کوئی
بعد میں حال مرا پوچھا سبھی نے لیکن
''وقت پڑنے پہ مرے کام نہ آیا کوئی''
خود میں ڈھونڈا تو ملا اُس کا پتا اے 'طٰہٰ'
دوسرا اُس کے سِوا دل میں نہ پایا کوئی

★

یہ جُدائی کا موسم دیر تک نہیں رہتا
دل کسی کا بھی برہم دیر تک نہیں رہتا
آئے گی نظر منزل جاری تم سفر رکھنا
یوں سراب یہ ہمدم دیر تک نہیں رہتا
مٹتے مٹتے مٹتا ہے عکس دل کی تختی سے
یادوں کا کوئی البم دیر تک نہیں رہتا
حق کی وہ ہواؤں سے مات کھائے گا اک دن
اونچا باطلی پرچم دیر تک نہیں رہتا
دل بدل ہی جائیں گے ایک دن رقیبوں کے
سازشی عمل پیہم دیر تک نہیں رہتا
یہ بدلتی رہتی ہے موسمی ہواؤں سے
جسم مٹّی کا پُر نم دیر تک نہیں رہتا
سامنا کرو 'طٰہٰ' اب عدو کے لشکر سے
آہنی جگر دم خم دیر تک نہیں رہتا

★

دھندلا دھندلا سا جو یہ چہرہ ہے
دِل کے شیشے میں کون ٹھہرا ہے
رنگ کوئی نہیں چڑھا اُس پر
''عشق کا رنگ کتنا گہرا ہے''
کیوں تخیّل میں بھی نہیں آتے
ان گمانوں پہ کس کا پہرا ہے
کیا گواہی پہ فیصلے ہوں گے
اپنا منصف جو یار بہرا ہے
چل کے اُس جھیل کو رواں کردیں
ایک مُدّت سے پانی ٹھہرا ہے
راہیں ہموار اب کہاں طٰہٰ
بس چٹانیں ہیں اور صحرا ہے

★

دل سے دل کا جو رابطہ ہوگا
پھر نہ رشتوں میں فاصلہ ہوگا
لوٹ آئے گا شام ہوتے ہی
جس پرندے کا گھونسلہ ہوگا
آج پھر سے ہے دستکیں دل پر
''آج شاعر غزل سرا ہوگا''
پھر سے کرنی ہے دوستوں ہجرت
زخم پاؤں کا پھر ہرا ہوگا
ٹوٹ جائے گا دیکھنا طٰہٰ
درد سے جب وہ آشنا ہوگا

★

ثلاثیاں

جب بھی بولا ہے جھوٹ بولا ہے
توڑ ڈالا ہے بھائی چارے کو
زہر نفرت کا ہم نے گھولا ہے

★

حوصلوں کو دراز رکھتے ہیں
ہم قلندر ہیں اپنی جھولی میں
زندگی تیرے راز رکھتے ہیں

★

ہو کے چاہت میں چور آئے گا
جب بھی پردہ اٹھے گا سازش سے
یار واپس ضرور آئے گا

★

بے خودی کا یوں حال دیکھیں گے
بھول کر خود کو اُس کی چاہت میں
عشق تیرا کمال دیکھیں گے

☆☆☆

ISSN 2320-6519

مختصر تعارف

نام : مرزا محمد اسلم بیگ

قلمی نام : اسلم مرزا

پیدائش : ۱۰/اکتوبر ۱۹۴۴ء بمقام احمد نگر

والد : کیپٹن مرزا محمد اسماعیل (مرحوم)

تعلیم : جماعت اول تا نہم (احمد نگر)

بی اے (آنرز) سینٹ زیویرس کالج بمبئی

باملے لیبر انسٹی ٹیوٹ (بمبئی یونیورسٹی) سے لیبر ویلفیئر اور انڈسٹریل ریلیشنز میں پوسٹ گریجویٹ کیا اور لاء کالج میں داخلہ لیا۔

ملازمت : ۱۹۷۰ء میں ملازمت کا سلسلہ دہلی سے شروع ہوا۔ اس کے بعد تین سال تک ناسک میں کام کیا۔ ۱۹۷۴ء تا ۱۹۷۵ء تک بمبئی، تھانے اور ناسک کے مختلف کارخانوں میں لیبر اور پرسونیل آفیسر کی حیثیت سے کام کرنے کے بعد ۱۹۷۸/۷۹ء میں اورنگ آباد میں لیبر لاز کنسلٹنٹ کی حیثیت سے کام شروع کیا۔ یہ سلسلہ آج بھی جاری ہے۔

قلم وقرطاس سے وابستگی : ۱۹۵۹ء سے شاعری اور افسانہ نگاری کا آغاز ہوا۔ اس کے بعد قیام بمبئی میں تحقیق، تنقید اور ترجمہ نگاری کی جانب رغبت بڑھی۔

مطبوعہ کتب : (۱) آئینۂ معنی نما (ولی اورنگ آبادی۔ بعض حقائق) (۲) گیلے پتوں کی مسکان (شعری مجموعہ) (۳) ہم جزیروں میں رہتے ہیں (ترجمہ) (۴) للکنت (انگریزی نظموں کا ترجمہ) (۵) عطر گل مہتاب (مضامین) (۶) گلدستۂ خوش باس (۷) سلاطین دکن کے عہد میں شادیاں (۸) پشتو کے عوامی نغمے (۹) نظام شاہی توپ ساز۔ محمد بن حسن رومی خان

(۱۰) مور پنکھ (مراٹھی نظموں کے اردو تراجم)

(۱۱) فساد اور دیگر نظمیں (مراٹھی نظموں کے اردو تراجم)

(۱۲) پیاری انو (مراٹھی نظموں کے اردو تراجم)

(۱۳) مراٹھی کے تین نامور شعراء (۲۰۲۲ء)

اعزازات : (۱) ساہتیہ اکادمی ایوارڈ (۲) ولی دکنی قومی ایوارڈ (۳) سیتو مادھوراؤ پگڑی ایوارڈ (۴) ڈاکٹر عصمت جاوید ایوارڈ (۵) گووند سمان پرسکار (۶) اردو ساہتیہ پریشد ایوارڈ (۷) سینٹ زیویرس اردو گولڈ میڈل (۸) مہاراشٹر اسٹیٹ اردو اکادمی کا تحقیقی تنقیدی زمرے میں اول انعام ودیگر متعدد ایوارڈز

رہائش : بلاک نمبر ۱۲، ماڈل کوآپریٹو ہاؤزنگ سوسائٹی، روبرو حمایت باغ، اورنگ آباد

موبائل : 9960053707

☆

منتخب کلام (غزلیں)

تمھارے ساتھ جو موسم سہانے رہتے ہیں
اسی بہانے سے ہم اک ٹھکانے رہتے ہیں

ہر اک نے نیند کو ٹانگا ہے دن کی کھونٹی سے
تفکرات کے تکیے سرہانے رہتے ہیں

طیور جانتے ہیں خود حفاظتی کا ہنر
ہوا کے رخ پہ اگر آشیانے رہتے ہیں

جہاں کسی کو کسی سے نہیں دماغِ سخن
ہم اس دیار میں باتیں بنانے رہتے ہیں

ہر ایک وعدہ خلافی کو فن سمجھتا ہے
ہر اک کے پاس ہزاروں بہانے رہتے ہیں

انھیں سے رہتے ہیں روشن چراغِ علم و ہنر
وہ جن کے ساتھ زمانے پرانے رہتے ہیں

مہکتی رہتی ہیں خوش رنگ ساعتیں اسلم
شروعِ عشق میں جب آنے جانے رہتے ہیں

★

وہی معروف و معزز وہی خوش کام یہاں
اپنی تشہیر جو کرتے ہیں ہر اک گام یہاں

میں نہ تفریح کا ساماں، نہ کوئی صاحبِ دل
کون آئے گا مرے پاس سرِ شام یہاں

کام کرتی ہے خریدار کی پوشیدہ صفت
بے وجہ بکتا نہیں کوئی بھی بے دام یہاں

کون سنتا ہے مری جان فغانِ درویش
جب بھی جی چاہے مچاتے رہو کہرام یہاں

کوئی خوش فہمی، کوئی رنج، کوئی خوف نہیں
جو تمھارا ہے وہی میرا بھی انجام یہاں

صاحبِ فہم و ذکا جبر معیشت کے سبب
اپنی خودداری کو کرتے نہیں نیلام یہاں

کس اذیت سے گزرتا ہوں یہ جی جانتا ہے
بے ضمیروں سے جو پڑ جائے کوئی کام یہاں

اصل پہ اپنی ہی جاتی ہے ہر اک شئے اسلم
نیم کے پیڑ پہ لگتے نہیں بادام یہاں

★

کبھی تو یوں ہو کہ تنہا گزاریئے کوئی دن
بہت قریب سے خود کو پکاریئے کوئی دن

یہ کیا کہ صبح سے سر پر اٹھائے پھرتے رہے
درونِ ذات بھی سورج اتاریئے کوئی دن

الگ سے بیٹھ کے پھولوں کے درمیاں، ہنس کے
خود اپنے آپ کو دل بھر نہاریئے کوئی دن

نہ دوڑیئے کہ پکڑنا نہیں زمانے کو
میری طرح سے دنوں کو سہاریئے کوئی دن

وہ ایک موڑ جہاں کوئی ساتھ چھوڑ گیا
ورق ورق وہی منظر ابھاریئے کوئی دن

☆☆☆

ISSN 2320-6519

مختصر تعارف

نام : ڈاکٹر سید عقیلہ غوث
تخلص : عقیلہ
ملازمت : پرنسپل و صدر شعبہ اردو (آرٹس اینڈ کامرس مہیلا مہاودیالیہ امبہ جوگائی، ضلع بیڑ مہاراشٹر)
رہائش: پٹیل حفظ رحمٰن، سنیہا نگر، امبہ جوگائی، ضلع بیڑ
رابطہ : 9422243853

تعلیم: ایم اے (اردو، فارسی، عربی) بی ایڈ، پی ایچ ڈی
چیرمین بورڈ آف اسٹڈیز اِن اردو، ڈاکٹر BAMU، اورنگ آباد

مشغولیات : ممبر اردو اکیڈمی، ناندیڑ
ممبر آف لیگل ایڈوائزر کمیٹی، بحیثیت جج لوک نیایالئے، امبا جوگائی
ممبر آف سلیبس کمیٹی ناسک اوپن یونیورسٹی ناسک و دیگر متعدد تنظیموں میں ممبر شپ

مطبوعہ کتب : تعلیم بالغان پر سات کتابیں
ناسک اوپن یونیورسٹی کے لئے اردو ادب پر چار کتابیں

- اردو کے منتخب غیر مسلم نعت گو شعرا (تحقیق و تنقید)
- گلدستہ مضامین ''گل باغ وفا''
- اردو تنقید پر کتاب برائے کولہا پور یونیورسٹی (بی اے سال سوم)
- متعدد ریاستی، ملکی و غیر ملکی سمیناروں و کانفرنسوں میں شرکت
- انڈین گورنمنٹ کے لئے کتابوں کی ترتیب کے لئے نامزدگی
- ایم پی ایس سی کے لئے سوالیہ پرچوں کی ترتیب و بحیثیت ممتحن خدمات
- ایم فل کے پرچوں کی ترتیب و بحیثیت ممتحن خدمات
- ریسرچ گائیڈ (ڈاکٹر BAMU اورنگ آباد)

خاص اعزازات: (۱) فاطمہ بی اندھ شردھا نرمولن سمیتی پرسکار (۲) گولڈ میڈل (نیشنل ایجوکیشن سوسائٹی دہلی) (۳) گولڈ میڈل (آل انڈیا اردو ایجوکیشن کانفرنس حیدرآباد)

- عابدہ انعامدار ایوارڈ (اردو ساہتیہ پریشد پونے)
- عکس ادب ایوارڈ (اورنگ آباد)

☆

منتخب کلام (غزلیں)

منزل کی خبر ہے نہ ہی رستے کا پتہ ہے
کس سمت خدا جانے مسافر یہ چلا ہے
جاں لیوا بہت چاروں طرف آج ہوا ہے
تم گھر سے نہ نکلو زہرآلود فضا ہے
میں پاؤں کے چھالوں سے پریشان بہت ہوں
محسن نے میری راہ میں خاروں کو رکھا ہے
نقصان کسی حا ل میں پہنچا نہیں مجھ کو
حق میں میرے شاید کوئی مصروفِ دعا ہے
دل چھلنی ہے آنکھوں میں ہے اشکوں کا سمندر
انمول بہت میری وفاؤں کا صلہ ہے
کیا خاک مٹائے گا عقیلؔہ کوئی ہم کو
ہم پہ تو مہربان ہمیشہ ہی خدا ہے

★

ہو تم کو اگر سب کو ہموار کرنا
سنبھل کر بہت حق کا اظہار کرنا
ہنر یہ تو سب آپ بھی جانتے ہیں
دکھاوے کا ہر ایک سے پیار کرنا
خدا جانے سیکھا ہے اُس نے کہاں سے
نہ اقرار کرنا نہ انکار کرنا
یہ دنیا پرستوں کا شیوہ رہا ہے
حقیقت سے ہر وقت انکار کرنا
کبھی بھی ہمیں راس آیا نہیں ہے
یہاں دل کی گہرائی سے پیار کرنا
اِسے سچ سمجھنے پہ مجبور ہیں سب
ہر ایک جھوٹ پر اتنا اصرار کرنا
عقیلؔہ بزرگوں نے تعلیم دی ہے
نہ چھپ کر کسی پر کبھی وار کرنا

★

حق میں سبھی کے دائمی ایک غم ہے زندگی
لگتا ہے اک عذابِ مجسم ہے زندگی
جو وقت مل گیا اُسے ہنس کر گزار لے
ہر وقت یاد رکھ یہ بہت کم ہے زندگی
ہم تو اِسے ہمیشہ مناتے رہے مگر
نہ جانے ہم سے کس لئے برہم ہے زندگی
کیا زندگی ہے اِس کو سمجھنا محال ہے
شعلہ کبھی ہے اور کبھی شبنم ہے زندگی
یہ سانس چل رہی ہے کرم ہے یہ خدا کا
یہ کم نہیں ہماری جو ہمدم ہے زندگی
مدت کے بعد ہم کو عقیلؔہ پتہ چلا
آسان نہیں جان کا جوکھم ہے زندگی

★

جو ہنستا ہے اُس کو رلاتی ہے دنیا
جو روتا ہے اُس کو ہنساتی ہے دنیا
مصائب میں جو اپنی ہمت نہ ہارے
اُسی کو گلے سے لگاتی ہے دنیا
جتن لاکھ کر دیجئے آپ دل سے
کبھی بھی نہیں ہاتھ آتی ہے دنیا
نہ دلجوئی کی آرزو اُس سے رکھئے
ہمیشہ دلوں کو دکھاتی ہے دنیا
نچاتے ہیں جو اوروں کو انگلیوں پر
انھیں کو یہاں راس آتی ہے دنیا
عقیلؔہ ذرا ہوشمندی سے رہنا
ہتھیلی پہ جنت دکھاتی ہے دنیا

☆☆☆

ISSN 2320-6519

مختصر تعارف

نام : محمد بلال
تخلص : انورؔ
موبائل : 8080589529
والد : محمد عبدالرزّاق
پیدائش : ۲۸/اپریل ۱۹۹۶ء
استاذِ سخن : فاروق شمیم
تعلیم : بارہویں کامرس، فاضلِ دینیات
پیشہ : کمپیوٹر ورک
رہائش : بڈی لین، اورنگ آباد، مہاراشٹر
شعری مجموعہ زیرِ ترتیب ہے۔

☆

منتخب کلام (غزلیں)

جھوٹ میں ہے کیا کشش سچ ہی یہ اکثر لگے
پیاس کی شدت میں اب دشت سمندر لگے
بات اس کو ایک بھی میری تو بھاتی نہیں
کہتا ہے پھر بھی یہی "تم کو جو بہتر لگے"
میری طرف سے کیا کس نے اس کو بدگماں؟
پھول میرے ہاتھ کا کیوں اسے خنجر لگے
درد مجھ کو دے گئی لہجے کی بیگانگی
جیسے دل کے زخم پر پھر کوئی نشتر لگے
یاد سے تیری ہمیں اتنا ہوا فائدہ
بڑھتے گئے جتنا ہم زخم برابر لگے
دوست نہ دشمن کا غم فکر فقط یار کی
لوگوں کو تنہائی سے اتنا بھی کیوں ڈر لگے؟
شعر و سخن کا صلہ یہ ہے کہ اس نے کہا
باتوں سے انورؔ میاں آپ تو شاعر لگے

★

ایک مانوس سی آواز سنی ہے شاید
مدتوں جس کی طلب تھی یہ وہی ہے شاید
ایسے سوئے کہ خبر صبح کی لی ہم نے بھی
زخم کی درد سے کچھ بات ہوئی ہے شاید
دیکھ تو لوں میں مگر حرف نہ آئے اس پر
آنکھ کھڑکی سے کوئی دیکھ رہی ہے شاید
شور یہ کیسا خیالوں میں رہا ہے شب بھر
خواب کے شہر میں پھر آگ لگی ہے شاید
خاک اڑتی تھی میں جب جب بھی یہاں آتا تھا
دشت کی گرم ہوا سرد پڑی ہے شاید
چاہے اب جتنی دعائیں بھی کریں انورؔ جی
وقت کی ریت بکھرنے پہ تلی ہے شاید

★

مسکراہٹ اسی تودے تلے مر جاتی ہے
ایک بھی اینٹ جو دیوار سے گر جاتی ہے
اپنی ہمت کہ خموشی سے نبھائی ورنہ
ایسی تنہائی سے تنہائی بھی ڈر جاتی ہے
آنکھ سے کوئی تو رشتہ ہے یہاں منظر کا
دیکھتے رہنا، جہاں تک بھی نظر جاتی ہے
پوچھتا ہے دلِ ناداں اسے کیا کہیے گا
باندھ کر رختِ سفر رات کدھر جاتی ہے
یہ بھی ہوتا ہے کبھی یاد نہیں تڑپاتی
زخم دینے سے کبھی رات مکر جاتی ہے
اس کے جانے کی قیامت سہی کیسے دل نے
جان پر آئی تو چڑیا بھی بپھر جاتی ہے
آئینہ دیکھ کے حیرت میں پڑا ہے انورؔ
دیکھ، کیا دیکھنے سے زلف سنور جاتی ہے

★

اس کو برا نہیں کہا دل ہی کو حوصلہ دیا
زخموں میں ایک اور زخم اس نے اگر بڑھا دیا
دریا ہو زور پر اگر ٹلتا ہے کب کوئی یہاں
اس کو بھی کوئی کام تھا میں نے بھی راستہ دیا
ٹوٹ کر ٹوٹ چکے تھے دیکھ کر دھوپ، سراب، ریت ریت
کس کی ادا نے دشت کو باغ سا لہلہا دیا
ہاتھ کسی نے دوش پر رکھا تو ایک سانس میں
جو بھی ہوا سنا دیا جو بھی سہا بتا دیا
سو ہی چکا تھا آخرش پاؤں پسارے چین سے
ایک ہوا کے وار نے درد کو پھر جگا دیا
آنکھ کھلے تو دیکھ کر سمجھیں یہاں معاملہ
کس نے فضائے شہر کو ایسا بھی جگمگا دیا
انورؔ اب اس جہان میں کس پہ کریں ہم اعتبار
ہم نے دلِ تباہ پر وقت بہت لگا دیا

★

ڈھونڈ رہے ہیں لوگ سب اپنی طلب سراب میں
مل سکا ہے کچھ یہاں کہیے کسی کو خواب میں
اپنی اداس آنکھوں سے کتنے دلوں میں جھانکتے
قید ہیں سب کے سب یہاں ایک نہ اک عذاب میں
کون سا پھول اٹھائیں باغ ہے سارا دلنشیں
عمر تمام کٹ گئی زخم کے انتخاب میں
کوئی یہ آسمان کے تارے کرے شمار بھی
زخموں کی کچھ خبر تو ہو چکے ہیں ہم حساب میں
لاؤ اسے دکھائیں دل چمکے ہے کیسی شان سے
دیکھی تھی جس نے تیرگی سایۂ ماہتاب میں
دیکھ کے اس کا رنگ و روپ دل بھی پگھل گیا تو کیا
ہے یہ تپش چراغ میں اور نہ آفتاب میں
غم بھی نہیں کتاب گھر، انورؔ اب آگے دیکھیے
حرف نہیں لکھا کوئی دل کی کسی کتاب میں

☆☆☆

ISSN 2320-6519

مختصر تعارف

مکمل نام : شیخ محمد عبدالرحیم محی الدین
قلمی نام : غلام ثاقب
پیدائش : بیڑ مہاراشٹر 30 اگست 1980ء
تعلیم : بی ایس سی، ایم اے انگلش بی ایڈ
موبائل : 9226368493
پیشہ : جونیئر لیکچرر، صحافی، کالم نگار و حکیم
طبع آزمائی : شاعری، افسانچے، تبصرے، تجزیے، تنقید و خاکے
مطبوعہ تصانیف : ☆داغ گریبان (شعری مجموعہ)، اشک سنگ (شعری مجموعہ) ☆میزان آگہی (ادبی مضامین) ☆ایزی انگلش گائیڈ ☆کردار (افسانچے و افسانے) ☆شخصیت پر کتاب: منت: غلام ثاقب شخصیت اور ادبی سفر مرتب سلطان اختر سولاپور
پتہ: قرآن سینٹر، 304/ بی ونگ، ایشین ٹاور، نزد امن لانس، زم زم کالونی بیڑ۔ مہاراشٹر
موبائل: 9226368493

☆

منتخب کلام (غزلیں)

جی لے خوشیوں میں زندگی کرکے
کیا ملے گا یوں خودکشی کرکے
میرے الفاظ مہکتے ہیں بہت
تیرے ہونٹوں پہ شاعری کرکے
چاند کہتا ہے ساتھ میرے چل
میری راہوں میں روشنی کرکے
تجھ سے مل کر سبھی چہکتے ہیں
ہم بھی دیکھیں گے دوستی کرکے
کس کے گھر روشنی اتر آئی
سب کی راہوں میں تیرگی کرکے
اور کتنوں کی جاں نکالوگے
گل سے چہرے پہ تازگی کرکے
منزلیں اس نے خود کی پالی ہیں
سب کی آنکھوں میں گمرہی کرکے
میری محفل میں چاندنی مہکی
آپ شرمائے دل لگی کرکے
گرم ہوتی ہے محفلیں کچھ کچھ
سرد راتوں میں گدگدی کرکے
خوامخواہ ہم سے آج روٹھے ہیں
بات وہ ہم سے اتنی سی کرکے

★

ہزاروں سال سے جس کا خمار باقی ہے
"وہ آچکا ہے مگر انتظار باقی ہے"
نگاہیں آج بھی ہیں بے قرار اس کے لیے
چمن میں جس کے لئے اک بہار باقی ہے
اسی نے سب کو جنوں کش بنا کے رکھا تھا
اسی کے نام سے دل میں قرار باقی ہے
عجیب بات ہے جس سے ہے رونقِ محفل
اسی کی بزم میں اس کا شمار باقی ہے
جواب کس سے طلب کرنا ہے بتا اتنا
سوال جس کے لیے بے قرار باقی ہے
چلو کے اپنے چمن خود جلا کے رکھ دیں اب
جنوں کی راکھ میں اب بھی شرار باقی ہے
تباہ سب کو کرے گی یہ جہاں کی گردش
یہ مت سمجھنا کہ تیرا دیار باقی ہے
عرب عجم کی ہوا میں گھلا زہر کتنا
عذابِ وقت کی بس اک پکار باقی ہے

★

ہر چہرہ مسکرا یا تجھے دیکھنے کے بعد
ہر دل نے گل کھلایا تجھے دیکھنے کے بعد
جلنے لگے دلوں میں ترے نام کے دیئے
ہم نے بھی دل جلایا تجھے دیکھنے کے بعد
کتنے خلوص سے ملے تجھ سے حسین لوگ
سب نے یہ کہلوایا تجھے دیکھنے کے بعد
حسرت سے دیکھتا تھا تجھے آسمان بھی
جب چاند اتر آیا تجھے دیکھنے کے بعد
تو نے سبھی کے دل میں کیا اعتکاف جب
ہم نے بھی دل بنایا تجھے دیکھنے کے بعد
قطروں میں کوئی ڈھونڈتا رہا کہیں صدف
تجھ سے گہر کو پایا تجھے دیکھنے کے بعد
سلطاں بنیں یہ سب کے تو بس کی نہیں جناب
ثاقب بھی مسکرایا تجھے دیکھنے کے بعد

★

چلتی ہے بے قصور پہ شمشیر ہر طرف
ہر ہاتھ میں زخمی سی ہے تصویر ہر طرف
بچپن کے یار بچھڑے تو برسوں نہیں ملے
بکھری ہے ان کی یاد کی تحریر ہر طرف
ویران گھر میں نصب ہیں مایوسیوں کے بت
لے کر گئی مجھے میری تقدیر ہر طرف
آزاد ہم ہیں یا یہ زمانہ بدل گیا
اب کے دِکھی ہے ہاتھ میں زنجیر ہر طرف
راکھوں کے ڈھیر آگ سے اٹھتا ہوا دھواں
دکھتی ہے مجھ کو خواب کی تعبیر ہر طرف
بکھری ہوئی کتاب قلم بورڈ چاک پین
پھیلی ہوئی ہے علم کی جاگیر ہر طرف
پانی کے واسطے ہے پھر کربل لگا ہوا
آکر لگے ہیں جسم پہ وہ تیر ہر طرف
اقدس مرے حضورؐ ہیں طیبہ میں جاکے دیکھ
تم کو ملے گی جسم کی تاثیر ہر طرف

☆☆☆

ISSN 2320-6519

مختصر تعارف

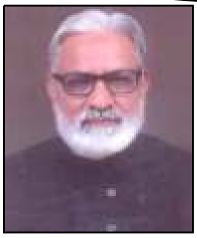

نام : محمد بشارت علی خان
تخلص : اختر
موبائل : 8919499980
ولدیت : سعادت علی خان
تاریخ پیدائش : ۲رفروری ۱۹۵۱ء
مقام پیدائش : جالنہ
رہائش : میڈچل، حیدرآباد (تلنگانہ)
تعلیمی اہلیت : بی ایس سی (ریاضی)
پیشہ : موظف (پروجیکٹ منیجر)
سن آغاز شاعری : ۱۹۷۳ء
استاد سخن: ابوالارشاد محمد رحمت خان مظہر عرفانی جالنوی
شائع شدہ کتب : (۱) اختر شماریاں (شعری مجموعہ) (۲) ذکر خوش بیانوں کا (جالنہ کے شعرائے کرام کا منظوم تعارف نامہ) ☆

منتخب کلام (غزلیں)

الجھے رہے ہمیشہ ہی تیغ و تبر سے ہم
واقف ہیں اس زمانے کے زیر و زبر سے ہم
اسلاف کی نشانیاں پھر یاد آگئیں
جب جب بھی ہو کے آئے ہیں سونے کھنڈر سے ہم
حسرت بھری نگاہوں سے تکتے ہی رہ گئے
لے کے وداع جو چل پڑے دیوار و در سے ہم
کرتب سمجھ کے دیکھ رہے تھے کنارے سے
پر ڈوبتے ابھرتے رہے ہیں بھنور سے ہم
وہ تھی اندھیری رات ستارے بھی چپ سے تھے
گھر آئے باتیں کرتے ہوئے جب قمر سے ہم
پت جھڑ میں کوئی رکتا نہیں سائے میں مرے
خاموش سن رہے تھے شکایت شجر سے ہم
اختر وہ کہہ رہے تھے کہ تو رہ گیا کہاں
کرتے تھے انتظار ترا دوپہر سے ہم

★

یہ نہ ہو کوچۂ اغیار میں گم ہو جائیں
نفرتوں کی کھڑی دیوار میں گم ہو جائیں
آؤ پھر تازہ کریں بدر و حنین و خندق
تیغ و تلوار کی جھنکار میں گم ہو جائیں
رہ نماؤں کو ہو تاکید ہمیشہ ہی یہی
عہدے پا کر نہ وہ سرکار میں گم ہو جائیں
صرف و اصوات کو ترتیب سے برتیں ورنہ
لفظ بھی معنی کے انبار میں گم ہو جائیں
علم کی شمع سے روشن ہو دریچہ اپنا
یہ نہ ہو مغربی افکار میں گم ہو جائیں
اپنی نظریں بھی کہانی کے ہو پس منظر پر
ناکہ حرکات میں کردار کے گم ہو جائیں
مشورہ دیتے ہیں وہ ظل الٰہی اختر
فخر و احرار کی یلغار میں گم ہو جائیں

★

جو یہاں ہے خامیاں وہ تو بتا کہاں نہیں ہے
یہ زمیں کہاں نہیں ہے کہاں آسماں نہیں ہے
مرے عیب سارے روشن ہے ہنر عیاں نہیں ہے
وہ جو آبرو وہاں تھی وہ تو اب یہاں نہیں ہے
کڑی دھوپ کا سفر ہے بڑی گرم ہیں ہوائیں
ہے سروں پہ مہر تاباں کہیں سائباں نہیں ہے
یوں ہوا کے ساتھ چلتی چلی جا رہی ہے دنیا
کوئی راہبر نہیں ہے کوئی کارواں نہیں ہے
یہ نوازشیں ہیں ان کی یہ عنایتیں ہیں ان کی
غم دوستاں سلامت غم دشمناں نہیں ہے
اسی شہر گلستاں میں اسی شہر بوستاں میں
مری نغمگی کا شہرہ بھی کہاں کہاں نہیں ہے
تری وادیاں سلامت ترے کوہسار شاہیں
کسی شاخ کے سرے پر ترا آشیاں نہیں ہے
یہ اندھیرے چیختے ہیں سر رہ گزار لیکن
مرے آسماں پہ روشن کوئی کہکشاں نہیں ہے
ہے اداس اداس نغمے ہے اداس ساز و ساماں
تری محفلوں میں اختر وہ جو خوش بیاں نہیں ہے

☆

بارہا دور سے دیتا ہے دلاسا کوئی
رستے زخموں پہ رکھا کرتا ہے پھایا کوئی
بال کھولے ہوئے نکلا نہ کرو آنگن میں
بوڑھے برگد پہ رہا کرتا ہے سایہ کوئی
دیکھ کر آئینہ بے ساختہ وہ کہنے لگے
تم ہی بتلاؤ کہ ہے شہر میں ہم سا کوئی
ہم سفر ہے تو چلو بات ہی کر لیتے مگر
آنکھ دکھلا کے کہا مجھ سے ہے ناتا کوئی
جانے وہ کون تھا بتلائے تو تعبیر کوئی
رقص کرتا ہوا پھر خواب میں آیا کوئی
وہ تو عادی ہے یہی کہتا ہے ہر دم اختر
''وقت پڑنے پہ مرے کام نہ آیا کوئی''

★

ہوئے بدنام گل رو کے نگر میں نام سے پہلے
نکلنا ہی پڑا ہم کو حصار و دام سے پہلے
نظر ہوتی ہے ہر آغاز پر انجام سے پہلے
ہر اک پہلو بھی ہوتا ہے نظر میں کام سے پہلے
ہماری بزم عشرت کا ذرا انداز تو دیکھو
تمہارا نام آتا ہے ہمارے نام سے پہلے
ہوائیں سرد چل کر رات رانی کو جگاتی ہیں
مہکتی ہیں تری یادوں کی کلیاں شام سے پہلے
وہی صیاد کی مکاریاں دل کو لبھاتی ہیں
نظر آتا ہے ہر طائر کو دانہ دام سے پہلے
مرا عزم و ارادہ دیکھ کر رستے سمٹ آئے
قریں آتی گئی منزل بھی ہر اک گام سے پہلے
چراغ دین سے اختر ہوا روشن جہاں سارا
ضلالت میں تھی دنیا مذہب اسلام سے پہلے

☆☆☆

ISSN 2320-6519

مختصر تعارف

نام: محمد فاروق قادری
تخلص: فیروز سروش
ولدیت: محمد حسین قادری
تاریخ پیدائش : ۱۷؍اگست ۱۹۵۸ء
جائے پیدائش: پربھنی
تعلیمی لیاقت: بی .اے
مصروفیت: سیکریٹری (فاران اُردو اسکول پربھنی)
پتہ: ڈاکٹر اقبال نگر پربھنی 432401
موبائل نمبر: 9423443502

☆

منتخب کلام (آزاد نظمیں)

آہ فلسطین

اے عرب کے شاہ وسلاطین
جل رہا ہے فلسطین ....
سرزمین مقدس پر طاغوت کی ہے نظر
عالم عرب تمھیں بھی ہے اس کی خبر
مگر تمھیں اپنے تخت وطاوس کی ہے فکر
ملت اسلامیہ کے کبھی تھے تم امین
اے عرب کے شاہ وسلاطین
جل رہا ہے فلسطین ....
لڑ کر آپس میں تم خود ہو گئے برباد
قدرت نے عطا کی تھی تمھیں طاقت فولاد
شکنجہ یہود سے کب ہوں گے تم آزاد
لرزتے تھے کبھی تم سے قیصر وکسریٰ کے مکیں
اے عرب کے شاہ وسلاطین
جل رہا ہے فلسطین ....
حق وانصاف کے کبھی تم تھے پیکر
دین حق کے کبھی تھے تم عسکر
سرزمین عالم کے بھی تھے تم قیصر
پناہ گاہ تھی کبھی عرب کی سرزمین
اے عرب کے شاہ وسلاطین
جل رہا ہے فلسطین ....
یہود ونصاریٰ ہوئے جب تمہارے رہبر
سرزمین عرب سب ہو گئی بنجر
عیش وعشرت میں کند ہوئے خنجر
تمہارے کردار سے عالم اسلام ہے غمگین
اے عرب کے شاہ وسلاطین
جل رہا ہے فلسطین ....
سیکھا نہیں سبق تم نے اپنی بربادیوں سے
امیدیں کیوں وابستہ ہے تمھیں نصرانیوں سے
حاصل کچھ نہیں ہوگا کر کے دوستی یہودیوں سے
بے گناہوں کے خون سے ہے رنگین سرزمین فلسطین
اے عرب کے شاہ وسلاطین
جل رہا ہے فلسطین ....
کبھی تم محافظ ہوا کرتے تھے مظلوموں کے
کبھی فنا کئے تھے تم نے تخت وطاوس ظالموں کے
آج برباد ہو رہے ہیں گھر بار فلسطینیوں کے
کیا یاد نہیں تمھیں غیرت مند عمر وصلاح الدین
اے عرب کے شاہ وسلاطین
جل رہا ہے فلسطین ....

★

تجدید عہد

شور کیوں کرتے ہو
اغیار کی عیاریوں پر
فطرت میں ہے جن کے ڈسنا
تو تلاش تریاق کیوں نہیں
کیا ہم ان کی عداوتوں سے واقف نہیں
پھر یہ شکوے اور شکایتیں کیوں؟
شاید ہم
اپنی شکایتوں کی آڑ میں
اپنی کمزوریوں کو چھپانا چاہتے ہیں
گرد سے بھرے دامن کو ہمیں
فرصت میں کبھی ٹٹولنا چاہیے
اپنے وجود کو تلاش کرنا چاہیے
ہم کو اپنی ذمہ داریوں کا احساس نہیں
شاید ہم خود ہی کہیں
شکست در شکست زندگی کا
آئینہ تو نہیں
علم کا آسماں ہمارے پاس ہے
پھر زمین پر لکیریں مارتے کیوں ہو؟
دریا ہمارا ساحل ہمارا
کشتی ہماری ناخدا ہمارا
پھر طوفان سے گھبراتے کیوں ہو
مصائب، مشکلات، پریشانیاں
یہ تو ہے ایمان کی نشانیاں
بے سود ناتواں سہاروں کی طرف
ہماری نظریں کیوں ہیں
دنیا کی امامت تو ہماری ہے
آؤ اب تجدید عہد کریں
ظلمت میں گھری زندگیوں کو بچائیں
راہ حق ان کو دکھائیں
باطل طاقتوں کے خواب کو
ہم شرمندہ تعبیر نہ ہونے دیں
ہم داعی حق ہیں
دعوت الا اللہ ہماری ذمہ داری ہے

☆☆☆

ISSN 2320-6519

مختصر تعارف

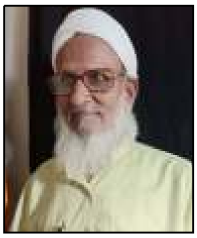

نام : مرزا عظمت اللہ بیگ
قلمی نام : ندیم مرزا
والد : مرزا امیر بیگ
تاریخ پیدائش : 1950ء
وطن : فتح آباد (تعلقہ دھارور ضلع بیڑ)

☆**کتب** : جمال ندیم، کمال ندیم (تنقید، تبصرے، تجزیئے و ادبی مضامین کا مجموعہ)، تذکرہ حضرت شہنشاہ ولیؒ، خیال ندیم (مجموعہ کلام)، تجلی (خاکچوں کا مجموعہ)، تعلیمات محوی۔

پیشہ : موظف ٹرافک کنٹرولر
مصروفیت : ادبی وصحافتی خدمات
موجد : خاکچہ نگاری
طبع آزمائی: غزل، ثلاثی، رباعی، قطعات، افسانچہ نگاری اور خاکچہ نگاری
مشغلہ: متعدد اخبار ورسائل کے لئے صحافتی خدمات

اعزازات :(۱) ایک شام ندیم مرزا کے نام منعقد (۲) سپاس نامہ (شولا پور میں ڈاکٹر عبدالقادر فاروقی امریکہ کے ہاتھوں) (۳) لائف ٹائم اچیومنٹ ایوارڈ (منجانب بزم احباب اردو بیڑ) (۴) خاکچہ نگاری ایجاد کرنے پر خصوصی سیمینار منعقد (۵) خصوصی اعزاز (ڈاکٹر نذیر فتح پوری کے ہاتھوں) (۶) خصوصی اعزاز (منجانب بھارتیہ اردو وکاس فاؤنڈیشن سولا پور) (۷) اعزاز واستقبال منجانب ''عکس ادب'' اورنگ آباد

☆

منتخب کلام (غزلیں)

سب سے حسین میں ہوں اس کا جمال ہوں
فی احسنِ تقویم ہوں اس کا کمال ہوں
یکتائی اس کی دیکھو اس کی مثال ہوں
نقشہ اسی کا ظاہر ، میں خط و خال ہوں
مٹی کی ایک مورت معدوم کی حقیقت
نقش و نگار اس کے رونق جمال ہوں
پردے میں کب نہاں ہے نزدیک رگ جاں ہے
قائم اسی کے دم سے بس قیل و قال ہوں
مشہود اور شاہد بے شک وہی ندیمؔ
میں اس کا آئینہ ہوں میں ہی خیال ہوں

★

کاندھے پہ لئے لاش کھڑے ہم سرِ بازار
دو چار قدم چلنا بھی اب ہوگیا آزار
سلطان کی سلطانی ، فقط بغض اور عناد
اس دور تظلم میں جینا ہوا دشوار
اک چاند کی تسخیر میں ، اہل زمین پر
کیا ، کیا ستم ہوئے ہیں جن کا نہیں شمار
دنیا نئی بساؤ ، پہلے مگر بتاؤ
برباد ہوئے گھر جو ان کا کہاں غبار
معراج فقط سیر ہے ، اعزاز ہے عروج
واپس پلٹ کے آنا اعجاز باوقار
بن دیکھے ہم نے مانا ایماں کی ہے دلیل
دیکھا ہے تم نے لیکن پھر بھی نہیں قرار
انگلی کا اک اشارہ ، دوپارہ مہ ندیمؔ
ارض و سماں ہیں تابع محبوبؐ کردگار

★

گلشن کی خیر ، مالی شیطان بن گیا
ظالم کا ہے مقدر سلطان بن گیا
فرعون تو فرعون تھا ، پانی قبر بنا
عبرت کی جیتی جاگتی پہچان بن گیا
وہ جھونپڑی سے باہر نکلا نہیں کبھی
اچھے دنوں کی آس کا عنوان بن گیا
وہ کیا بسائے چاند پہ سپنوں کا ایک گھر
دھرتی پہ جس کا پاؤں طوفان بن گیا
فتنہ فساد و نفرت ہے جس کا پاندان
منہ میں دبا کے پان اگلدان بن گیا
تعمیر گلستاں کی ممکن نہیں ندیمؔ
مسند نشیں ہے الّو شمشان بن گیا

★

ظلمت کا دور ہے یہ روشن چراغ رکھنا
تم بھی ہوا کے زد پہ روشن چراغ رکھنا
طوفان بلاخیز ہے کشتی کے ناخداؤ
پانی کے بپھرے لب پہ روشن چراغ رکھنا
بکھری ہوئی ہیں سانسیں کمزور ہے حیات
تار نفس نہ ٹوٹے ، روشن چراغ رکھنا
آجا کہ مل کے بیٹھیں ، عہد وفا بھی کرلیں
دشمن بھی تاک میں ہے روشن چراغ رکھتا
اک دور تھا کہ اپنا تھا تاج بھی ندیمؔ
گم گشتہ ہیں فسانے روشن چراغ رکھنا

★

موسم نے رخ ہے بدلا ، آثار تیکھے تیکھے
بے برگ و بار ٹہنی ، اثمار پھیکے، پھیکے
گفتار میں ہے تلخی ، افکار تیکھے، تیکھے
کیسے لکھیں کہانی ، کردار ڈھیلے ڈھیلے
دیکھی بہاریں ہم نے ، ماضی کا ہے فسانہ
احباب نے ہیں ، بدلے اطوار دھیمے، دھیمے
لگتا نہیں ہے ممکن ، کیسے چھپائیں گے ہم
جو شرم سے ہوئے ہیں چہرے بھی پیلے پیلے
محشر سے پہلے محشر کیسا ندیمؔ ہے یہ
ہیں چھید کشتیوں میں پتوار ڈھیلے ڈھیلے

☆☆☆

ISSN 2320-6519

مختصر تعارف

نام : قاضی جاوید احمد صدیقی
تخلص : ندؔا
پیدائش : ۳۰؍اپریل ۱۹۷۰ء بمقام اورنگ آباد
والد : قاضی غوث محی الدین (جے پی سعیدؔ)
تعلیم : ایس ایس سی (مولانا آزاد ہائی اسکول)
گریجویشن اِن سول انجینئرنگ
پیشہ : سیول انجینئر (میونسپل کارپوریشن اورنگ آباد)
مشغلہ : شاعری
اصلاح : جے پی سعیدؔ، فاروق شمیم

☆

منتخب کلام (غزلیں)

وفا پرست ہیں تن من نہ کیوں نثار کریں
ہم آئینہ ہیں تو چہروں کا اعتبار کریں

میں چاہتا ہوں کہ الجھے چراغ آندھی سے
کہے ہواؤں سے سانسیں ذرا شمار کریں

پہنچ نہ پائے یہ تعبیر اپنے خواب تلک
اسی خیال میں دامن نہ تار تار کریں

کوئی صدا کبھی اپنا بھی نام لے کے اٹھے
بس انتظار کریں اور بار بار کریں

ندؔا بتاؤ ہمیں زندگی سمجھ بھی سکی؟
تقاضہ کرتی ہے پھر بھی کہ اس سے پیار کریں

★

زیست ڈھونا ہماری قسمت ہے
زندگی کی یہی حقیقت ہے

ٹوٹے پرزوں سے خواب کے اب تو
دل بہلنا بھی ایک نعمت ہے

شعر کہنا مرا ہنر ہی نہیں
والدِ محترم کی عادت ہے

روز کانٹوں کے درمیاں کھلنا
گُل کا انداز بھی نصیحت ہے

ایک ٹوٹا ہوا کھلونا کیا؟
میرے دل کی بھی کوئی قیمت ہے؟

اے ندؔا! دل سے کیا ندا آئی
آج بوجھل ذرا طبیعت ہے

★

اپنے جنوں کی آگ میں جلتا رہا ہوں میں
پھر سانس لے کے اور سنبھلتا رہا ہوں میں

الفاظ بھی سلگ اٹھے جیسے خیال کے
پھر موم کی طرح سے پگھلتا رہا ہوں میں

اشعار میں جو ایک اچھوتا سا رنگ ہے
بس زاویہ نظر کا بدلتا رہا ہوں میں

آوارگی کی گرد مرے ساتھ ساتھ تھی
رستہ بدل بدل کے بھی چلتا رہا ہوں میں

یہ کس کی چاہ میں ندؔا دن رات کٹ گئے
یہ کس کی آرزو میں مچلتا رہا ہوں میں

★

مجھے تلاش تھی جس کی یہاں، ملا ہی نہیں
کہ ایسا پھول چمن میں کوئی کھلا ہی نہیں

تمام شہر میں اب کوئی دل کشا ہی نہیں
بچھانے راہ میں کانٹے کوئی رہا ہی نہیں

ستم ظریفی تری ہے کہ یہ تغافل ہے
خوشی میں خوش نہ سہی غم سے آشنا ہی نہیں

بہت ہی بڑھنے لگی بدگمانیاں ان کی
کہ وہ بھی سوچ لیا، میں نے جو کہا ہی نہیں

ملے رقیب سے ہنس کر وہ جب بھی محفل میں
ہماری دید کو وہ پل کبھی بچا ہی نہیں

عجیب بات ہے بیٹھا ہوں آئینہ لے کر
میں بولتا ہوں مگر وہ تو بولتا ہی نہیں

ندؔا نے بھولنا چاہا تھا اس کی باتوں کو
مگر دماغ سے قصہ کوئی گیا ہی نہیں

★

اس نے کی تھی کبھی وفا شاید
وہ بھی برباد ہو گیا شاید
دھوپ ٹھٹھری ہوئی سی لگتی ہے
آ کے بادل برس گیا شاید
زرد چہرے پہ خوف کا سایہ
آئینہ آپ سے ملا شاید
جبکہ دل پر وہ راج کرتے ہیں
پھر بھی رہتے ہیں کچھ خفا شاید
دیا جلتے ہی مسکرایا کیوں؟
اس سے آندھی نے کچھ کہا شاید
آج پھر زندگی ہوئی نادم
دل سے سن لی ہو کچھ ندؔا شاید

★

سائے کچھ آ کے آج شریکِ سفر ہوئے
منزل سے بے خبر جو رہے راہبر ہوئے

گرداب تھے ہمارے بھی پیروں میں رات دن
نکلے جو تیرے در سے، سدا دربدر ہوئے

آنکھوں میں بس گیا ہے کوئی خواب ٹوٹ کر
پھر سلسلے بھی نیند کے زیر و زبر ہوئے

شاید ہیں ان کی یاد کی سب مہربانیاں
بے چین دل ہی دل میں جو شام و سحر ہوئے

دل کو جو اپنے زخم لگاتے گئے ندؔا
قسمت تو دیکھیے کہ وہی چارہ گر ہوئے

☆☆☆

مختصر تعارف

نام : شفیع احمد خان

قلمی نام : شفیع احمد شفیع

والد : محمود خان

تعلیم : ایم اے (اردو)

رجسٹریشن برائے پی ایچ ڈی بعنوان ''مراٹھواڑہ کے منتخب شعراء کے کلام کا عروضی مطالعہ''

پیشہ : ملازمت بحیثیت اہل کار (کلرک)

تصانیف : (۱) خواب کا اشارہ (شعری مجموعہ)
(۲) اعرابِ چشم (شعری مجموعہ)

زیر طبع : حسنِ عروض (مضامین کا مجموعہ)

ایوارڈز : (۱) ساحر لدھیانوی۔منجانب اردو ساہتیہ اکادمی گورنمنٹ آف مہاراشٹر۔ بدست چیف منسٹر پرتھوی راج چوہان (۲) سہ ماہی ''عکس ادب'' اورنگ آباد۔ اس کے علاوہ دیگر مقامی و بیرونی ایوارڈز

علم عروض پر لیکچرس: مالیگاؤں سینئر کالج، پربھنی جونیئر کالج، پرتور جونیئر کالج، سیلو ہائی اسکول، انٹرویو ٹی وی، ناگپور دوردرشن مہاراشٹر

مشاعروں میں شرکت : مقامی، علاقائی و قومی و ممبئی دوردرشن، دومرتبہ

دارالسلام حیدرآباد (نعتیہ مشاعرہ : ای ٹی وی اردو راست ٹیلی کاسٹ پوسد، ای ٹی وی اردو، پاتھری ای ٹی وی اردو حیدرآباد، منصف ٹی وی چینل

آکاشوانی مشاعرے : دلّی، ممبئی، پونہ، اورنگ آباد، احمد نگر، جلگاؤں، ناندیڑ، پربھنی

خصوصی گوشہ : اعترافِ خدمات، سہ ماہی ''عکس ادب'' اورنگ آباد۔

اشاعت کلام و مضامین اخبار و رسائل : روزنامہ انقلاب (ممبئی)، روزنامہ منصف (حیدرآباد)، روزنامہ اورنگ آباد ٹائمز (اورنگ آباد)، روزنامہ ایشیاء ایکسپریس (اورنگ آباد)، روزنامہ عالمگیر (اورنگ آباد)، ماہنامہ وقار ہند (حیدرآباد)، ماہنامہ بتول (رامپور)، ماہنامہ زرین شعاعیں (بنگلور) و دیگر اخبارات و رسائل۔

☆

منتخب کلام (غزلیں)

نہ دہقاں نہ فوجی کا خوں بولتا ہے
حکومت کے سر میں جنوں بولتا ہے
کبھی عدل ہم سا نہ کوئی بھی کرتا
جو کرتا کہاں جوں کا توں بولتا ہے
غزل میں نہ کیوں ہو محبت کی آیت
قلم پر جو اس کا فسوں بولتا ہے
وہ ہر مسئلے پر ہے محتاج اس کا
نمٹنے کی خاطر جو یوں بولتا ہے
نہ مومن کا خوں ہے بغاوت کا حامی
مگر کب تلک چپ رہوں بولتا ہے
چراغِ وفا جو درِ چشم جلتے
وہ ہنس کر ادب سے دروں بولتا ہے
اسی سے بھلا کیوں وہ فریاد کرتا
جو سنتا کبھی ہاں نہ ہوں بولتا ہے
مسلماں کا آدھا ہے ایمان پاکی
نہ سر میں کھجاتا نہ جوں بولتا ہے
جسے مالِ جائز میسر نہ احمد
کہاں اس کے گھر میں سکوں بولتا ہے

★

بات آئی گئی روانی میں
''عکس ٹھہرا ہوا ہے پانی میں''
میں غزل میں اُسے منالوں گا
وہ جو روٹھے کبھی کہانی میں
اور آتا مزہ عبادت کا
تو جو چکھتا بھری جوانی میں
آنکھ مہکی سلائی پھیرے جو
وہ نظر کس کی سرمہ دانی میں
میری محنت بھی ہے ذرا سی پر
فضل اُس کا ہے کامرانی میں
جان مشکل سے تیری نکلے گی
دل جو اٹکے گا دارِفانی میں
اُن کو برتو سنبھل کے احمد تم
لفظ ڈھلتے نہ جو معانی میں

★

غزل کے ریشمی گیسو شرارت بند کردے تو
قیامت اور برپا ہو قیامت بند کردے تو
اگر وہ منچلی آنکھیں عنایت بند کردے تو
اشاروں میں کہاں شوخی نزاکت بند کردے تو
یقیناً وہ نوازے گا ہمیں اس کے خزانے سے
امانت میں مگر دل سے خیانت بند کردے تو
ادا سے ناز سے عشوے سے ان کے جاں ہے پھولوں میں
اگر وہ تتلیاں غمزے شرارت بند کردے تو
جنازوں میں بھی شرکت کا خدا موقع نہیں دے گا
مریضوں کی اگر ہم جو عیادت بند کردے تو
علامت زندگی کی ہے یہاں ہنگامہ آرائی
وطن میں ہو کہاں رونق بغاوت بند کردے تو
کسی میں جرم کرنے کی کہاں ہوگی بھلا ہمت
عدالت گر چہ مجرم کی ضمانت بند کردے تو
ابھی ہے وقت آجاؤ حسیں وحدت کے سائے میں
نہ پچھتاؤ خدا دارالعبادت بند کردے تو
تزلزل ہو کہیں سیلاب طوفاں ہو کہیں سوکھا
خدا کی راہ میں احمد سخاوت بند کردے تو

☆☆☆

مختصر تعارف

نام : شیخ الطاف
تخلص : الطاؔف
ولدیت : شیخ اقبال
تاریخ پیدائش : یکم جون ۲۰۰۱ء
بمقام : پربھنی
موبائل : 9370695644
پرائمری تعلیم : سونیا گاندھی پرائمری اسکول پربھنی
ثانوی تعلیم : موئیدالمسلمین ہائی اسکول پربھنی
اعلیٰ تعلیم : بارہویں (شیواجی کالج پربھنی)
گریجویشن : مائیکروبائیلوجی (DSM کالج پربھنی)
ڈپلومہ : D.M.LT. ایس آر ٹی یونیورسٹی
پیشہ : مائیکروبائیلوجسٹ (ریاض، سعودی عربیہ)
زیر ترتیب : خواب اپنی آنکھوں کے (شعری مجموعہ)

الطاف اقبال کی شاعری میں فن کی لطافت بھی ہے اور سخن کا اقبال بھی ہے۔ آپ کی شاعری میں جدت و قدامت کا آمیزہ اور سماجی روایت ہے۔ دیگر اصنافِ سخن کے مقابلے میں غزل گوئی پر دسترس زیادہ ہے۔ آپ کی غزلوں میں فلسفہ، مذہب، اخلاقیات، نفسیاتِ انسانی، شعور و آگہی، فکر و نظر اور تجربات موجود ہیں۔ آپ کی غزل کے آئینہ خانے میں معشوق کی جلوہ افروزی کے ساتھ ساتھ زندگی بھی اپنے گوناگوں مظاہر کے ساتھ پرتوفگن ہے۔

منتخب کلام (غزلیں)

تو حوصلہ رکھ گرچہ مخالف ہے ہوا بھی
کامل ہو اگر جذبہ تو جلتا ہے دیا بھی

گزروں جو تری رہ سے تو آتا ہے مزہ بھی
ہر چند یہ کہتی ہے مری لغزشِ پا بھی

اس دورِ پُر آشوب میں ایماں کو بچا بھی
بیٹھے ہیں یہاں بن کے کئی لوگ خدا بھی

ہم اہلِ جنوں رکھتے ہیں وارستہ مزاجی
یکدم سے ہیں خوش اور ہیں یکدم میں خفا بھی

رُک رُک کے اُٹھی جاتی ہیں اس عشق کی لپٹیں
تسخیرِ دلِ مست ہے اُس بُت کی ادا بھی

اِک شوخِ شکر لب نے کہا ہو کے مخاطب
ہم سوں کے لئے کیجئے اِک روز دعا بھی

کیا کہئے کہ الطاؔف اب اس دشتِ جنوں سے
وحشت میں گُزر جاتے ہیں ہم آبلہ پا بھی

★

اس دِل کا تقاضہ ہے کہ آغوش میں رہیے
وحشت میں بھی طوفاں کی طرح جوش میں رہیے

رہنے سے تو اِس چرخِ کم آزار کے نیچے
بہتر ہے کسی وادئ خاموش میں رہیے

پوچھا کہ نشہ کیسے ہو پینے کے علاوہ
ساقی نے کہا دیدۂ مے نوش میں رہیے

اِک کارِ قیامت سا ہے یہ شغلِ جنوں بھی
ہر آن کسی نغمۂ خاموش میں رہیے!!

اللہ رے زلفوں کی گھٹا حُسن کی شوخی
پھر کہتے ہو ہم سے کہ ذرا ہوش میں رہیے

اِک پل کی ملاقات میں کہتی ہے طبیعت
الطاؔف اسی حلقۂ گلپوش میں رہیے

★

ادا سے جب سرکتی ہے نقاب آہستہ آہستہ
برستی ہے اُن انکھیوں سے شراب آہستہ آہستہ

ہوا ہے اِس طرح یہ دِل رُخِ زیبا کا سودائی
کہ چڑھتا جائے ہے رنگِ شباب آہستہ آہستہ

کرم ہے اُس بُتِ کافر کی مستی خیز نظروں کا
ہوا ہوں میں جو اِس درجہ خراب آہستہ آہستہ

سمجھ آجائیں گے کچھ باب بھی عمرِ گزشتہ کے
پڑھا کر تو مرے دِل کی کتاب آہستہ آہستہ

بیاں کیا ہو تمہارے عارضِ شفاف کا عالم
کہ جیسے صبح نکلے آفتاب آہستہ آہستہ

سمجھ لو اُن نگاہوں کی ستمگاری نے لایا ہے
ہمارے دِل کی بستی میں عذاب آہستہ آہستہ

ذرا سا تُم بھرم رکھ لو مری مشتاق نظروں کا
طلب کرتی ہے یہ تُم سے جواب آہستہ آہستہ

مجھے وحشت تو ہوتی ہے کہ اب بھی دِل کے ممبر سے
کوئی تو ہے جو کرتا ہے خطاب آہستہ آہستہ

یہی تو ریت ہے کہ زندگی ہم خاکساروں کو
کئے دیتی ہے!!! لیکن، کامیاب آہستہ آہستہ

★

کچھ فتنۂ دوراں ابھی کھوکے بھی بہت ہیں
اس دور میں انساں کے کچوکے بھی بہت ہیں

اے شاہِ سُخن سُن لے کہ دنیائے ادب میں
ہم ایسے سخنور تو نہ ہو کے بھی بہت ہیں

کیا حال ہوا کوچۂ جاناں میں ہمارا
انداز لگانے یہ شلوکے بھی بہت ہیں

واللہ نظر بھر کے طبیعت کو ہماری
اُس حُسن کے ہلکے سے جھروکے بھی بہت ہیں

ہم نے تو کئی بار تیری یاد کے آنسو
آنکھوں کے دریچوں ہی میں روکے بھی بہت ہیں

دِل اُس سے لگا، سن لے مگر، شوقِ شہادت!
اِس عشق میں اخلاص کے دھوکے بھی بہت ہیں

پل بھر کو میں اِس بزم میں بیٹھا تو لگا کہ
یاں پھول تو گلدان میں شو کے بھی بہت ہیں

☆☆☆

مختصر تعارف

پورا نام : شیخ شہلا سلطانہ
تخلص : شہلاؔ
قلمی نام : شہلا اورنگ آبادی
پیشہ : درس و تدریس، معلّمہ
(برہانی نیشنل اردو پرائمری اسکول، سٹی چوک، اورنگ آباد)
ولدیت : محمد سلطان
آبائی وطن : اورنگ آباد
تاریخ ولادت : ۱۷؍ مئی ۱۹۷۴ء
تعلیم : ایم اے (اردو)، ڈی ایڈ
آغاز شاعری : میٹرک سے
موبائل : 9595600678

شہلاؔ اورنگ آباد کے ایک متوسط گھرانے میں پیدا ہوئیں۔ شہلا سلطانہ نے تعلیم سے فراغت کے بعد درس و تدریس کا پیشہ اختیار کیا۔ شہلا سلطانہ کو شاعری کا ذوق زمانہ طالب علمی سے رہا ہے۔ اِن کے فن کو جلا بخشنے میں ضیاء العلوم گرلز اسکول کی معلمات نفیس باجی، زاہدہ باجی اور ادیبہ باجی پیش پیش رہی ہیں۔ شہلاؔ نے ابتداء میں بشرؔ نواز سے اپنے کلام پر اصلاح لی۔ وہ ایک معتبر، کم سخن اور ملنسار شخصیت کی مالک ہیں۔ نرم گفتار، مخلص اور ملنسار شخصیت کا نام شہلاؔ سلطانہ ہے۔ موصوفہ سماجی تعاون کے جذبہ سے سرشار اپنی قوم کے تئیں نرم گوشہ رکھنے والی خاتون ہیں۔ سماجی خدمات کے جذبے کی وجہ سے اورنگ آباد کی مختلف سماجی تنظیموں سے منسلک ہیں اور ایک فعال رکن کی حیثیت سے سرگرم ہیں۔

شہلاؔ کی شاعری میں رومانیت، مقصدیت اور اصلاح معاشرہ جیسے اوصاف پائے جاتے ہیں۔

☆

منتخب کلام

غزل

سچائی کے سینے پہ جھوٹ کا جو بیج تم نے بویا ہے
پایا تو بہت مگر پتہ چلے گا کیا تم نے کھویا ہے

رنگینیاں دنیا کی بہت راس آئیں ہے مگر پھر
پلکوں کو ندامت کے بھی آنسوؤں میں بھگویا ہے

حق مار کے اوروں کا بہت جی لیا شہرت بھی کمائی مگر
پایا تو بہت پر پتہ چلے گا کیا تم نے کھویا ہے

مکاریوں کا پھیلا کے سحر چارسو سوچا ہی نہیں
جس کشتی کے تم نگہباں تھے اسی کو کیوں ڈبویا ہے

کیا اُبھر سکے گی وہ قوم جس کے پاسباں ہو تم
صدائے حق سے جگاؤ شہلاؔ انھیں جن کا ضمیر سویا ہے

★

غزل

ہزاروں رنگ دے گئی زیست
بسایا کسی کو تو کر گئی کسی کو نیست

جب بھی تمنا ہوئی مجھے جینے کی
دل نے گنگنایا تیرے ہی گیت

ساز سی بجتی ہے آواز تیری
سنایا ہے جیسے کسی نے کوئی سنگیت

اپنے پیار سے نہیں ملتا کسی کا پیار
کوئی نہ ہوگی ایسی جیسی اپنی پریت

★

غزل

سخنوروں خاموش کیوں ہو بتاتے بھی نہیں ہو
لفظوں میں چھپی ہے چنگاری تو جلاتے بھی نہیں ہو

دل سوز ہے داستاں تو درد مٹانے کی بات کرو
گریہ و زاری یہ اپنی کسی کو سناتے بھی نہیں ہو

شعلے جو اُٹھیں گے تو خاک ہوگا گلستاں بھی
فنا کا ہے گر شوق تو مدعا اٹھاتے بھی نہیں ہو

تسکینِ روح کو درکار ہے شادمانی قلب و جگر کی
خوشیوں کا اپنی یہ جشن مناتے بھی نہیں ہو

عالم و فاضل و دانا و عاقل و مسیحا ہو تم
تو کیوں پھر شہلہؔ نااہل کو جھکاتے بھی نہیں ہو

★

نعت

زمیں سے آسماں تک نور کی رسائی آپ کی
ازل سے ابد تک دنیا میں ہے رہنمائی آپؐ کی

گود سے گور تک بن کے رہیں ہم خیرالامم
شب سے سحر تک عبادت کی یہ پارسائی آپؐ کی

کیوں نہ کریں صدقے نبیؐ پر جاں دونوں جہاں کی
صدیوں تک قائم رہے گی سچائی آپؐ کی

ہے آرزو نوش کریں جامِ کوثر آپ کے ہاتھوں
پھر کیوں نہ ہو شہلاؔ بھی دید کی تمنائی آپؐ کی

★

دوشعر

کئی گھروں کو نگلنے کے بعد آتی ہے
مدد بھی شہر کے جلنے کے بعد آتی ہے

مچلتا ہے عدو بھی پانے تجھے ائے اقصیٰ
نیند یاں خاروں پہ چلنے کے بعد آتی ہے

☆☆☆

مختصر تعارف

نام : ڈاکٹر یوسف خان جبار خان
قلمی نام : ڈاکٹر یوسف صابرؔ
(شاعر، محقق، نقاد، افسانہ نگار، مضمون نگار)
تعلیمی قابلیت : ایم اے (اردو، تاریخ اور فارسی)
بی ایڈ، نیٹ (اردو) پی ایچ ڈی
تاریخ پیدائش : ۱۷؍ مئی ۱۹۶۰ء
بمقام : پربھنی
رہائشی پتہ : پلاٹ نمبر ۱۷۴، سروے نمبر ۲۰۱،
سویرا پارک، عقب ابراہیم مسجد، جٹواڑہ روڈ، ہرسول،
اورنگ آباد۔ 431008 (مہاراشٹر)
موبائل : 09326772575
ای میل: akseadab@gmail.com

ادبی خدمات :

☆ ایڈیٹر، پبلشر اینڈ اونر "عکس ادب" سہ ماہی اردو (اورنگ آباد، مہاراشٹر) ۲۰۱۲ تا وقت (۴۵؍ شمارے شائع ہو چکے ہیں)

شائع شدہ کتب : ۶ سے زائد

☆ **شائع شدہ مضامین، افسانے اور غزلیں و نظمیں : ۲۰۰ سے زائد**

☆

منتخب کلام

(غزلیں)

★

اندھیرا گھر میں ہر اک روشنی کے ساتھ رہا
غموں کا سایہ ہمیشہ خوشی کے ساتھ رہا

کبھی شراب میں ڈوبی کبھی غریبی میں
عجیب المیہ یہ شاعری کے ساتھ رہا

اسی کو سب جہاں میں اب شریف کہتے ہیں
تمام زندگی جو بزدلی کے ساتھ رہا

شکست وقت دے سکا نہ زمانہ اس کو
سدا جہان میں جو خوش دلی کے ساتھ رہا

کوئی سنور گیا کسی نے فنا خود کو کیا
برا زمانہ تو ہر آدمی کے ساتھ رہا

فقط اسی صدف میں بنتا ہے گوہر صابرؔ
سمندروں میں بھی جو تشنگی کے ساتھ رہا

★

خزاں کا دور ہو یا ہو بہار کا موسم
ہمیشہ دل میں ہمارے ہو پیار کا موسم

بنا نماز کے ہماری زندگی میں کبھی
نہ آسکے گا دلوں کے قرار کا موسم

بچا سکے نہ اگر ایکتا کے پھولوں کو
چمن کو لوٹ لے گا انتشار کا موسم

جو اس طرح سے ہمیں اپنے بھی دیں گے دھوکے
کہاں سے لائیں گے ہم اعتبار کا موسم

جسے بھی دیکھئے مقروض نظر آتا ہے
یہ کون لایا وطن میں ادھار کا موسم

تباہ کر کے نکل جائے نہ تمھیں صابرؔ
نہ لاؤ زندگی میں تم خمار کا موسم

★

یادوں کی دل کے آسماں پہ کہکشاں بنے
ہے عشق وہی آگ جس میں گلستاں بنے

ایسے ہی محبت میں مکمل جہاں بنے
بن جاؤ تم زمیں جو کوئی آسماں بنے

تعمیر زندگی میں رکاوٹ ہے اندھیرا
چمکے ذرا جو برق میرا آشیاں بنے

ایسی رکاوٹیں ہوں پڑے حوصلے میں جان
مضبوط ہوں دیواریں تو پختہ مکاں بنے

خوشحالی اب وطن میں اپنے تب ہی آئے گی
حضرت عمرؓ سا کوئی اگر حکمراں بنے

کس کس کو آزمائیں گے صابرؔ عوام بھی
کاغذ کا شیر آج کا ہر حکمراں بنے

★

ساری محفل کے بھی روکے سے نہ روکا جائے گا
جل اٹھے گی جب شمع پروانہ جلتا جائے گا

زندگی میں جس کے غم ہے تو ہی ایک تنہا نہیں
خواہشوں کا کارواں ہر دل میں لٹتا جائے گا

تجھ میں ہے کچھ کر دکھا دے آگے بڑھ کر خود ہی تو
اس طرح ہی آج تیرے فن کو پرکھا جائے گا

تم ڈرا کر اب کسی کو چپ کرا سکتے نہیں
مانگنے سے حق نہ مل پائے تو چھینا جائے گا

ہم غموں میں رہ کے بھی ڈھونڈا کریں گے اب خوشی
پھول وہ توڑیں گے جو کانٹوں میں پلتا جائے گا

بچ کے رہنا زندگی کے درد سے ممکن نہیں
زخم اک بھر بھی گیا تو ایک ابھرتا جائے گا

موت کے خاطر ملی ہے زندگی ہم کو مگر
زندگی کے واسطے ہر شخص مرتا جائے گا

آسماں پر دل کے ارمانوں کا صابرؔ روز ہی
ڈوبتا جائے گا سورج پھر ابھرتا جائے گا

☆☆☆

ISSN 2320-6519

مختصر تعارف

نام : سید شاہ حسین نہری
قلمی نام : شاہ حسین نہری
تخلص : شاؔہ
موبائل : 9225303313
ولادت : ۱۲؍فروری ۱۹۴۱ء
(دفتری کاغذات میں ۲۴؍نومبر ۱۹۴۱ء)

والد: (الحاج) سید احمد نہری (ایڈوکیٹ) مرحوم

والدہ : (الحاجّہ) سیدہ فاطمہ بیگم (مرحومہ) بنتِ سید نورالمنیب اللہ (مرحوم)

شریک حیات : (۱) مرحومہ عارفہ گلبدن بانو بنت محمد علی احمد (۲) حُسینہ بیگم بنت قاضی بدرالدین

تعلیم : اورنگ آباد دکن میں (۱) مدرسۂ تحتانیہ مرکزی جونا بازار ، اورنگ آباد دکن (۲) نیو مڈل اسکول (۳) سٹی ہائی اسکول (۴) بی ۔اے (اردو، تاریخ، سیاسیات) مراٹھواڑہ یونیورسٹی (۵) ایم ۔اے (اردو) (چانسلرس میڈل یافتہ) ۱۹۶۹ء

ملازمت: (۱) مددگار مدرس، معین العلوم ہائی اسکول، سلک ملز، اورنگ آباد دکن ۔۱۹۶۷ء تا ۱۹۷۰ء (درمیان میں مولانا آزاد ہائی اسکول بھیجا گیا تھا آٹھ دن)
(۲) لکچرر شعبۂ اردو، بل بھیم آرٹس، سائنس و کامرس کالج، بیڑ، ۸؍اگست ۱۹۷۰ء تا ۳۱؍جولائی ۱۹۹۹ء

☆**کتابیں** : (۱) شبِ آہنگ (شعری مجموعہ) ، ۱۹۷۹ء، (مراٹھواڑہ یونیورسٹی، اورنگ آباد دکن کے مالی تعاون سے)
(۲) شبِ تاب (شعری مجموعہ)، ۱۹۹۹ء
(۳) رباعیاتِ شاؔہ، ۲۰۰۳ء
(۴) سامانِ تسکین (حمد و مناجات، نعت و منقبت)، ۲۰۰۳ء
(۵) عروض، منتخب بحریں اور تقطیع ۔۲۰۰۳ء
(۶) ربیعہ، دیوان رباعیات شاہ ۔۲۰۰۸ء
(۷) شاہ بانی، دیوان رباعیات شاہ ۔۲۰۰۹ء
(۸) شب آفتاب (شعری مجموعہ) ۲۰۱۱ء
(۹) میرے گلشن کے پھول (بچوں کیلئے نظمیں) ۲۰۱۲
(۱۰) سامان تسکین (اشاعت دوم) ۲۰۱۲ء
(۱۱) گلبدن کی یاد میں ۔رباعی کی ہئیت شخصی مرثیہ ۔۲۰۱۲ء

پتہ : ''کاشانہ'' پلاٹ ۴۷، راحت کالونی، عقب پنچایت سمیتی، اورنگ آباد ۔۴۳۱۰۰۱ (مہاراشٹر)

غیر مطبوعہ : گُل کُنج (کلیات)

منتخب کلام

غزلیں

★

دم بھر سراب یاری
حسرت کی آب یاری
گم بے حجاب الفت
حاصل حجاب یاری
دل آشنا نہیں وہ
ماضی کا باب یاری
دوری اب آپ ہی سے
کب تیری تاب یاری
بس تیز و تند دریا
کیوں یہ حباب یاری
دل عفو کی طلب ہے
جیسے ثواب یاری
سیتے ہیں شاؔہ گھر اب
گزری سحاب یاری

★

آئیں پھر وہ رتیں تو جانوں
دم مرا وہ بھریں تو جانوں
آنکھوں آنکھوں کہا سنی ہے
بات دل کی سنیں تو جانوں
بات سب مرے لیے ہے
مجھ سے بھی کچھ کہیں تو جانوں
آتے جاتے تو وہ رہے ہیں
اب کے آ ہی رہیں تو جانوں
در دریچوں میں پھر سے مہکیں
گلبدن خوشبوئیں تو جانوں
اشک موتی جھپکتی پلکیں
راہ روشن کریں تو جانوں
دشمن اپنا تو ہوں نہیں میں
شاؔہ مجھ سے ملیں تو جانوں

★

ثلاثیاں

آدمی عہدنو کا وہ شہباز
پر کتروا کے آپ اپنے ، جو
کہہ رہا ہے کہ دیکھ اب پرواز

★

کیا پڑوسی ہے وہ پڑوسی بھی
جس کی دیوار کی بلندی سے
ہے پڑوسی کے گھر میں تاریکی

★

شاؔہ گل سے مشامِ جاں مہکے
ورنہ کاغذ کے پھول کیا کم ہیں
رنگ ان کے بھی ہیں بہت اچھے

★

دوہے

ماں کی ہے یہ تربیت میں جو بنا انسان
ذہن بنایا باپ نے انساں کی میں شان

★

دنیا سوق زوٗر ہے رنگ بھی اس کے شوخ
شاؔہ کا دل خوش رنگ ہے پر نہ کہیں سے شوخ

☆☆☆

مختصر تعارف

نام : ڈاکٹر قاضی محمد خلیل الدین صدیقی۔ تخلص : قاضی
پیدائش : ۱۸؍دسمبر ۱۹۷۱ء
والد : قاضی محمد قائم الدین صدیقی
بمقام : پان گاؤں تعلقہ رینا پور ضلع لاتور
تعلیم : ایم اے، ایم ایڈ، بی جے ایم ایس، پی ایچ ڈی، نیٹ (اردو)
موبائل : 9422658736

☆کتب : نثر پارے (ادبِ اطفال) ، اقراء (تعلیمی مضامین)، چھوہارے (ادبِ اطفال)، اقوالِ حسنہ (اقوال زریں)، بیاض اکبر (تحقیق و تنقید)، دودن تین راتیں (اسلامی معلومات)، شہر دل (شاعری)، حدیث پاک سے (مراٹھی/ ہندی)، تبصرے ہی تبصرے (تنقید و تبصرہ) ، برگِ صحرا (غزلیات) سمندر کی لہریں (ہندی شاعری) کہیں دیر نہ ہوجائے (ہندی میں اصلاحی کہانیاں) طوافِ آرزو (قطعات) سواد اردو شاعری چہ (مراٹھی)، حرف معطر (تحقیق و تنقید) عصر حاضر اور اردو ادب اطفال (تحقیق و تنقید) تلنگانہ کے اردو مدارس (مرتبہ) اردو ہے جس کا نام (تحقیق و تنقید) تنویر حمد (حمدیہ قطعات کا مجموعہ) قرطاس و قلم (تحقیق و تنقید) لفظوں کی مہک (ادبِ اطفال) شکشنا چہ مہا میرو (مراٹھی) اردو ڈرامہ: کل آج اور کل (تحقیق و تنقید) اردو افسانہ تحقیق و تجزیہ (تحقیق و تجزیہ) نسائی ادب کے مختلف زاویے (تحقیق و تجزیہ)

پتہ: اردو گھر، قادری نگر، اوسہ ضلع لاتور 413520 مہاراشٹر

منتخب کلام

غزلیں

نازک بہت ہیں آئینے فضل و کمال کے
دل خانۂ خدا ہے اِسے رکھ سنبھال کے
اپنی مشقتوں کو پسینے میں ڈھال کے
بچوں کو میں کھلاتا ہوں لقمے حلال کے
اِن آنسوؤں کی قدر ضروری ہے اِس لئے
اِن آنسوؤں میں جلوے ہیں حسن و جمال کے
فاؔنی صفؔی و داغؔ تھے اردو کی آبرو
ہیں معترف زمانے میں سب اِس خیال کے
تعریف اپنے پرکھوں کی ہے مختصر یہی
لاتے تھے کشتیوں کو بھنور سے نکال کے
دریا کو بند کوزے میں کرنا کمال ہے
دنیا میں چند ہوتے ہیں شاعر کمال کے
قاؔضی حیاتِ دل کا سفر کٹ گیا مگر
پوچھو نہ کیسے گزرے ہیں دن ماہ و سال کے

★

منظر کو دیکھ پھر پس منظر تلاش کر
دیوار ہی میں ہوگا کہیں در تلاش کر
اسلوبِ شعر کے نئے تیور تلاش کر
غالبؔ کی فکر میرؔ کے نشتر تلاش کر
آئینے بیچنے کا اگر شوق ہے تجھے
اندھوں کے بیچ کوئی نظرور تلاش کر
سایہ نکل کے جسم سے آخر کدھر گیا
اُس کو حصارِ ذات سے باہر تلاش کر
پیراہنِ ضمیر کو دھونے کے واسطے
شہ رگ میں روشنی کا سمندر تلاش کر
وحشی ہوا سے چاہتا ہے گر مقابلہ
بازو سے جوڑنے کوئی شہپر تلاش کر
جلوہ نما ہوا تھا جو ایک بار طور پر
قاؔضی تو پھر وہی رخِ انور تلاش کر

★

انتظارِ حُسن میں ہر غم بڑا اچھا لگا
شام کی دہلیز پہ بجھتا دیا اچھا لگا
فصلِ گل کا یوں چلے جانا کچھ اچھا نہیں
جاتے جاتے اُس کا مڑ کر دیکھنا اچھا لگا
گھر سے جانا ہی پڑا تو ہجرتوں کے نام پر
مجھ کو دشتِ غم کا ایک اک فاصلہ اچھا لگا
اپنے ہمسایہ کے گھر یعنی کسی تقریب میں
میرے آگے اُس کا بیٹھنا اچھا لگا
پتھروں کے شہر میں شیشوں کے جیسا ٹوٹ کر
ریزہ ریزہ خود کو چن کر جوڑنا اچھا لگا
اِس لئے بھی ہوگیا ہوں خودکلامی کا اسیر
خود سے ملنے کا یہی ایک سلسلہ اچھا لگا
جب بھی اےُ قاؔضی کسی نے کہکشاں کی بات کی
روشنی دیتا ہوا زخمِ وفا اچھا لگا

★

پسِ بہار جو ذکرِ بہار کرتے ہیں
خود اپنا دامنِ دل تار تار کرتے ہیں
وہی ہیں آج جڑیں کاٹنے پر آمادہ
درخت چھاؤں کو جن پر نثار کرتے ہیں
ہماری آبلہ پائی کا کارنامہ ہے
سلگتی ریت کے صحرا کو پار کرتے ہیں
جلا کے راہ میں ہر ہر قدم پہ ایک چراغ
چلے بھی آؤ کہ ہم انتظار کرتے ہیں
ہوا کا ہاتھ بٹاتے ہیں مشتعل ہوکر
شجر شجر کو وہ بے برگ و بار کرتے ہیں
وہ چشمِ تر جو گزرے تو یہ ہوا احساس
سبک خرام بھی دریا کو پار کرتے ہیں
بسا کے روح میں ایک خارزار اےُ قاؔضی
لباسِ زیست کو ہم تار تار کرتے ہیں

☆☆☆

مختصر تعارف

نام: ڈاکٹر سلیم نواز حشرؔ جعفرآبادی
موبائل : 9423747488
حال مقیم : اورنگ آباد
قلمی نام : سلیم نواز
تخلص : حشرؔ
ولادت : یکم جون ۱۹۶۸ء
پیدائش مقام : جعفرآباد
تعلیم : ایم اے (سماجیات، اردو، تاریخ)
بی ایڈ، ایم ایڈ، جرنلزم، پی ایچ ڈی

پیشہ : درس و تدریس (صدر مدرس ضلع پریشد اسکول جالنہ) بانی و صدر: بزم دکن اردو، رکن عکس ادب، تعلیمی سفر، لوح قلم۔ رسالوں کی اعزازی ادارت، متعدد ادبی انجمنوں سے وابستگی۔ نثر اور نظم دونوں میں طبع آزمائی کرتے ہیں، شعری مجموعہ بحرِ سخن، کے علاوہ دو کتابوں کے مترجم، اردو کے نقش اولین کے مولف، ریاستی وعلاقائی اعزازت سے نوازے جا چکے ہیں۔

زیر ترتیب : تاریخ جعفرآباد، تاریخ دلکشا (ترجمہ مراٹھی سے اردو)

☆

منتخب کلام

(غزلیں)

دل جلتا ہے تو جلنے دو
اشکوں کو یوں نہ نکلنے دو
سانپ سی اُس کی فطرت ہے
اس کو زہر اگلنے دو
کارواں خود ہی سنبھلے گا
رہبر کو تو سنبھلنے دو
برف یقیناً پگھلے گی
سورج کو تو نکلنے دو
نفرت کی راہوں میں حشرؔ
شمعِ محبت جلنے دو

★

جب کسی شخص کو منزل کی لگن ہوتی ہے
پھر نہ محسوس کبھی اس کو تھکن ہوتی ہے
بات ہے کیا کہ جو کرتے ہیں' چمن آرائی
منتشر ان سے ہی تنظیم چمن ہوتی ہے
ایسے پڑتا ہے ترے حسن کا پرتو دل پر
جیسے سورج کی نمودار کرن ہوتی ہے
کتنے ہی شام سفر میں ہو خوشی کے ساماں
روح پرور تو مگر شام وطن ہوتی ہے
کون سمجھے گا تیرے درد کو یہاں اے حشرؔ
اس کا دل جانتا ہے جس کو جلن ہوتی ہے

★

گزری وہ بات نہیں بھولے ہیں
دکھ کے لمحات نہیں بھولے ہیں
اپنے ماضی کا خیال اب تک ہے
ہم وہ دن رات نہیں بھولے ہیں
ظرف والوں میں ہے اپنا بھی شمار
اپنی اوقات نہیں بھولے ہیں
ہم سے تھی سازش دشمن درپے
ہم تو وہ گھات نہیں بھولے ہیں
حشرؔ ہے غم کی امانت دل میں
ان کی سوغات نہیں بھولے ہیں

★

دار سے چیخ کر سچائیاں آواز دیتی ہیں
ستمگر اب تجھے رسوائیاں آواز دیتی ہیں
ہمیں آکے بچا لو تم کہیں دیمک نہ کھا جائے
کتابوں سے بھری الماریاں آواز دیتی ہیں
طرب خانوں سے منہ موڑو کتابوں سے کرو یاری
تمہیں علم و ہنر کی وادیاں آواز دیتی ہیں
بہت ہی ناز تھا مغرور تھے جو شان وشوکت پر
انہی کے در پہ اب بربادیاں آواز دیتی ہیں
میں جن کی خوشیوں کی خاطر ہی گھر سے دور آیا ہوں
انہی بچوں کی اب کلکاریاں آواز دیتی ہیں
ہوا میں اڑنے والو اب زمیں پر تم اتر آؤ
تمہیں نادار کی ناداریاں آواز دیتی ہیں
بھٹک جاتا ہے جب بھی حشرؔ انساں اپنی راہوں میں
تو اس کو اس کی ذمہ داریاں آواز دیتی ہیں

★

کرب دل کا ہے بے زبانی میں
عکس ٹھہرا ہوا ہے پانی میں
میں نے مانا نظر نہیں آتی
یاد رہتی ہے پر کہانی میں
کیا ہے اچھا برا نہیں دیکھا
کردیا جوش میں جوانی میں
زخم رستے رہیں تو رستے رہیں
ہو نہ کوتاہی باغبانی میں
کرب میں جیسے نام لیتے ہیں
شکر رب کا ہو شادمانی میں
چھاؤں میں آج بیٹھتے ہم بھی
بیج بوتے جو نوجوانی میں
چل کے آجاؤ تم بھی کانٹوں پر
پھول برسیں گے کامرانی میں
وہ غزل بھی تو بہت اچھی ہے
حشرؔ جو کہہ گئے روانی میں

☆☆☆

AKS-E-ADAB (Quarterly) Aurangabad. ISSN 2320-6519

مختصر تعارف

نام : فہیم خاتون
تخلص : مسرّت
موبائل : 7774905558

والد کا نام : غلام غوث خان
والدہ کا نام : انیس خاتون
تاریخ پیدائش : 4/مئی 1971ء
مقام پیدائش : ناندیڑ (مہاراشٹر)
پیشہ : درس وتدریس

1993-1994ء میں 22 سال کی عمر میں مراٹھی سے ٹرانسلیشن کرکے اردو میں بارہویں کے ڈائجسٹ اور پیپر سولیوشن صدیقی ڈائجسٹ کے نام سے شائع کیا۔ طالب علمی کے دور میں ساکشرتا ابھیان مہم میں پہلی نظم ''چلو چلائیں ہم تم مل کر ساکشرتا ابھیان''، لکھی، جسے ناندیڑ ضلع کلکٹر نے ساکشرتا مہم سے متعلق نکلنے والے میگزین میں جگہ دی اور یہ نظم مختلف پروگراموں میں اسکولی بچّوں نے پڑھی۔ علمِ عروض سے ناواقفیت ہے لیکن شاعری کے شوق نے ساتویں میں ہی پہلا شعر کہلوایا۔ چند مضامین مختلف اخبارات کی زینت بنے۔ افسانہ ''دستک''، رسالہ ''پاکدامن'' میں شائع کیا۔

☆

منتخب کلام

(غزلیں)

کیا ملا تم کو تجربہ کر کے
آن کھو بیٹھے التجا کر کے
نام میرا بھی تم بدل دینا
جیت جاؤ جو تم وفا کر کے
یوں تو جنت ہمارا مسکن تھا
پہنچے دنیا میں ہم خطا کر کے
اشک پلکوں سے کب ہوئے مانوس
غم سنایا بھی سانحہ کر کے
وہ تو قادر ہے وہ ہی بھیجے گا
باد صرصر کو پھر صبا کر کے
اک اذیت تھی اس کا اپنا پن
ساتھ چھوٹا خدا خدا کر کے
ہم سے محفل میں آ ملے اک دن
وہ مسرّت کی انتہا کر کے

★

ملے گی نہ ہم میں شباہت کسی کی
نہ دوری میں بدلو قرابت کسی کی
زمانے سے معدوم ہوتی محبت
اگر جیت جاتی عداوت کسی کی
کہاں ہے زمانے میں انصاف باقی
اجی کیا کروں میں شکایت کسی کی
اسے تم گنہگار کہتے ہو کیسے
دلا دے گی جنت ندامت کسی کی
کوئی درد آنکھوں میں بھیگا ہے پھر سے
گئی آج محنت اکارت کسی کی
شریفوں کی بستی میں ہر جا تلاشا
نہ دیکھی مسرّت شرافت کسی کی

★

حقیقت کہہ نہیں سکتی لبوں پر میرے تالے ہیں
ہزاروں زخم سینے میں ہمیشہ میں نے پالے ہیں
جنازے پر وہ شوہر کے بڑی حسرت سے یہ بولی
تمہیں مرنا ہوا آساں یہاں جینے کے لالے ہیں
دلوں میں جن کے نفرت ہے لبوں پر مسکراہٹ ہے
الٰہی وہ بھی تیرے اس جہاں کے رہنے والے ہیں
بڑی رونق رہا کرتی تھی ہم سے ان کے جس گھر میں
سنا ہے اس جگہ پر اب فقط جالے ہی جالے ہیں
ہمارے حلقۂ احباب میں شامل ہیں کچھ اپنے
بظاہر ہنس کے ملتے ہیں مگر دل ان کے کالے ہیں
بہت دشواریاں سہہ کر جو لمحے ہم نے پائے تھے
مسرّت کے وہی لمحے کیے دکھ کے حوالے ہیں

☆

روشنی بن کے دریچے سے گزر جاؤں گی
تیرے احساس کے آنگن میں اتر جاؤں گی
دل میں ارمان ہوں جینے کی تمنا ہو مگر
خواب آنکھوں سے مرے چھین لو مر جاؤں گی
اپنی دنیا ترے دل میں ہے بسائی میں نے
اب نکالو گے یہاں سے تو کہاں جاؤں گی
میں ہوں حالات میں الجھی ہوئی مولا میرے
تیری رحمت ہو جو مجھ پر تو سنور جاؤں گی
میرے بگڑے ہوئے حالات کا افسوس نہ کر
ان سے نکلوں گی تو میں اور نکھر جاؤں گی

★

(نظم)

ساحل سمندر

ساحل پہ سمندر کے ......!!
خاموش وہ بیٹھی تھی ......!!
بہت ہی خوبصورت سی ......!!
بہت معصوم سی لڑکی ......!!
سماں بھی خوبصورت تھا ......!!
اترتی شام ساحل پر ......!!
پرندے چہچہاتے تھے ......!!
مگر تھا اس کی آنکھوں میں
سمندر سے بھی گہرا دکھ ......!!
تھا دل میں ایک سناٹا ......!!
کسی کی یاد کی سوزش ......!!
اتر آئی تھی آنکھوں میں ......!!
تو ساحل پر سمندر کے ......!!
نظر آئی تھی سرخی سی ......!!
نہ جانے کیا چھپائے تھی ......!!
سمندر کی یہ خاموشی ......!!

☆☆☆

مضامین

بہادر شاہ ظفر کے معاصر شعراء اور ان کی شعریت میں دہلی کے تہذیبی اثرات

عبدالرحیم شیخ غفور کھاٹک (ریسرچ اسکالر)
موبائل : 9890777650
نگراں کار : ڈاکٹر مسرت فردوس
سابق ایسوسیٹ پروفیسر، شعبہ اردو، ڈاکٹر
باباصاحب امبیڈکر مراٹھواڑہ یونیورسٹی، اورنگ آباد

ادب زندگی کا ترجمان ہے۔ ادب سماج کا آئینہ ہے سماج اور معاشرہ میں جو کچھ بھی ہوتا ہے اس کا عکس ہمیں ادب میں دکھائی دیتا ہے۔ اسی طرح ادب کے مطالعے کے ذریعے ہم اس دور کے لوگوں کی زندگی، روایات، رسوم اور تہذیب وتمدن کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ مختلف ادوار میں شاعروں اور ادیبوں نے اپنے زمانے کے حالات کو کامیابی کے ساتھ قلم بند کیا ہے۔ دلی ہمیشہ ہندوستان کے دل کی دھڑکنوں کا محور و مرکز رہی ہے۔ اسی لیے عالم میں انتخاب اس شہر بے نظیر کی تاریخ و تہذیب، علم وفن اور زبان وادب کو پورے ملک کی نمائندگی کا شرف حاصل ہے۔ آزاد ہندوستان کی یہ تاریخی راجدھانی بجا طور پر اردو زبان و ادب کی راجدھانی بھی کہی جاسکتی ہے۔ اسی کے گرد و نواح میں کھڑی بولی کے بطن سے زبان دہلوی یا اردو نے جنم لیا جو اپنی دھرتی کی سیاسی، سماجی، تہذیبی اور معاشرتی ضرورتوں کے زیر سایہ نشونما پاکر اس عظیم تہذیب کی ترجمان بن گئی جسے ہم گنگا جمنی تہذیب کا نام دیتے ہیں اور جو ہماری زندہ وتابندہ تاریخی وراثت ہے۔ سرسید احمد خان کے مطابق غدر ۱۸۵۷ء جس کا الزام بدقسمتی سے مسلمانوں کے سر لگایا گیا، دراصل یہ بھارت کے عوام کی جانب سے انگریزوں کے خلاف لڑی جانے والی پہلی جنگ آزادی تھی۔ جو آخری مغل تاجدار بہادر شاہ ظفر کے زیر قیادت لڑی گئی اور ناکام رہی۔ جس کے دہلی پر دور رس اثرات مرتب ہوئے۔ ہم بہادر شاہ ظفرؔ کے معاصر شعراء اور ان کی شعریت میں دہلی کے تہذیبی اثرات پر یہاں روشنی ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں۔

بہادر شاہ ظفرؔ: ظفرؔ اپنے عرصۂ حیات میں اس قیامت خیز درد سے گزرے جس کے دردانگیز تاثرات یقیناً وہ زندگی کے آخری سانس تک فراموش نہ کرسکے ہوں گے۔ کیا انھوں نے کبھی سوچا ہوگا کہ قلعہ معلی کی رنگینیوں میں شب وروز گزارنے والا یہ تاجدار کبھی اس بے چارگی اور بے بسی کے عالم کو پہنچے گا۔ ظفرؔ نے اپنے کلام میں درد کی جو عکاسی پیش کی ہے وہ صرف ان کے دل کا نہیں بلکہ ہندوستان کی دم توڑتی سسکتی تہذیب کا نوحہ ہے۔

ظفرؔ کی شاعری کے کئی مختلف اور نمایاں پہلو ہیں۔ سب سے اول تو یہی ہے جو اس دور کے شاعروں میں بھی عمومی طور پر پایا جاتا ہے جن میں استاذان سخن اور ان کے استاذ شاہ نصیرؔ اور ذوقؔ بھی شامل ہیں۔ یعنی مشکل اور بھاری ردیفوں میں شعر کہنا۔ ان کے اس ذخیرہ میں رنگارنگی بھی اور تنوع بھی اور تفہیم بھی۔ مثال کے طور پر ۔

نہ پوچھو دل کہاں پہنچا کسی کو کیا نہیں پہنچا
جہاں پہنچا نہ کوئی یہ وہیں پہنچا، وہیں پہنچا
کہاں پہنچا ہے دیکھو ہمدمو پیک خیال اپنا
کہ اب تک اس جگہ کوئی فرشتہ بھی نہیں پہنچا
نہ پہنچا تو نہ پہنچا طالب دیدار تک اپنے
ترے تکتے ہی تکتے راہ وقت واپسی پہنچا
چھپا خورشید تاباں شرم سے زیرزمیں جاکر
مری جو آہ کا شعلہ سر چرخ بریں پہنچا
ظفر دامانِ مژگاں سے ہی ٹپکا چاہے ہے آنسو
اگر پہنچا سکے آنکھوں تلک تو آستیں پہنچا

☆

نہ شمع انجمن ہوں نہ میں لالۂ چمن
پھر کیوں جہاں میں داغ دل آفریدہ ہوں
ہوں خاک بھی تو خاک رہ پیر میر مۂ فروش
میں رند مشربوں میں ظفر خوش عقیدہ ہوں

ان غزلوں کے اشعار سے ظفرؔ کی مشکل پسندی، زبان دانی اور مشق سخن کا بہت اچھوتا منفرد قابل ستائش پہلو نمایاں ہوتا ہے۔

ظفرؔ کی شاعری کا دوسرا نمایاں پہلو ان کی ذاتی زندگی سے تعلق رکھتا ہے جو بہت اہم ہے جس میں انھوں نے واردات قلبی وذہنی کو الفاظ کا جامہ پہنایا ہے۔ ظاہر ہے اس طرح کے کلام میں جو اچھوتا پن ان کے یہاں ملتا ہے اس نے انھیں اپنے معاصرین سے منفرد بنایا ہے۔ مثلاً ۔

نہ کسی کی آنکھ کا نور ہوں نہ کسی کے دل کا قرار ہوں
جو کسی کے کام نہ آسکے میں وہ ایک مشت غبار ہوں
میرا رنگ روپ بگڑ گیا میرا یار مجھ سے بچھڑ گیا
جو چمن خزاں سے اجڑ گیا میں اسی کی فصل بہار ہوں

☆

زندگی کے تلخ حقائق سے جوجھنا، محرومیوں اور مایوسیوں کے حصار میں تڑپنا ظفر کے اشعار میں کچھ اس طرح ڈھلتا ہے کہ یہ درد ہر ایک کا درد بن جاتا ہے۔ صدیوں کی تاریخ، تہذیب اور ان کے افکار کی پیچیدگی اور کسک کو محسوس کیا جاسکتا ہے۔ مثال کے طور پر ۔

لگتا نہیں ہے جی میرا اجڑے دیار میں
کس کی بنی ہے عالم ناپائیدار میں
کتنا ہے بد نصیب ظفرؔ دفن کے لئے
دو گز زمین بھی نہ ملی کوئے یار میں

ظفرؔ کی شاعری کا تیسرا پہلو ان کی عشقیہ شاعری میں بے انتہا والہانہ پن ہے۔ رات، شب، تاریکی، برسات جیسے لفظوں نے شعر کی فضاء میں لطیف حسن پیدا کیا ہے۔عورت اور اس کے جسم و جمال کی تمام رعنائیاں ، رنگینیاں ظفرؔ کی شاعری میں رنگ حنا کی طرح جلوہ گر ہیں۔جذبوں کی شدت اور نفسیاتی کشمکش بڑی انفرادیت سے جسم کا طواف کرتی ہے۔ پھر جسم کے حوالے سے وہ کائنات کے بہت سے پہلوؤں کو تلاش کرتے ہیں۔ اس غزل میں جرأت اظہار کا بانکپن دیکھیے۔

جام ہے شیشہ ہے ساقی بھی ہے برسات بھی ہے
ان دنوں بادہ کشی دن بھی ہے اور رات بھی ہے
شیشہ خالی ہو تو خم پاس دھرا ہے لبریز
خم جو خالی ہو تو نزدیک خرابات بھی ہے
وہ بھی سرمست ہیں اور ہم بھی نشے میں سرشار
ہاتھ گردن میوم ہے اور لطف عنایات بھی ہے
یار ہے کہ یار کے ساتھ ظفرؔ ہے بوس و کناس
اور اگر چاہئے کچھ بات تو وہ بات ہے

ظفرؔ نے عہد سلطنت میں رقص و سرور کی محفلوں سے بہت کچھ پایا ہے۔ان کی جمالیاتی حس حسن جاناں اور حسن مناظر قدرت دونوں کا طواف کرتی ہے۔نئی نئی جہتوں کی تلاش اور نئے آسمانوں میں اڑان بھرتی ہے۔زندگی کے تئیں تجسس پیدا کرتی ہے۔محبت کے پھول کھلاتی ہے۔جواں دلوں کو سرور و آہنگ سے بھر دیتی ہے۔ظفرؔ کے بعض اشعار کا آہنگ اس قدر پرکشش ہے کہ دل جھوم اٹھتا ہے، جیسے۔

عرق ہے اس گل عارض پہ کیا گلاب کی روح
کہ سرخی لب میگوں میں شراب کی روح
نسیم صبح جو سوئے چمن گئی ہوگی
تو بس کے پھولوں میں دلہن سی بن گئی ہوگی

ان تین پہلوؤں کے علاوہ ظفرؔ کی شاعری سے اور بہت سے پہلو نمایاں ہوتے ہیں جن میں سے ایک ظفرؔ کی حزینہ گوئی ہے۔ جب تک رنج و ملال اور سوز دروں نہ ہو بات دل میں نہیں اترتی۔آہ و فغاں، حزن و ملال اور حسرت و آس ظفر کے کلام میں جگہ جگہ نمایاں ہے لیکن ان کا یہ حزن و ملال اور آہ و فغاں دوسرے شعراء کی طرح روایتی نہیں ہے۔ان کی شاعری قلب کی شاعری ہے۔ ظفرؔ کے سامنے سلطنت مغلیہ ٹکڑے ٹکڑے ہو رہی تھی اور وہ خود اس سلطنت کے وارث تھے جو ان کے سامنے لٹ رہی تھی۔ظفرؔ کی زندگی کے مصائب، روح کی تڑپ اور تپش دل میں پورا ملک سلگ رہا تھا۔شعر دیکھئے۔

ہو زیر فلک راحت کس طرح ظفرؔ ہم کو
آرام نہیں آپ ہی اس گنبد گرداں کو

ایک ایسا بادشاہ جس نے شاہانہ عیش و عشرت میں زندگی گزاری ہو قید فرنگ میں بے دست و پا ہونے پر کیا کچھ نہ گزری ہوگی محسوس کیجئے۔

جائیں نکل فلک کے احاطے سے ہم کہاں
ہووے گا سر چرخ بھی جاویں گے ہم کہاں
کوئی بلا ہے یہ خانہ زنداں یہ آسماں
چھٹنا محال اس سے ہے جب تک ہے تن میں جاں
جو آگیا ہے اس محل تیرہ رنگ میں
قید حیات سے ہے وہ قید فرنگ میں

ظفرؔ کے ان اشعار میں ایک ہاری ہوئی ناکام روح تڑپ رہی ہے۔آخر کار یہ تڑپ ایک تلخ حقیقت بن جاتی ہے اور رہائی کی امید بھی چھوڑ دیتی ہے۔

برنگ طائر تصویر ہوں میں دام حسرت میں
رہائی کی میری کوئی جو صورت ہو تو کیوں کر ہو

تہوار اور میلے ٹھیلے بھی سماجی تہذیب کا ایک حصہ ہیں اور ہمارا ہندوستان تو ان روایتوں کا شروع سے اسیر رہا ہے۔ظفرؔ کی شاعری میں بھی ان تمام لوازمات رہن سہن اور انداز شاہی کی جھلکیاں جا بجا ملتی ہیں۔ ہولی کا یہ رنگ ملاحظہ کیجئے۔

کیوں موں پر رنگ کی مارو پچکاری
دیکھو کنور جی دوں گی میں گاری

مرزا اسد اللہ خان غالبؔ: مرزا اسد اللہ بیگ خان غالبؔ عرف مرزا نوشا کی پیدائش آگرہ میں ۲۷ر دسمبر ۱۷۹۷ء کو عبداللہ خان بیگ عرف دولھا کے گھر ہوئی اور ۱۵ر فروری ۱۸۶۹ء کو انھوں نے داعی اجل کو لبیک کہا۔ان کی جنازے کی نماز دلی دروازے کے باہر ہوئی اور بستی حضرت نظام الدین میں انھیں سپرد خاک کیا گیا۔مرزا اسد اللہ خان غالبؔ کا یہ شعر جو ان کی ایک غزل کا مقطع ہے جس میں کہتے ہیں۔

یوں تو دنیا میں ہیں اور سخنور بہت اچھے
کہتے ہیں کہ غالبؔ کا ہے انداز بیاں اور

بہادر شاہ ظفرؔ اور ان کے معاصرین شعرا کی شعریت میں جب ہم دہلی تہذیبی اثرات کی بات کرتے ہیں تو مرزا نوشا یعنی مرزا غالبؔ کا ذکر لازمی طور پر آتا ہے۔ ویسے تو مرزا غالبؔ کی پوری شاعری پر سب سے زیادہ دہلی کے ہی تہذیبی اثرات ہمیں دیکھنے کو ملتے ہیں۔ یہاں مقالہ میں مختصر طور پر غالبؔ کی ایک نمائندہ غزل کے ذریعے دہلی کے تہذیبی اثرات کو سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔اس لئے غالبؔ کی وہ غزل مندرجہ ذیل میں بطور مثال پیش کی جاتی ہے۔

سب کہاں کچھ لالہ و گل میں نمایاں ہوگئیں
خاک میں کیا صورتیں ہوں گی کہ پنہاں ہوگئیں
یاد تھیں ہم کو بھی رنگا رنگ بزم آرائیاں

لیکن اب نقش و نگار طاق نسیاں ہوگئیں
قید میں یعقوب نے لی، گو نہ یوسف کی خبر
لیکن آنکھیں روزنِ دیوار زنداں ہوگئیں
سب رقیبوں سے ہوں ناخوش پر زنان مصر سے
ہے زلیخا خوش کہ محوِ ماہ کنعاں ہوگئیں
جوئے خوں آنکھوں سے بہنے دو کہ ہے شام فراق
میں یہ سمجھوں گا کہ شمعیں دو فروزاں ہوگئیں
میں چمن میں کیا گیا، گویا دبستان کھل گیا
بلبلیں سن کر میرے نالے غزل خواں ہوگئیں
وہ نگاہیں کیوں ہوئی جاتی ہیں یارب دل کے پار
جو مری کوتاہی قسمت سے مژگاں ہوگئیں
جاں فزا ہے بادہ جس کے ہاتھ میں جام آگیا
سب لکیریں ہاتھ کی گویا رگ جاں ہوگئیں
ہم موجد ہیں، ہمارا کیشی ہے ترک رسوم
ملتیں جب مٹ گئیں اجزائے ایماں ہوگئیں
یوں ہی گر روتا رہا غالبؔ، تو اے اہل جہاں!
دیکھنا ان بستیوں کو تم کہ ویراں ہوگئیں

چونکہ یہاں پر اس غزل کی مکمل تشریح یا تجزیہ کرنا ممکن نہیں البتہ اتنا ضرور ہے کہ اس غزل سے دہلی کے تہذیبی اثرات جو اردو شاعری پر پڑے اس کا اندازہ ضرور ہوتا ہے۔ غزل کے پہلے ہی شعر یعنی مطلع میں شاعر نے واضح کر دیا کہ جن نابغۂ روزگار ہستیوں نے دہلی کی تہذیب وتمدن کو وہ شکل وصورت عطا کی جس نے اسے دلی بنایا وہ اب خاک کا پیوند ہوچکی ہیں۔ دہلی کئی بار بسی اور کئی بار اجڑی اس صورت حال پہ شاعر کہتا ہے کہ ہم کو بھی رنگارنگ بزم آرائیاں دیکھنے کو ملتی تھیں مگر اب وہ بھولی بسری داستان ہوگئیں۔

صنعت تلمیح کے ذریعے انھوں نے حضرت یوسفؑ کی زندگی کو دو اشعار میں بیان کیا۔ جس کا تفصیلی بیان قرآن مجید میں موجود ہے جو اپنی نوعیت کا عجیب و غریب واقعہ ہے۔ جس میں ہر عام وخاص کے لئے زندگی کے تمام اسباق موجود ہیں۔ شاعر کہتا ہے کہ اس کی زندگی دکھوں اور غموں سے اس قدر بھری ہوئی کہ چمن کی بلبلیں تک اس کے نالے سن کر غزل خواں ہوگئیں یہ نگاہوں کا اثر ہے کہ محبوب کی ایک نظر دل کے پار ہوگی اور محفل میں جب جام شاعر کے ہاتھوں میں آگیا تو طبیعت میں چین وقرار آیا۔ شاعر کہتا ہے کہ وہ خود قدیم روایات پر قائم ودائم نہیں رہ سکتا کیونکہ ملت جب مٹتی ہے تو وہ حصوں میں تقسیم ہوجاتی ہے۔ مقطع جس میں شاعر اپنا تخلص پیش کرتا ہے، غالبؔ نے بہت ہی جامع انداز میں اپنی بات رکھی کہ میرے غم واندوہ اس قدر ہیں کہ اگر شاعریوں ہی روتا رہا تو اس کو اس بات کا اندیشہ ہے کہ اس کے رونے کی وجہ سے کئی بستیاں ویراں ہوجائیں۔

نواب مرزا خان داغؔ دہلوی: نواب مرزا خان داغؔ دہلوی اردو زبان وادب کی تاریخ میں اپنا ایک منفرد و بلند مقام رکھتے ہیں۔ داغؔ دہلوی کی پیدائش دہلی میں چاندنی چوک کے کوچہ استاد داغؔ میں ۲۵؍مئی ۱۸۳۱ء کو ہوئی۔ احسن مارہروی نے داغؔ کی شاعرانہ صلاحیتوں کے کچھ واقعات بیان کئے ہیں جس سے داغ کی شاعرانہ صلاحیتوں کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ داغؔ کی عمر گیارہ یا بارہ سال تھی اور انھیں ابھی تک قلعہ کا ماحول نصیب نہیں ہوا تھا۔ نواب مصطفیٰ خاں شیفتہ کے ہاں مشاعرہ ہوا جس میں داغؔ نے بھی غزل پڑھی۔ مطلع یہ تھا۔

شرر و برق نہیں شعلہ و سیماب نہیں
کس لئے پھر یہ ٹھہرتا دل بیتاب نہیں

ایک دفعہ غالبؔ نے قلعے میں وہ غزل پڑھی، جس کا شعر ہے۔

نکلنا خلد سے آدم کا سنتے آئے تھے لیکن
بہت بے آبرو ہوکر ترے کوچے سے ہم نکلے

بادشاہ کو یہ زمین بہت پسند آئی، حکم ہوا کہ اس طرح میں مشاعرہ ہو۔ چنانچہ مشاعر منعقد کیا گیا۔ بقول داغؔ وہ ہماری جوانی کا زمانہ تھا۔ طبیعت پورے جوش پر تھی۔ ہم نے بھی غزل کہی اور مشاعرے میں پہنچے۔ جب یہ شعر پڑھا۔

ہوئے مغرور کہ آہ میری بے اثر رکھی
کسی کا اس طرح یارب نہ دنیا میں بھرم نکلے

بادشاہ نے بہت داد دی اور اپنے پاس بلا کر میری پیشانی کو بوسہ دیا۔‘‘

داغؔ دراصل قلعہ معلیٰ کے نہیں قلعے سے باہر کے تھے جو وہاں اپنی ماں کے ساتھ گئے تھے۔ انھوں نے قلعے سے باہر کی دنیا بھی خوب دیکھی تھی۔ زندگی کی تلخ حقیقتوں سے بھی داغؔ کا واسطہ پڑا تھا۔ اگر ان کی نال لال قلعے میں گڑی ہوتی تو وہاں سے نکلنے کے بعد وہ ہکا بکا رہ گئے ہوتے اور شاید وہ دنیا داری انھیں نہ آئی ہوتی جس کے سہارے وہ تمام عمر آسودہ رہے بقول خود ان کے۔

فسردہ دل کبھی خلوت نہ انجمن میں رہے
بہار ہوکے رہے ہم تو جس چمن میں رہے

داغؔ کے یہاں مجموعی حیثیت سے وہ زبان اور لب و لہجہ ملتا ہے جو بنیادی طور پر اردو بولنے والوں کی قدرتی زبان اور لب ولہجہ ہونا چاہئے۔ داغؔ کے اکثر اشعار اور مصرعے ایسے ہیں جن میں بول چال کی زبان بالکل اسی ترکیب اور ترتیب الفاظ کے ساتھ ملتی ہے جیسا کہ ہم بولتے ہیں یا اس زمانے کی دہلی میں لوگ بولتے تھے۔ ان کے بہت سے مصرعے اور شعر تو ضرب المثل بن گئے ہین اور انھیں پڑھتے ہوئے یہ احساس بھی نہیں ہوتا کہ یہ وزن اور شعر کے سانچے میں ڈھلے ہوئے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں۔

جب جوانی کا مزہ جاتا رہا
زندگانی کا مزہ جاتا رہا

کوئی نام و نشاں پوچھے تو اے قاصد بتا دینا
تخلص داغؔ ہے اور عاشقوں کے دل میں رہتے ہیں

یہ کہا کہ داغؔ کو پہچانتے نہیں
وہ ایک ہی تو شخص ہے تم جانتے نہیں

مجھے تم جانتے ہو داغؔ میں ہوں
کہیں جاتا ہے خالی وار میرا

بات کرنی بھی نہ آتی تھی تمہیں
یہ ہمارے سامنے کی بات ہے

داغؔ کی شکل کو دیکھ کر بولے
ایسی صورت کو پیار کون کرے

کیا ملا ہم کو زندگی کے سوا
وہ بھی دشوار ، ناتمام ، خراب

دل گیا تم نے لیا ہم کیا کریں
جانے والی چیز کا غم کیا کریں

مومنؔ خان مومن: مومنؔ کو وہ مقام اور مرتبہ کیوں نصیب نہ ہوا جو ان کے معاصرین کو ملا۔ ادبی اور شعری لحاظ سے سوداؔ، ذوقؔ اور غالبؔ ان سے کہیں زیادہ بلندی پر فائز ہیں۔ اس کی ایک خاص وجہ تو وہی ہے جو ان کے اشعار کا سپاٹ لہجہ ہے۔ جس میں جوش اور جذبہ کی کمی ہے بات کہنی تھی سو کہہ دی۔ اس کے علاوہ ایک وجہ وہ بھی ہے جو وہ زمانے کے بدلتے ہوئے نظام کا منظر ہے۔ مومنؔ خان اپنی راسخ العقیدگی پر اٹل تھے اور ادھر مغلیہ سلطنت کا سورج غروب ہو رہا تھا اور مومنؔ اس کے زبردست حامی تھے۔ ان کا ذہن اسی نظام حکومت سے وابستہ تھا۔ نئی تہذیب اور نئے نظام سے انہوں نے کسی بھی طرح مفاہمت نہیں کی اور اپنے مسلک اور اپنی تہذیب و کلچر کی خاطر ہر قربانی دینے کے لئے تیار رہے۔

گودار پہ کھنچیں ہمیں دلدار نصاریٰ
پر آرزوئے زلفیں چلیپانہ کریں گے
گر حسن نگاہ سوز نے پھر آگ لگائی
کیوں آب دم تیغ سے ٹھنڈا کریں گے

مرزا اسداللہ خان غالبؔ مومنؔ خان کی شاعری کی جس طرح قدر کرتے تھے اس کا اندازہ یادگار غالبؔ میں مذکور اس واقعے سے لگایا جا سکتا ہے کہ جب مرزا اسداللہ خان غالبؔ نے مومنؔ کا یہ شعر پڑھا تو کہا کہ کاش مومنؔ خان میرا سارا دیوان لے لیتا اور یہ شعر مجھے دے دیتا۔

تم میرے پاس ہوتے ہو گویا
جب کوئی دوسرا نہیں ہوتا

مومنؔ خان مومن کا ایک اور شعر جو زبان زد خاص و عام ہے۔

عمر ساری تو کٹی عشق بتاں میں مومنؔ
آخری عمر میں کیا خاک مسلماں ہوں گے

خواجہ میر دردؔ دہلوی: خواجہ میر دردؔ کو اردو کا سب سے اہم صوفی شاعر مانا جاتا ہے۔ پرانے تذکرہ نویسوں کے ساتھ میر تقی میرؔ نے اپنے تذکرہ نکات الشعراء میں ان کا نام نہایت احترام سے لیا ہے۔ وہ ایک ایسے گھرانے کے فرد تھے جہاں تصوف اور درویشی کا نور پھیلا ہوا تھا۔ علم کے ساتھ عمل کی دولت بھی پائی تھی۔ جس کی ایک ادنی مثال یہ ہے کہ جس زمانے میں دہلی کی تباہی سے گھبرا کر اچھے اچھے لوگ تلاش معاش میں کھڑے ہوئے اس پُرآشوب زمانے میں بھی ان کے پائے ثبات میں لغزش نہ آسکی۔ اس زمانے میں خواجہ میر دردؔ کی شخصیت اسی طرح مستحکم رہی ۔ شاید ایک بات یہ بھی ہو کہ خواجہ صاحب کو تلاش معاش کی سرگشتگی سے آنکھیں چار نہیں کرنا پڑی ہوں گی۔ انہیں بزرگوں کی میراث میں خانقاہ کے ساتھ ساتھ عام عقیدت کا سرمایہ بھی ملا تھا۔ جس نے بہت سی مشکلوں کو آسان بنا دیا ہوگا۔ اور حرص دنیا تو درویشی کے پیروں تلے پہلے ہی کچلی جا چکی تھی۔ انھوں نے خود بھی اس طرف اشارے کئے ہیں۔

شعر کی فکر بن آتی ہے اسے جس کو
دردؔ کی طرح کبھو فکر نہ ہو روزی کی
نہ اٹھو دردؔ اپنے بستر سے طمع کر ہرگز
جو کچھ یوں غیب سے آوے سو تم البتہ لو بیٹھے

شیخ محمد ابراہیم ذوقؔ: شیخ محمد ابراہیم ذوقؔ اپنے زمانے کے مقبول ترین شاعروں میں سے ایک تھے۔ دہلی میں تو ان کے نام اور ان کی شاعری کا ڈنکا بجتا تھا کہ وہ آخری مغل تاجدار بہادر شاہ ظفرؔ کے استاد سخن تھے۔ ظفرؔ کی حکمرانی تو اگر اسے حکمرانی کہا جا سکے قلعۂ معلیٰ کی چار دیواری تک محدود تھی۔ لیکن ان کی ہر دل عزیزی کا سکہ اس چار دیواری کے باہر پورے شہر میں چلتا تھا۔ ظفرؔ کی اس ہردلعزیزی کا سبب شاہانہ شان و شکوہ نہیں بلکہ ان کی شخصی خوبیاں تھیں۔ شاعری سے انہیں اپنے زمانہ ولی عہدی سے ہی گہرا لگاؤ تھا اور ذوقؔ کی ان تک رسائی ان کے اسی لگاؤ کی دین تھی۔

شیخ محمد ابراہیم ذوقؔ کے بعض اشعار تو اپنی اثر آفرینی کی وجہ سے ضرب المثل بن کر گویا زبان زد خاص و عام ہو گئے ہیں۔ جیسے۔

اسے ہم نے بہت ڈھونڈ نہ پایا
اگر پایا تو کھوج اپنا نا پایا

دیکھ چھوٹوں کو ہے اللہ بڑائی دیتا
آسماں آنکھ کے تل میں ہے دکھائی دیتا

گیا شیطان مارا ایک سجدہ کے نہ کرنے میں
اگر لاکھوں برس سجدہ میں سر مارا تو کیا مارا

اے ذوقؔ تکلف میں تکلیف سراسر
آرام سے وہ ہے جو تکلف نہیں کرتا

قسمت ہی سے ناچار ہوا اے ذوقؔ وگرنہ

سب فن میں ہوں میں طاق مجھے کیا نہیں آتا

یاں لب پہ لاکھ لاکھ سخن اضطراب میں
واں ایک خامشی تری سب کے جواب میں

جہاں تک ذوق کی شاعری کا تعلق ہے وہ اپنی شاعری میں زندگی کے تمام احساسات جذبات تجربات اور حقائق کو نہایت ہی خوبی سے بیان کرنے پر دسترس رکھتے ہیں جس کا اندازہ ہم مذکورہ بالا ان کی چند اشعار سے کر سکتے ہے۔ان اشعار میں بلا کی سادگی، سلاست، روانی، شگفتگی بیان اور دہلی کا خاص لب ولہجہ نمایاں طور پر جھلکتا ہے۔

ماحصل: اہل دہلی کو اپنی زبان پر بڑا ناز تھا۔حکیم خواجہ سید ناصر نذیر الدین فراق دہلوی نے اس طرف اشارہ کیا ہے کی مولانا شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ اپنے بچوں سے کہا کرتے تھے۔''جس طرح اصول حدیث اور اصول فقہ فن ہے اسی طرح اصول زبان بھی فن ہے اور اردو زبان کے موجد اور مجتہد خواجہ میر درد صاحب ہیں ۔ آپ کی صحبت کو اس فن کے واسطے غنیمت سمجھو۔''

داغ نے جب شاعری کا آغاز کیا تو اس وقت غالب، مومن، ذوق اور بہادر شاہ ظفر کی شہرت عروج پر تھی قلعہ کے اندر اور باہر ان شعراء کے فکر وفن کا طوطی بول رہا تھا۔غالب فلسفیانہ مضامین اور مسائل تصوف کے باب میں بیان کے دریا بہار ہے تھے۔مومن ہجر کی پردہ نشینی میں زندگی کو پردہ در کئے ہوئے تھے۔ ذوق زبان و محاورے کو جلا دینے میں مصروف تھے۔ظفر تقلید ذوق میں سنگلاخ زمینوں اور مشکل ردیف و قافیے میں طبع آزمائی کرر ہے تھے اور ان کی پیروی میں اس دور کے بہت سے شاعر مشق سخن میں لگے تھے۔داغ بھی ایک حد تک حالات کے مطابق تقلیدی اور روایتی رنگ کے ساتھ ساتھ چلے لیکن ان کی افتاد طبع اور ذہن رسا نے بہت جلد پہچان لیا کہ اگر اس طرح تقلیدی رنگ جاری رہا تو وہ دنیائے فکر وفن کو انفرادی طور پر اپنی طرف متوجہ نہ کر سکیں گے۔اس لئے انھوں نے صرف مذکورہ شعراء کے رنگ ہی سے خود کو آزاد نہ کیا بلکہ نہ تو انھوں نے میر کی غم والم کی راہ اپنائی، نہ درد کی صوفیانہ روش پر چلے، نہ سودا، انشاء اور مصحفی کی تقلید کو روا رکھا، نہ طرز جرأت و رنگین کی پیروی پسند کی اور ان سب کی عظمتوں کے قائل ہوئے اور متقدمین ، معاصرین کی زمینوں میں طبع آزمائی کرنے کے باوجود اپنی راہ سخن اور طرز گفتار الگ نکالی جوان سے شروع ہوئی اور انہی پر ختم ہوئی۔

بہادر شاہ ظفر اور ان کے معاصرین شعراء کی شعریت میں دہلی کے تہذیبی اثرات کی جب ہم بات کرتے ہیں تو ہماری آنکھوں کے سامنے ۱۹/ویں صدی کا تاریخی پس منظر گھوم جاتا ہے۔یہ وہ وقت تھا جب اس ملک پر فرنگیوں یعنی انگریزوں کی حکومت تھی ، دہلی پر مغربی تہذیب کے اثرات نمایاں تھے پھر بھی اردو زبان وادب کے فنکاروں یعنی ہمارے شعراء وادبا نے مشرقی تہذیب کی نمائندگی اپنے شعر وادب کے ذریعے ببانگ دہل انداز میں کیں ۔ چونکہ بہادر شاہ ظفر آخری مغل تاجدار تھے،انہیں دربار میں ذوق اور شاہ نصیر جیسے استاد ملے ، بعد ازاں مرزا اسد اللہ خان غالب بھی کچھ عرصہ کے لئے ان سے منسلک ہوئے ۔ مومن خان مومن شروع سے ہی شاہی اطباء کے خاندان کے چشم و چراغ ہونے کی وجہ سے دربار سے وابستہ تھے۔جب کہ داغ کو بھی مرزا فخرو کی نسبت یعنی ان کی ماں چھوٹی بیگم کی بدولت قلعۂ معلّٰی میں جگہ حاصل کرنے میں کامیابی ملی۔

ان تمام ہی شعراء کی شعریت میں ہمیں نمایاں طور پر دہلی کے تہذیبی اثرات جابجا نظر آتے ہیں اور یہ تمام شعراء دہلی دبستان کے ترجمان ہیں ۔ جب ہم اردو زبان وادب کی تاریخ پر سرسری نظر ڈالتے ہیں تو ہمیں بجا طور پر فخر محسوس ہوتا ہے کہ ہمارے بزرگ شعراء نے جس طرح اردو ادب میں شاعری اور اس کی مختلف اصناف سخن کی مضبوط بنیادیں فراہم کیں جس پر آئندہ نسلوں نے کامیابی کے ساتھ اس سفر کو جاری رکھا اور بحیثیت محقق مجھے امید ہے کہ یہ کام صبح قیامت تک جاری وساری رہے گا۔بس اس شعر پر میں اس تحقیقی مقالہ کو اختتام پذیر کرتا ہوں۔

زمانہ صبح ازل سے ہے محو سفر، مگر
یہ اپنی تگ و دو سے ہو سکا نہ کہن

کتابیات :

(۱) بہادر شاہ ظفر فن وشخصیت ، خواجہ تہور حسین ، مکتبہ نعیمیہ ، دریا گنج ، دہلی ، ۱۹۶۷ء (۲) بہادر شاہ ظفر ، ڈاکٹر اسلم پرویز ، انجمن ترقی اردو ہند ، دہلی ، ۱۹۸۶ء (۳) مونوگراف ۔ مرزا محمد رفیع سودا ، مظہر احمد ، اردو اکادمی ، دہلی ، ۲۰۱۲ء (۴) مونوگراف ۔ مومن خان مومن ، ڈاکٹر توقیر احمد خان ، اردو اکادمی ، دہلی ، ۲۰۱۱ء (۵) تحقیق کا فن ۔ پروفیسر گیان چند ، اتر پردیش اردو اکادمی ، لکھنؤ ، ۲۰۰۹ء (۶) رسوم دہلی ۔ مولوی سید احمد دہلوی ، مرتب خلیق انجم ، اردو اکادمی ، دہلی ، ۲۰۱۳ء (۷) شعور فن ۔ ڈاکٹر فخر الاسلام اعظمی ، ڈاکٹر محمد الیاس اعظمی ، شبلی نیشنل کالج ، اعظم گڑھ ، اتر پردیش ، ۲۰۰۴ء (۸) کلیات ظفر ۔ ابوظفر سراج الدین محمد بہادر شاہ ظفر ، بہ اہتمام محمد ناصر خان ، فرید بک ڈپو ، دہلی ، ۲۰۰۵ء (۹) داستان ۱۸۵۷ء ۔ مرتب فاروق ارگلی ، بہ اہتمام محمد ناصر خان ، فرید بک ڈپو ، دہلی ، ۲۰۰۷ء (۱۰) مونوگراف ۔ شیخ محمد ابراہیم ذوق ، مخمور سعیدی ، اردو اکادمی ، دہلی ، ۲۰۰۸ء (۱۱) مونوگراف ۔ میر تقی میر ، پروفیسر مظفر حنفی ، اردو اکادمی دہلی ، ۲۰۱۲ء (۱۲) دیوان غالب ۔ اسد اللہ خان غالب ، باہتمام محمد ناصر خان ، فرید بک ڈپو ، دہلی ، ۱۹۹۹ء
(۱۳) انتخاب کلام داغ ۔ مرتب بیگم ممتاز مرزا ، اردو اکادمی ، دہلی ، ۲۰۰۶ء

(۱۴) Urdu Ghazals an Anthology from 16th to the 20th Century by K.C. Kanda, 2010, Sterling Publishers, Pvt. New Delhi

☆☆☆

جہانگیر اُنس کی 'اردو کی برکتیں'

محسن عظیم انصاری (لکھنؤ)
موبائل : 9451300431

رانی پور، سیوان، بہار سے تعلق رکھنے والے مجیب الرحمان ثم جہانگیر اُنس کئی کتابوں کے مصنف ہیں۔ انھوں نے بچوں کے لئے بھی کتابیں لکھی ہیں۔ 'اردو کی برکتیں' ظریفانہ مضامین سے معمور و مملو ہے۔ جہانگیر انس مشہور ظرافت نگار احمد جمال پاشا سے قلبی میلان رکھنے کی وجہ سے اس طرز پر طبع آزمائی کرنے پر راغب ہوئے۔ ان مضامین میں ادبی چاشنی پائی جاتی ہے۔ یہ مضامین قاری کے ذہن میں مختلف النوع منظرنامے پیش کرتے ہیں۔ ثقیل الفاظ سے گریز کر کے انس نے قاری کو شوق سے پڑھتے رہنے پر مائل کیا ہے۔ سادہ اسلوب سے ترتیب اس کتابی آئینے کو سلیقے سے پیش کیا گیا ہے۔

تیس عنوانی مضامین اپنا احساس، اپنی شناخت آپ بتاتے ہیں۔ ان کے تعلق سے عبدالوہاب قاسمی نے 'تجزیاتی مطالعہ کے نام سے اپنا تاثر پیش کیا ہے۔ یہ تنقیدی بھی ہے، تعریفی اور تلقینی بھی۔ انس کو آگے کے ادبی سفر میں اس راہ سرا کا خیال رکھنا چاہئے کہ ظریفانہ نوع کے مضامین میں ظرافت و مزاح کے لڈو پیڑے کے ساتھ طنز کے بیسنی مرچ و پکوڑوں کو بھی موجود ہونا چاہئے۔ اسی تجزیے میں ایک مقام پر قاسمی صاحب لکھتے ہیں کہ انس' خطیبانہ لہجے میں یک گونہ جھنجھلاہٹ کا مظاہرہ کرتے نظر آتے ہیں۔ زبان کو تخلیقی طور پر برتنے کا ہنر وہ کم دکھاتے ہیں۔' یہ بصیرت افروز تبصرہ ہے۔ مصنف و قاری کے لئے عبدالوہاب قاسمی نے ایک مفید بڑا سا مقدمہ لکھا ہے۔ اس میں انھوں نے مختلف مضامین سے اقتباسات select کر کے انس کی سوچ کو واضح کرنے کی سعیِ بلیغ کی ہے۔

سارے مضامین ستاروں کی طرح ہیں۔ کچھ زیادہ روشن، کچھ کم۔ قدر و قیمت سے پُر۔ انس کے عزیز بھانجے ڈاکٹر ظفر کمالی سے یہ کتاب منسوب و معنون ہے۔ انس کے مطابق ڈاکٹر ظفر کمالی نے ان کے خوابیدہ ادبی عزائم کو بیدار کیا ہے اور وہ بھی پھر سے۔ اس پھر سے کے بارے میں دو چار لفظ ہونے چاہئے تھے، جو کتاب کی ابتدا ہی میں due تھے۔ انس نے اس بابت کچھ نہ لکھ کر گویا مایوس کیا ہے۔ عبدالوہاب قاسمی جو تقریظ کے واحد فرد ہیں کے بارے میں بھی کوئی وضاحت نہیں ملتی۔ قاری کو یہ سب بہر حال معلوم ہونا ازبس ضروری ہے۔ اس سے ان حضرات کی پذیرائی ہی نہیں ہوتی بلکہ ان کی ذات کی افادیت بھی روشن ہوتی۔ امید ہے کہ انس اس پر توجہ فرمائیں گے اور آئندہ کسی ادبی کتاب میں یہ خلا نظر نہ آئے گا۔

مضمون 'ایک ناک والے کی فریاد' کیا خوب ہے۔ پڑھیے اور عش عش کیجئے۔ عمدگی سے لکھا ہوا یہ مضمون خدا سے مخاطبت رکھتا ہے۔ یہ گراں گزرتا ہے۔ انس نے لکھا ہے'(اے خدا) اگر آپ نے ناک نہ بنائی ہوتی، تو جدید آرٹسٹ کی طرح آپ کو بھی یہ آپ کی مخلوق سر آنکھوں پر بٹھاتی۔ آپ کی آرتی اتارتی، جس کے آپ حق دار ہیں۔' انس کو اللہ کے بارے میں اس طرح نہ لکھنا چاہئے تھا۔ یہ تو خدا کو outright دیوتا یا انسان بنانا جیسا ہوا۔ گناہ آمیز۔ مضمون میں ناک پر بہر کیف اچھی فکر کی گئی ہے۔ اللہ کی اس عطا کو سراہا گیا ہے۔ مرد و زن کے لئے یہ بہت بڑا عجوبہ ہے۔ 'پیاز نامہ' میں پیازو میاں کا کردار خوب ہے۔

'ماڈرن حکیم بھی اچھے ڈھنگ سے ترتیب دیا گیا ہے۔

ایک خاص و ضروری مضمون 'ماڈرن رخصتی 'personalised اور subjective ہے، جب کہ ظرافت کے مضمون کا objective ہونا ضروری ہوتا ہے۔ انس صاحب کو معلوم ہونا چاہئے کہ مائیں بچیوں کو رخصتی پر اس طرح negatively نہیں سمجھاتیں، جیسا انھوں نے لکھ دیا ہے۔ وہ ضروری طور پر انھیں سسرال کے تعلق سے صبر و برداشت کی تلقین اولاً کرتی ہیں۔

مضمون 'دو ملاؤں میں' اچھی سوچ کا غماز ہے۔ اچھی ابتدا اور انتہا کے ساتھ۔ مولوی الف اور با ہمارے سماج میں ہمارے درمیان موجود ہیں۔ اس ظرافتی مضمون میں انس لکھتے ہیں' میں بھی پہلے ایک اچھا بھلا مسلمان تھا۔ مسلم والدین کے بطن سے پیدا ہوا۔' ارے بھائی، بطن کا تعلق ماں سے خاص ہوتا ہے، صرف ماں سے۔ باپ اس بطن کے مسئلے سے بالکل دور اور الگ ہے۔ رہا ملاؤں کے بیچ سینڈوچ (کچوری) ہونا، تو یہ بات یقیناً دہشت وحشت کے دو پاٹوں کے بیچ کی ہے۔ مولویوں کے روایتی تو تکار مذاق بن گئے ہیں۔ ایک بے پُل کا دریا ہے جو پل بننے کا زمانے سے متلاشی ہے۔ ایک کم طول و عرض کا دریا ہے، مگر اس پر پل خواب و حسرتِ سرد کا کارِ عبث نظر آتا ہے۔ مسلموں میں اتحاد ہو سکتا ہے۔ ہونے نہیں دیا جاتا۔ نا اتفاقی پر پورا اتفاق ہے۔ مسلمان مسلکوں میں بٹا ہے۔ مولویوں کو اسے بدعتوں میں پھنسائے رکھنا پسند ہے۔ کچھ مساجد میں دوسرے مسلمان کی entry پوری ban ہے۔ معصوم صفتوں کے لئے دکھ ہی دکھ ہے۔ آپس ہی میں لوگ موذی و مغرور ہیں۔ احترام و اخلاص دوسرے جہاں کی شے نظر آتے ہیں۔ (باقی صفحہ ۴۵ پر)

غالبؔ کے کلام میں جمالیات حس

علیم صبا نویدی (چنئی)
موبائل : 9840361399

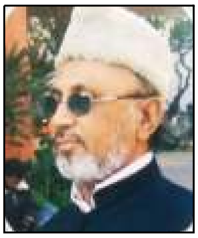

غالبؔ اپنے عہد کے نباض شاعر تھے۔ان کے کلام میں بلا کی شوخی، ظرافت، حکمت طنز اوران سب سے بڑھ کر جمالیاتی حس پائی جاتی ہے۔ اردو شعر و ادب کے بالغ نظر نقاد اس بات پہ متفق ہیں کہ غزل کی روایتی شاعری کا ایک تہائی حصہ رومانیت پر مشتمل ہے۔ رومانیت سے مراد زندگی کی مثبت قدروں پر یقین رکھتے ہوئے اوراس کے جمالیاتی پہلو پر دھیان مرتکز کرتے ہوئے حظ اٹھانا ہے۔

بقول ذکا صدیقی عجمی فنون لطیفہ سے غالبؔ کا گہرا ربط تھا اور حسن کو مشتعل دیکھ کر جو تاسف انھیں ہوتا تھا وہ غالباً عشق کی دوامی کیفیت سے پورا ہوجاتا تھا جسے وہ کائنات کی غایت سمجھتے تھے، لیکن غالبؔ کے یہاں عشق زیادہ تر مجازی اصطلاح کے طور پر آتا ہے۔

ہے کائنات کو حرکت تیرے ذوق سے
پرتو سے آفتاب کے ذرے میں جان ہے

سچ تو یہ ہے کہ جسے زعم ہمہ دانی ہے وہ زندگی کے اسرار و رموز سے واقف نہیں ہے۔ غالبؔ کے یہاں بھی رخ سے زیادہ زندگی کی بے رخی کا اظہار سلیقہ مندی سے ہوا ہے۔ غالبؔ حسن پرستی کے شعار کو بھی جمالیاتی کیفیت میں پیش کرنے کی استطاعت رکھتے تھے۔

لطافت بے کثافت جلوہ پیدا کر نہیں سکتی
چمن زنگار ہے یہ آئینہ بادِ بہاری کا

چاندنی رات کے خاموش ستاروں کی قسم
دل میں اب تیرے سوا کوئی بھی آباد نہیں

مہرباں ہو کے بلالو مجھے چاہو جس وقت
میں گیا وقت نہیں ہوں کہ پھر آ بھی نہ سکوں

اس سادگی پہ کون نہ مرجائے اے خدا
لڑتے ہیں اور ہاتھ میں تلوار بھی نہیں

پہلا شعر لطافت بے کثافت کوئی تخلیق نہیں کرسکتی۔ آئینہ بادِ بہار چمن نگار بنا ہے۔ غور سے دیکھئے تو اشیاء میں مستور دلکشی غالبؔ کے حسین نظر کی محتاج نظر آتی ہے۔ دوسرے شعر میں اس شب ویراں کا تصور کیجئے، جب چاندنی رات میں بھی خاموش ستارے کے وجود کی اہمیت بیان کرنے کے لئے اس کی قسم کھا رہے ہوتے ہیں۔ چاند کی حکمرانی اور خاموش ستاروں کی خموشی سے فلک کی فضا سوگوار دکھانے کے باوجود غالبؔ اپنے معشوق کو یہ یقین دہانی کراتے ہیں کہ دل کے اندر اس کے علاوہ دوسرا کوئی مکیں نہیں۔

تیسرے شعر میں مہرباں ہو کے بلالو عاجزی بھرا حکم ہے۔ غالبؔ نے اپنی اس طبیعت کا استعمال متعدد بار دوسرے اشعار میں بھی کیا ہے۔ معاملاتِ زندگی میں غالبؔ اپنی شرطوں پر کم ہی قائم رہے ہیں، لیکن یہ محبوب کے نازنخرے اٹھانے میں پابند خاص رہے ہیں۔

دھول دھپہ اس سراپا ناز کا شیوہ نہیں
ہم ہی کر بیٹھے تھے غالبؔ پیش دستی ایک دن

مذکورہ شعر میں بھی بلانے کی مشروط پیشکش موجود ہے۔ اس لئے کہ غالبؔ گیا وقت نہیں ہیں کہ دیدار محبوب کو لوٹ کر نہ آسکیں۔ غالبؔ کے جمالیاتی ادراک و احساس کا کمال یہ ہے کہ وہ اپنے ہر شعر میں کوئی ایک ایسا کلیدی لفظ پیش کردیتے ہیں جو جمالیاتی کیفیت کو ابھار دیتا ہے۔ ''گیا وقت'' کا استعمال ماضی بعید سے ہے۔ اس کے برمحل استعمال سے بھی انھوں نے اپنے موجود ہونے کی نشاندہی کی ہے۔ میں کہنا یہ چاہتا ہوں کہ دکھ کے جلال سے بھی یہ جمال پیدا کرنے والے شاعر تھے۔

غالبؔ بنیادی طور پر فارسی زبان کے شاعر تھے۔ بیدلؔ عظیم آبادی کے فارسی شاعری کے یہ مداح تھے لیکن یہ حضرت امیر خسرو کو ہی واحد فارسی زبان کا شاعر مانتے تھے۔

گوری سووے سیج پہ منہ پہ ڈارے کیس
چل خسرو گھر اپنے سانجھ ہوئی چھو دیس

مندرجہ بالا شعر کی جمالیاتی حس کی بلندی سے کسے انکار ہوسکتا ہے۔

غالبؔ تصویر یار کے لئے در بدر نہیں بھٹکتے۔ یہ سکھ پر کیس ڈارے کی عیب پوشی زندگی کا شغل بھی نہیں رکھتے تھے۔ یہ جمالیات میں عشق حقیقی اور مجازی کے بیچ رتی بھر کا فاصلہ نہیں رکھتے، انھیں اطمینان ہے کہ محبوب کی قربت کے لئے اپنے اندر ہی جھانک لینا کافی ہے۔

دل کے اندر ہے میرے تصویر یار
جب ذرا گردن جھکائی دیکھ لی

محبوب کی نازک بدنی پر ہمارے متعدد روایتی شعراء نے اشعار کہے ہیں لیکن غالبؔ کی انفرادیت یہ ہے کہ یہ معمولی سے لفظوں کے ہیر پھیر سے ششدر کردینے والی جمالیاتی حس کو وہ آسانی سے پیش کردیتے تھے۔ غالبؔ نے اپنے اس شعر میں تضادِ لفظی کی صنعت سے بہت بڑے مضمون کو شعری لباس عطا کردیا ہے۔

سب کہاں کچھ لالہ و گل میں نمایاں ہوگئیں
خاک میں کیا صورتیں ہوں گی جو پنہاں ہوگئیں

اس شعر میں بدنی عشق کی جمالیات نہیں ہے بلکہ انھوں نے وجود کے فنا اور بقا کے درمیان زمینی سطح کے عشق کی خوشبو کے جھونکے کا احساس کرایا ہے۔ پہلے مصرعے میں سب کہاں؟ ایک سوالیہ نشان ہے، کچھ لالہ و گل میں متبدل ہوکر نمایاں ہوگئی ہیں۔ (باقی صفحہ ۴۵ پر)

کچھ اپنے بارے میں

(خودنوشت سوانحی خاکہ)

حکیم جلال الدین تکمیلی

بانی پرنسپل، لیکچرر شعبہ معالجات یونانی میڈیکل کالج پونہ

نام : جلال الدین ابن نصر اللہ ابن احمد حسین ابن عبداللہ ابن حکیم جمن بابا

ولادت : یکم جولائی ۱۹۴۷ء

مقام پیدائش: گنیش پور بمعروف کوریا پوورا ضلع سیتاپور

ابتدائی تعلیم گاؤں ہی کے پرائمری اسکول میں ہوئی۔ آٹھویں تک جونیئر ہائی اسکول ہرگاؤں ضلع سیتاپور میں ہوئی۔ اس کے بعد کچھ حالات کے پیش نظر جملہ اہل خانہ کو وطن عزیز چھوڑنا پڑا اور مالیگاؤں منتقل ہو گئے۔ جہاں برادر الحاج مولوی حافظ صوفی حکیم ڈاکٹر پیر محمد تکمیلی صاحب (مرحوم) نے دینی تعلیم کے لئے مدرسہ ملت میں داخلہ دلایا۔ بفضلِ تعالیٰ پانچ سال میں سند فراغت حاصل کی۔ اسی دوران استاد محترم قاری سبعہ عشرہ کرنل مرزا بسم اللہ بیگ صاحب مرحوم حیدرآبادی کی سرپرستی میں تجوید قرآن مع سبعہ عشرہ کی سند فراغت حاصل کی۔ مدرسہ ملت سے فراغت کے بعد برہان پور میں ایک مدرسہ میں کچھ دنوں تک خدمت تدریس انجام دی۔ اس کے بعد برادر محترم نے تکمیل الطب کالج میں داخلہ دلا دیا اور یہیں سے اس خاکسار نے بی یو ایم ایس کی ڈگری حاصل کی۔

جب سے میں نے ہوش سنبھالا، خاندان میں طب جدید وقدیم کا بول بالا تھا۔ کئی اہم شخصیتیں اپنے اپنے علاقے میں ماہر حکیم وڈاکٹر کی حیثیت سے مشہور تھیں۔ حکیم عبدالمجید صاحب (مرحوم) جو کہ ریاست پٹیالہ کی طرف سے طبیب حاذق کے سند یافتہ تھے۔ ان کے

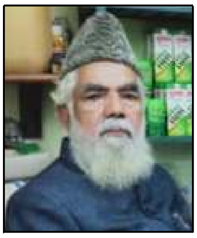

صاحبزادے حکیم عبدالخالق (مرحوم) گنگا دین پور واقصبہ لہر میں کامیاب مطب چلا رہے تھے۔ دوسری طرف صوم وصلوۃ کے پابند، تہجد گزار مولوی حکیم اصغر علی صاحب (مرحوم) کا ماہر طبیب کی حیثیت سے طوطی بول رہا تھا۔ پھوپھی زاد بھائی ڈاکٹر اصغر علی جیتا تو پوسٹ شیر ضلع سیتاپور میں پورے علاقہ میں مشہور تھے۔ ڈاکٹر اصغر علی کے چچا زاد بھائی ڈاکٹر امین الدین غزنی پور (مرحوم) بازار تحصیل بسواں میں دواخانہ کر رہے تھے۔ حکیم عبدالخالق (مرحوم) کے چاروں صاحبزادے ڈاکٹر ہیں، ڈاکٹر صابر علی، ڈاکٹر احرار، ڈاکٹر معراج، ڈاکٹر اعجاز جو کہ ڈگری یافتہ ہیں جنھیں لہر پور میں ہر شخص ڈاکٹر بھیا کے نام سے جانتا ہے۔ حکیم اصغر علی بھائی مرحوم کے دو صاحبزادے بھی ڈاکٹر تھے۔ ڈاکٹر سراج الحق (مرحوم) اور ڈاکٹر وہاج الحق (مرحوم)۔ بڑے بھائی کا ادھیڑ عمر میں بازو میں ایک جان لیوا پھوڑا نکلا اور انتقال کر گئے۔ چھوٹے بھائی لکھیم پور کے پاس ایک گاؤں میں مطب کر رہے تھے۔ حکیم اصغر علی کی دو بیویاں بھی حکیم تھیں۔ اب ان دونوں کا بھی انتقال ہو چکا ہے۔ یہ دونوں مجرب دوائیں بنایا کرتی تھیں۔

جب میں ہرگاؤں کے جونیئر ہائی اسکول میں زیر تعلیم تھا تو بھائی صاحب ہرگاؤں میں اپنا سکہ جمائے ہوئے تھے۔ علاقے میں واحد مسلم ڈاکٹر تھے۔ اغیار سے بھائی صاحب کی ترقی دیکھی نہیں گئی اور وطن عزیز چھوڑنا پڑا۔ مالیگاؤں ضلع ناسک میں آ کر مطب شروع کیا تو شاندار کامیابی ملی۔ موصوف نے منجھلے بھائی صوفی الحاج حکیم جمال الدین (مرحوم) کے ساتھ رہتے ہوئے کافی معلومات حاصل کی تھی۔ شرح قانون اور قرابا دین کا کافی مطالعہ کیا، رجسٹرڈ نہ ہونے کی وجہ سے باقاعدہ مطب نہ کر سکے۔ گھر ہی پر اپنے عقیدت مندوں کو دیکھ لیتے تھے۔ گھریلو مجربات استعمال کرتے تھے جس سے کافی لوگ فیضیاب ہوتے تھے۔

بڑے بھائی کے اہل وعیال حیدرآباد منتقل ہو چکے ہیں۔ بڑے بھائی حافظ حکیم ڈاکٹر پیر محمد تکمیلی کا انتقال ۲۰۰۲ء میں ہو چکا ہے۔ موصوف کے بڑے صاحبزادے ڈاکٹر حکیم محمد نعیم اشرف جو کہ محمدیہ طبیہ کالج مالیگاؤں سے فارغ ہیں نظامیہ طبیہ کالج حیدرآباد سے ادویہ اور امراض نسواں و اطفال میں ایم ڈی کرنے کے بعد یاقوت پورہ میں کامیابی سے مطب کر رہے ہیں۔ ان کے چھوٹے بھائی ڈاکٹر سعید الظفر کرنول میں طبیہ کالج سے فارغ ہیں۔ فی الحال دونوں بھائی حیدرآباد میں کامیابی کے ساتھ اپنا مطب چلا رہے ہیں۔ مجھ سے بڑے اور مجھ سے چھوٹے بھائی پرائمری اسکول ٹیچر ہیں۔ بھائی ماسٹر شہاب الدین ایوب صاحب کا انتقال ۵؍جولائی ۲۰۰۰ء میں ہو چکا ہے۔ بھائی ماسٹر عظیم الدین صاحب اب ریٹائرڈ ہو چکے ہیں۔

احقر کی چار لڑکیاں ہیں۔ نسیم بانو اور تسنیم بانو نے پیتھالوجی کا کورس مکمل کیا۔ تیسری لڑکی ڈاکٹر وسیم بانو میڈیکل کالج پونہ سے فارغ ہے اور پونہ میں کامیابی کے ساتھ مطب کی خدمت انجام دے رہی ہے۔ چوتھی لڑکی ندیم بانو عابدہ بی ایس سی مائیکرو بایولوجسٹ اور بی ایڈ ہے۔ احقر کی چاروں بیٹیوں کی شادی ہو چکی ہے۔ اور چار بیٹے ہیں۔ بڑے بیٹے سلیم جہانگیر جو کہ بڑی کامیابی کے ساتھ کاروبار سنبھال رہے ہیں۔ دوسرے بیٹے علیم عالمگیر جو کہ فارماسسٹ ہیں اور کامیابی سے میڈیکل چلا رہے ہیں۔ تیسرے بیٹے ڈاکٹر فہیم دستگیر اور چوتھے بیٹے حافظ ڈاکٹر عظیم ہمگیر ہیں اور دونوں کامیابی کے ساتھ پونہ میں مطب کی خدمات انجام

دے رہے ہیں اور چاروں کی شادیاں ہوچکی ہیں۔

میری دلی تمنا تھی کہ جب بھی مجھے لکھنے لکھانے کا موقع ملے گا میں خاندان کے مختصر حالات قلم بند کروں گا۔ خاندان کے حالات پیش کرنے کا مقصد اپنی واہ واہی نہیں ہے بلکہ مجھے فخر ہے اور اللہ کا شکر ہے مذکورہ محسنوں کے طفیل ہی ہمارے گھر میں علم کی روشنی آئی۔ اسی روشنی سے ہم سب فیض یاب ہوئے۔ گھر کے بزرگوں سے سنا ہے کہ اپنے خاندان کی کسی نہ کسی طرح کی نسبت ہندوستان کے بادشاہ اورنگ زیب کے استاد ملاجیون سے تھی، مگر مجھے اس کی سند نہیں ملی۔

ہمارے بزرگوں میں سب سے بزرگ ہستی جمن بابا کی تھی جو اپنے دور میں گھریلو علاج اور دعا و جھاڑ پھونک کیا کرتے تھے۔ آپ کی مزار شریف موضع املیا سیتاپور میں ہے۔ عید کے دوسرے دن عقیدتمند ایصالِ ثواب کے لئے جمع ہوتے ہیں۔ سنا ہے اب وہاں کچھ بے جا رسمیں بھی ہونے لگی ہیں۔

دوران تعلیم کالج میں حکماء کرام سے زیادہ تعلق رہا۔ خاص طور سے حکیم مسیح الزماں صاحب، حکیم خواجہ ساجد حسن صاحب کے پاس وقت دیتا رہا۔ ان صاحبان کے مطب بھی جاتا رہتا تھا۔ بہت ذخیرہ جمع کیا جو آج کام آرہا ہے۔ میں حکیم عبدالجلیل صاحب سے بہت متاثر تھا کیوں کہ انھیں خداداد صلاحیت اور دست شفاء حاصل تھی۔ میں نے بہت کوشش کی کچھ حاصل ہوجائے مگر وہ کامیابی نہیں ملی جو ملنی چاہئے تھی۔

فراغت کے بعد مالیگاؤں میں جدید طرز کی پریکٹس کی کوئی کامیابی نہیں ملی۔ پھر سیتاپور سسرالی وطن آگیا اور پرسینڈی میں دواخانہ شروع کیا تو قدرے کامیابی ملی۔ اسی دوران ہمارے خسر صاحب نے جو کہ یونانی طریقہ علاج کے دلدادہ تھے۔ اپنے رنگ میں رنگنے کے لئے مجھے حکیم عتیق احمد صاحب دریابادی کے ساتھ رہنے کا مشورہ دیا۔ مجھے کسی خاندانی حکیم کی تلاش پہلے ہی سے تھی۔ موصوف کے ساتھ دو سال تک سیتاپور سے لکھنؤ اور لکھنؤ سے دریاباد آتا جاتا رہا، جہاں مطب کرتے وہیں رہتا۔ موصوف کے ساتھ رہ کر دواؤں کی شناخت، دوائیں بنانے کا طریقہ جہاں تک ہوسکا سیکھا، جو میں تعلیم کے دوران نہ کرسکا تھا۔ چونکہ حکیم عتیق احمد صاحب پانچویں پشت کے چشم و چراغ تھے ان کے پاس طبی معلومات کا خزانہ تھا۔ موصوف نے پوری ایمانداری اور مشفقانہ طریقے سے میری تربیت کی۔ میں موصوف کا بے حد ممنون و مشکور ہوں اور دعا گو ہوں کہ خدا انھیں جزائے خیر عطا فرمائے۔ اس وقت بلوچ پورہ لکھنؤ میں شاندار مطب کررہے ہیں۔

آپ کا سلسلہ نسب یوں ہے :

حکیم عتیق احمد ابن حکیم شمشاد علی ابن حکیم امیر بخش ابن حکیم کریم بخش ابن حکیم واحد بخش۔ والدین کی ضعیفی اور بیماری کی وجہ سے مجھے مالیگاؤں جانا پڑا، تلاشِ معاش میں تھا ہی کہ محمدیہ طبیہ کالج پہنچا، ذمہ داروں سے بات کی، حکیم مختار احمد اصلاحی صاحب اور حکیم فیاض عالم صاحب نے اپنے یہاں رکھ لیا۔ تقریباً چھ ماہ تک کرلا نہرونگر کے مطب میں رہا۔ یہاں دونوں موصوف سے کچھ حاصل کرنے کا موقع ملا۔ کچھ نسخہ جات جمع کئے۔ مجھے استاد محترم حکیم مختار احمد اصلاحی کی دواؤں کی ترکیب وترتیب بہت پسند آئی۔ موصوف ایک دوا اصل مرض کی صبح و شام دیتے، ایک ہاضم دوا بعد غذائیں دیتے اور ایک ملین دوا بوقت خواب دیتے۔ حالات کے اعتبار سے ردوبدل بھی کرتے۔ ممبئ میں موصوف نامور طبیب ہیں۔ آپ کی ذات شریف سے کافی لوگ فیض حاصل کرچکے ہیں۔

پونہ سے میں واقف نہیں تھا صرف نام سنا تھا کہ تعلیم کا بہت بڑا مرکز ہے۔ یہاں ڈاکٹر اے آر شیخ کی سرپرستی میں یونانی میڈیکل کالج کی داغ بیل ڈالی جارہی تھی کہ حکیم فیاض عالم صاحب نے مجھے موصوف کے پاس بھیج دیا۔ ۲۸/مئی ۱۹۸۳ء کالج کے شفاء خانے کا افتتاح ہوا اور یونانی فزیشین کی حیثیت سے تقرر ہوگیا۔ باقاعدہ کالج شروع ہونے پر مجھے پہلے پرنسپل ہونے کی سعادت حاصل ہوئی۔ ڈاکٹر اے آر شیخ کی سرپرستی اور ایس ایم اقبال صاحب کی سکریٹری شپ میں کالج بہت جلد رواں دواں ہوگیا۔ میں کچھ دیگر مضامین بھی لینے لگا اور جو کچھ سیکھا تھا اس کو مدنظر رکھتے ہوئے دوائیں بنانا شروع کردیا۔ کافی نسخے آزمائے جو مفید و مجرب ثابت ہوئے۔

میری دیرینہ خواہش تھی کہ کم سے کم اجزاء پر مشتمل ذخیرہ جمع کرکے طباعت کراؤں، اس کے لئے میں نے پونہ سے لکھنؤ، لکھنؤ سے علی گڑھ اور علی گڑھ سے دہلی مختلف حکماء سے ملنے کے لئے سفر کیا۔ پھر حیدرآباد بھی گیا۔ حکیم افتخارالحق صاحب اور حکیم مودود اشرف صاحب سے کافی مدد ملی، تسکین بھی حاصل ہوئی۔ لوگوں کو یاد نہ ہوگا لال کنواں ہمدرد دواخانہ بھی گیا، اطباء سے اپنے مطب کی بات کی مگر کوئی خاص کامیابی نہیں ملی۔ البتہ حکیم مظہر سبحان عثمانی صاحب نے مہربانی کی۔ ان کا طریقۂ علاج دیکھنے کا موقع ملا۔ موصوف نے مفید مشورے بھی دیئے۔ دہلی میں بعض لوگوں نے مجھے ڈانٹ پلائی کہ آپ کو بتانے سے میرا کیا فائدہ۔ بہرحال جس سے جو ملا قلم بند کرتا گیا مگر ذہنی سکون نہ ملنے کی وجہ سے یہ کام انجام نہ دے سکا۔ مگر دل ہی دل میں اس کے لئے کوشاں رہا اور اس سلسلہ میں جدوجہد جاری رہی۔ جب حکیم ابوبکر صاحب الہ آبادی سے ملاقات مالیگاؤں میں ہوئی اور موصوف سے ربط وضبط رہا تو بہت سے مفید نسخہ جات ملے جو مالیگاؤں محمدیہ طبیہ کالج میں آج بھی جاری وساری ہیں۔

اب یہ سعادت حاصل ہوئی اور یہ کتابی شکل میں ناظرین کے سامنے پیش ہے۔اس مختصر سے مجموعے میں زیادہ تر حصہ حکیم عتیق احمد دریابادی کے معمولات مطب کا ہے، دوسرا بڑا حصہ سابق پرنسپل حکیم ابوبکر صاحب الہٰ آبادی کا ہے۔ کچھ نسخے دیگر اطباء کرام کے ہیں، بقیہ اپنے حاصل کردہ ہیں۔ اس مجربات تکمیلی میں زیادہ تر نسخے آزمائے ہوئے ہیں۔ کچھ ایسے نسخے بھی ہیں جو میں نے خود نہیں بنائے بلکہ مذکورہ محسنوں کے ساتھ رہ کر استعمال کرتے دیکھا اور مفید ونتیجہ بخش پایا۔اپنے تجربات کی بنیاد پر یہ کہنے کی جرأت کررہاہوں کہ اگر حاملین طب صدقِ دل سے اخلاط ومزاج کی رعایت کرتے ہوئے استعمال کریں گے توانشاءاللہ ضرور مفید پائیں گے۔

جناب ڈاکٹر اے آر شیخ، جناب ڈاکٹر این وائی قاضی، سکریٹری جناب ایس ایم اقبال اور پرنسپل جناب طاہر علی بلگرامی کا بے حد ممنون ومشکور ہوں کہ تعطیل دے کر ایسے حالات پیدا کئے کہ میں یہ کام سکون سے کرسکا۔ اپنی کمزوری اور حقیقت کا اعتراف کرنے ہی سے مجھے یہ کامیابی ملی ہے۔ اسی لئے میں کہتا ہوں کہ میری دونوں آنکھوں میں سے ایک آنکھ میرے کالج کے لیکچرار ہیں جن کی مدد سے یہ کام پایہ تکمیل تک پہنچا۔ خاص طور سے ڈاکٹر خورشید احمد، ڈاکٹر عبداللہ انصاری، ڈاکٹر جمال اختر ، ڈاکٹر ارشد پٹھان نے موجودہ اٹیالوجی سمجھا کر نسخہ استعمال کرانے میں رہنمائی کی۔ ڈاکٹر کرنل غفران نے بھی دموی ٹیسٹوں کو سمجھایا پھر نسخہ استعمال کئے گئے۔ڈاکٹر خورشید جو کہ ہمارے عزیز بھی لگتے ہیں کتاب کے پہلے مسودہ کی ترتیب تحریر از خود کی۔لکھنے لکھانے کا جذبہ کالج کے عربی لیکچرر زید احمد قاسمی اور کرنل غفران صاحب سے حاصل ہوا۔ شعبہ ادویہ کے حکیم شارق ظفر ایم ڈی، ہونہار جواں سال حکیم جلیس احمد ایم ڈی صاحبان سے مختلف دواؤں کی کارکردگی جاننے میں رہنمائی ملی۔ بہت سی جڑی بوٹیوں کی شناخت کالج کی ماہر نباتیات لیکچرر فرحت اقبال صاحبہ کے توسط سے ہوئی۔ میں ان سب کا تہہ دل سے شکرگزار ہوں۔

میرے ساتھ تربیتی کورس کے لئے کرنول سے آئے ہوئے حکیم سعید حسن بن احمد رسول جو کہ کرنول ہی سے فارغ ہیں نے از سرِنو مسودہ میں کچھ اضافے اور امراض کے اعتبار سے درجہ بندی کرکے مرتب کرنے میں دن رات مدد فرمائی۔خدا موصوف کو اس کے لئے اجرِ عظیم عطا فرمائے۔اس مجموعہ کی تیاری میں رحیمیہ دواخانہ بمعروف حکیم طوطا والا کے مالک محمد فہیم اور تجربہ کار حکیم حبیب احمد نے بھرپور اخلاقی تعاون فرمایا، جن کا میں بے حد ممنون ہوں۔اس موقع پر حکیم جمیل احمد اور حکیم سید ظل الرحمٰن کا خاص طور سے احسان مند اور شکر گزار ہوں کہ جب میں نے نسخہ جات کا مسودہ دکھایا تو بہت خوش ہوئے اور اپنے تاثرات تحریر کرتے ہوئے کچھ مشورے دیئے اور مجربات بھی لکھائے جن کا میں نے اضافہ کردیا ہے اور جو مشورے دیئے جہاں تک ہوسکا ہے پورا کرنے کی کوشش کی ہے۔معذرت خواہ ہوں کہ جو کمی رہ گئی ہے وہ آئندہ دور کرنے کی جدوجہد کروں گا۔اب طب سے تعلق رکھنے والے احباب سے التماس ہے کہ اس مجموعہ میں کوئی غلطی مقدار واوزان وغیرہ میں نظر آئے تو آگاہ فرماکر مشورے سے نوازکر عنداللہ ماجور ہوں۔ ☆

بقیہ : جہانگیر انس کی اردو کی برکتیں

بہرحال یہ ظرافتی مضمون دل کو نہ صرف چھونے والا ہے، بلکہ ایک پیغام خاص کا پیامبر ہے کہ ہزار اختلاف ہو، احترام ولحاظ واکرامِ مسلم بہت ضروری ہے۔مساجد ومدارس نیز کتابوں کی مسلکی سوچ بجا نہیں۔ ''ڈسکو ساڑی'' اور ''ٹانگ مارنا'' اچھے زاویوں سے پُر مضامین ہیں۔

جنابِ پیر کی آمد کے صدقے گلی مرغوں سے خالی ہوگئی ہے (ٹانگ مارنا)

'ایک انٹرویو' تو ہنسی کے خرموں سے پر ہے۔علامہ خر بھارتی سے لیا گیا انٹرویو خوب ہے۔ان کا چپراسی یا نوکر بھونپو ہندی بھی علامہ سے کم نہیں۔اردو کے بڑے لکھاری علامہ خر بھارتی دوسروں سے لکھوا کر کتب کے بڑے پایے کی مصنف ہوگئی ہیں۔'نوک جھونک' میں میاں بیوی کی باتم بات گھوڑے کی لات سے کم نہیں۔اس طرح انس کی یہ اچھے کاغذ پر شائع کتاب 'اردو کی برکتیں' بڑے برکتی مضامین سے مزین ہے۔انھوں نے حتی المقدور ہنسانے کی سعی کی ہے،لیکن اس سعی کو دھار دینے کی ضرورت ہے۔ objectivity کیا ہے، کیا نہیں پر توجہ دینے کی ضرورت ہے۔مذکر، مونث کی دیواروں میں بندھ کر رہنے کی بھی ضرورت ہے۔اردوئے معلیٰ' بہرطور اسی کی متقاضی ہے۔ امید ہے کہ انس صاحب معیار کو مزید بلندی عطا کریں گے۔ ☆☆☆

بقیہ : غالب کے کلام میں جمالیاتی حس

دراصل غالبؔ یہ باور کرانا چاہتے ہیں کہ انسان کے مرنے کے بعد اس کی قبر پر لالہ وگل کھلتے دکھائی دیتے ہیں لیکن قبر میں سلائے جانے کے بعد کیا صورتحال ہوگی۔یہ گل حسن کا اظہار یہ ہے لیکن بعد از مرگ کیا صورتیں ہوں گی۔ یہاں صورتیں محض چہرے کا بدل نہیں ہے بلکہ مدفونِ وجود مختلف مدارج ہیں۔غالبؔ نے اس شعر میں اپنے مخصوص جمالیاتی شعور کا مظاہرہ کیا ہے۔اس نوع کے اشعار غالبؔ کے یہاں بھرے پڑے ہیں جہاں ہم ان کی جمالیاتی حس سے محظوظ ہوسکتے ہیں۔ ☆☆☆

(انشائیہ)

زبان

فہیم خاتون مسرت (ناندیڑ)
موبائل : 7774305558

یہ امر باعثِ تشکر ہی نہیں قابلِ تحسین بھی ہے کہ خدائے بزرگ و برتر نے حیوانات ، نباتات اور حشرات الارض کے ساتھ انسانوں کو پیدا کرتے ہوئے ان تمام میں اشرف المخلوقات کی تمیز کے طور پر انسانوں کو قوّتِ گویائی عطا کی۔اسی قوّتِ گویائی نے انسانوں کو اپنے جیسے دیگر ذی روح میں ممتاز کر دیا۔ اپنی دلی کیفیات، جذبات واحساسات کے اظہار کے لئے زبان یعنی قوّتِ گویائی کیا ملی اس کو دودھاری تلوار اور زخمِ حیات بھی مل گیا۔

کسی دانشور سے دریافت کیا گیا کہ انسانی جسم کا وہ کون سا عضو ہے جو بیک وقت ایک سے زائد صفات کا حامل ہے۔جس کا استعمال مہلک زخم کیلئے بھی کیا جاتا ہےاور گہرے سے گہرا زخم مندمل کرنے کے لئے بھی کیا جاتا ہے۔جواب ملا ''زبان'' جس کا زخم بہت کاری ہوتا ہےاور جو مرہم کا کام بھی کرتی ہے۔

زبان سے دل جیتے جاتے ہیں اور جو دلوں کو جیت لے وہ فاتح زمانہ کہلاتا ہے۔ ہر زخم کا علاج اور ہر بیماری کی دوا بازار میں دستیاب ہوتی ہے لیکن زبان سے لگائے ہوئے زخم کی سوائے زبان کے کہیں دستیاب نہیں ہوتی اور باوجود اس کے زبان سے لگے ہوئے زخم کے مندمل ہونے کی گیارنٹی نہیں۔۔کیوں کہ بقول شخصے

''زبان سے نکلا ہوا لفظ اور کمان سے نکلا ہوا تیر کبھی واپس نہیں آتا۔''

منظر بھوپالی نے کیا خوب کہا ہے :

''گفتگو میٹھی کرو، ہر شخص سے جھک کر ملو، دشمنوں کے واسطے بھی دلربا ہو جاؤ گے۔'' اچھی اور میٹھی گفتگو صرف دوستوں کو ہی نہیں دشمنوں کو بھی آپ کی طرف متوجہ کر دیتی ہے۔شیریں بیانی، بہترین اندازِ گفتگو دلوں پر دیرپا اثرات مرتب کرتے ہیں۔سننے والا متاثر ہو جاتا ہے۔اس کے برتاؤ میں تبدیلی آجاتی ہے۔تلخ بیانی سے سامع میں منفی رجحانات جنم لیتے ہیں۔تلخ گفتگو دل و دماغ پر مثبت اثر ڈالنے کی بجائے نہ صرف سننے بلکہ بولنے والوں کی روح کو بھی مجروح کر دیتی ہے۔

بیشک دل جیتنے کے فن پر دسترس زبان سے حاصل ہوتی ہے لیکن اس کے لئے مناسب الفاظ کا گفتگو میں استعمال ''اندازِ بیان'' نرم لہجہ، عمدہ خیالات، بلندیٔ افکار مثبت طرزِ فکر اور وسیع النظری کا ہونا از حد ضروری ہے۔

آیئے ہم علیحدہ علیحدہ ان نکات پر غور کرتے ہیں۔

آدھا گلاس خالی ہے کہنے کی بجائے آدھا گلاس بھرا ہوا ہے کہنا زیادہ بہتر لگتا ہے۔ ہر بات پر نکتہ اعتراض اُٹھانے والی ساسیں بھی اعتراض کرتے وقت الفاظ اور زبان کا استعمال بہتر کریں تو بہوؤں کو شاید ناگوار نہ گزرے، ان کی اصلاح ہو اور روایتی تنازعے جنم لینے سے پہلے ہی دم توڑ دیں۔

مثلاً پکوان کا مزہ بگڑنے ، حسبِ مرضی نہ بننے پر برہم ہو کر بنا سوچے سمجھے ساس اگر بہو سے کہہ دے'' ماں نے تو کچھ سکھایا ہی نہیں۔کوئی کام ڈھنگ کا نہیں۔''

تو بہو کے دماغ میں منفی رجحانات پیدا ہوتے ہیں۔ اصلاح کا پہلو تو دور کی بات وہ یہ سوچتی ہے ان کو تو عادت ہی ہے ،مینخ نکالنے کی کھانا ہو تو کھائے ورنہ بھوکی رہ جائے۔اس کے برعکس ساس اپنی بزرگی و مرتبہ کا لحاظ رکھتے ہوئے میٹھے محبت بھرے لہجے میں بہترین الفاظ میں کہہ دے کہ ''نیا گھر ہے نیا ماحول ہے۔سبھی کو ایسی پریشانی ہوتی ہے۔بیٹی اگر کوئی بات سمجھ میں نہ آئے تو مجھ سے پوچھ لیا کرو۔'' اور بہو ذرا دل کو وسیع کر لے خندہ پیشانی کا مظاہرہ کر لے تو یقین کریں الفاظ کا یہ استعمال سریع الاثر دوا کا کام کرے گا۔خیر سگالی کے جذبات پیدا ہوں گے اور کوئی بہو اپنی ساس کے بارے میں یہ کہتی ہوئی نہیں پائی جائے گی کہ'' مجھے میری ساس سے بچاؤ'' اور نہ ہی کوئی ساس اپنی بہو سے نالاں رہے گی۔دوسرا اہم نکتہ اندازِ بیاں کا ہے۔شیریں اندازِ بیاں۔جیسا کہ میں پہلے کہہ چکی ہوں صرف دوستوں کو ہی نہیں دشمنوں کو بھی اپنی طرف کھینچتا ہے۔مخاطب بغور پوری طرح متوجہ ہو کر سنتا ہے۔ بات اس کے دل و دماغ پر اثر انداز ہوتی ہے۔یاد رکھئے۔! زبان آپ کی فطرت کی غمّاز ہوتی ہے۔آپ کے باطن کی آئینہ دار ہوتی ہے۔ٹیلی ویژن پر آنے والے'' پان پراگ'' کے اشتہار کو دیکھ کر ہمیں ہنسی تو آتی ہے لیکن اس میں شیریں بیانی اور اس کے اثرات کا پیغام مخفی ہے۔ زبان کی فصاحت و بلاغت اور اندازِ بیان نیز شیریں بیانی پر بات کرتے ہوئے مرزا غالبؔ کی چند مثالیں یاد آگئیں ملاحظہ فرمائیں :

'' مرزا غالبؔ کو آم بہت مرغوب تھے اس معاملے میں ان کے دوست احباب اکثر ان کو نشانہ بنایا کرتے تھے۔ایک مرتبہ مرزا غالبؔ کے دوست ان کے یہاں تشریف فرما تھے۔آم کے چھلکوں کے پاس سے گدھا گزرا۔اس نے انہیں سونگھا اور آگے بڑھ گیا۔مرزا کے دوست نے فوری کہا'' دیکھو مرزا گدھے بھی آم نہیں کھاتے۔'' کوئی اور ہوتے تو بھڑک جاتے۔مرزا غالبؔ کے مزاج کی شگفتگی اور بذلہ سنجی و حاضر جوابی ملاحظہ ہو۔ انہوں نے بھی فوری جواب دیا:''ہاں جناب گدھے ہی آم نہیں کھاتے۔'' لفظوں کے استعمال و زبان کی شگفتگی سے اختلافی نظریہ سلجھ گیا۔نہ تمہیں برا لگا نہ ہمیں۔اور حساب برابر! تلخیاں بھی پیدا نہ ہوئیں۔

ایک مرتبہ مرزا غالبؔ نے ملازم سے کہا "میرے پیر داب دو میں تمہیں ایک آنہ دوں گا۔" ملازم نے پیر دبائے، مرزا کے پاس پیسے نہیں تھے۔ جب ملازم نے پیسے مانگے۔ غالب نے شگفتہ مزاجی سے کہہ دیا "تو نے میرے پیر دابے میں نے تیرے پیسے دابے۔ حساب برابر۔"

لفظوں کا استعمال، اندازِ بیاں، شگفتگی، برجستگی کے بعد باری ہے بلندیٔ افکار کی! جو زبان کا پوشیدہ جوہر ہے۔

تاریخ کے روشن صفحات الٹیں تو فتح مکّہ کا باب ہمارے سامنے آتا ہے کہ حضورِ اکرم محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبانِ مبارک سے دشمنانِ اللہ و رسول کو معافی عطا کرتے ہوئے مشرکین و کفّار کے دلوں میں شمعِ ایمان روشن کردی۔ جو کام تیغ و تلوار سے ممکن نہ ہو سکا وہی کارنامہ زبان نے انجام دیا۔ اسلام دنیا میں عمل کے ساتھ زبان سے بھی پھیلا ہے۔

روایت ہے کہ ایران کے معروف دانشور نے اپنی باندی کو زبان کو فصاحت و بلاغت اور بلندیٔ افکار پر آزادی بخش دی! سعدی شیرازی سے ملاقات کو ایک شخص آیا۔ خادمہ نے دروازے پر جا کر نام پوچھا اور واپس آکر سعدی شیرازی کو فارسی میں بتایا کہ "عبد اللہ کیا نام ہوا"۔ باندی نے کہا حضور قسم لے لیں اس شخص کے عین "آنکھ" پر ایک سیاہ نقطہ بھی ہے۔ باذوق قارئین سمجھ چکے ہوں گے کہ سعدی کے ملاقاتی کی آنکھ پر ایک سیاہ تل تھا۔ سعدی اس کی فصاحت و بلاغت پر جھوم اُٹھے اور کہا "تو نے اپنی زبان سے میرا دل جیت لیا۔ جا میں نے تجھے آزاد کیا۔"

وسیع النظری کو اپنایئے۔ گفتگو کے دوران مقابل کو بھی اپنا خیال واضح کرنے دیں۔ بعد میں اپنا مطمعِ نظر واضح کریں۔ آپ ذرا خوش زبانی کا مظاہرہ تو کریں۔ پھر دیکھیں اس زبان کے کرشمے! یہ پتھر دل انسان کو موم کر سکتی ہے۔ حالات کو بنانے میں، تعلقات کو جوڑنے میں، اصلاحی کاموں میں زبان کلیدی رول ادا کرتی ہے۔ زبان آپ کی شخصیت کا آئینہ ہوتی ہے۔ کردار کی ترجمان ہوتی ہے۔ زبان آپ کے اطوار کی داستان بیان کرتی ہے فطرت کی غمّاز ہوتی ہے۔ زبان جِلاتی بھی ہے اور جَلاتی بھی ہے۔ روٹھے ہوؤں کو مناتی بھی ہے۔ یہی زبان اپنوں کو خفا کر کے بیگانہ بھی بناتی ہے۔ زبان کے استعمال سے شخصیت سنورتی بھی ہے نکھرتی بھی ہے تو وہیں اس کے غلط استعمال سے کردار مسخ بھی ہوتا ہے۔

دلوں کو جیتنے کے فن پر اگر دسترس حاصل کرنا ہو تو زبان کو تلخ نہ بنائیں۔ ورنہ بقول فیض احمد فیضؔ تلخ کلامی کے لئے بہانہ تراشیں ۔

لب پہ ہے تلخیٔ ایام ورنہ فیضؔ
ہم تلخیٔ کلام پہ مائل ذرا نہ تھے

صرف اچھے اور موافق حالات میں شیریں بیانی کوئی کمال نہیں۔ دل جیتنے کے لئے تلخ حالات میں بھی تلخ کلامی سے گریز لازمی ہے۔

ہمیں لب کشائی سے قبل اس بات کا احساس کرنا چاہئے کہ زبان سے ادا ہونے والا ایک ایک لفظ بیحد قیمتی ہے۔ جملوں کی ادائیگی سے قبل ہر بات کو تول لیں کہ یہ بیش قیمت ہیں اور ہم اس انداز میں گویا ہوں کہ احمد فراز جیسا بلند پایہ شاعر بے اختیار کہہ اُٹھے ۔

سنا ہے بولیں تو باتوں سے پھول جھڑتے ہیں
یہ بات ہے تو چلو بات کر کے دیکھتے ہیں

☆☆☆

ماہیے

اظہر نیر
(برہولیا۔ دربھنگا)
موبائل : 9939749452

ٹوٹے گا غرور اک دن
یار ضرور اک دن
جاگے گا شعور اک دن

☆

تجھ میں یہ کمی کیوں ہے
بادِ سحر! آخر
پژمردہ کلی کیوں ہے

☆

کٹتی نہیں تنہائی
جانے ملن کب ہو
کب گونجے گی شہنائی

☆

انسان کہاں زندہ
فوت ہوا کب کا
ہے فاصلہ صدیوں کا

☆

کیا میری خطا ہے یہ
درد و الم پیہم
جینے کی سزا ہے یہ

☆☆☆

کسی بھی مرض کے تشفی بخش علاج کے لئے رابطہ قائم کیجئے۔
پروفیسر حکیم جلال الدین تکمیلی
موبائل نمبر : 9822415179
دواخانہ کا پتہ :
Takmili Medico, Syed Nagar, Shiwaji Market Camp, Pune (Maharashtra)

انور آفاقی کی شخصیت اور تخلیق کا آئینہ: ''آئینہ در آئینہ''

ڈاکٹر احسان عالم
پرنسپل الحراء پبلک اسکول، دربھنگہ
موبائل : 9431414808

محمد امام الہدیٰ انور اپنے قلمی نام انور آفاقی سے جانے جاتے ہیں۔ موصوف کی کئی کتابیں منظر عام پر آچکی ہیں۔ وہ کتابیں ''لمسوں کی خوشبو'' (شعری مجموعہ)، ''دیرینہ خواب کی تعبیر'' (سفر نامہ کشمیر)، ''پروفیسر مناظر عاشق ہرگانوی سے گفتگو'' (انٹرویو)، ''نئی راہ نئی روشنی'' (افسانوی مجموعہ)، ''دوبدو'' (ادبی مکالمہ)، ''میزان فکر وفن'' (مضامین) ہیں۔ ساری کتابوں نے قارئین سے اچھی خاصی پذیرائی حاصل کی ہیں۔ انور آفاقی کی شخصیت میں جتنی دلپذیری ہے اتنی ہی ان کی تخلیق میں شائستگی اور شگفتگی ہے۔ موصوف کی اخلاق مندی، دل میں جگہ بنا لینے والی مسکراہٹ اور عمدہ تخلیق کی وجہ سے بہت سے ناقدین ادب نے ان کی مختلف تخلیقات پر اپنے تاثرات کا اظہار کیا۔ ''انور آفاقی : آئینہ در آئینہ'' انہیں تاثرات اور مضامین کا مجموعہ ہے۔

زیر مطالعہ کتاب ''انور آفاقی : آئینہ در آئینہ'' کو ان کی بیٹی ڈاکٹر عفاف امام نوری نے ترتیب دیا ہے۔ کتاب دربھنگہ ٹائمز پبلی کیشنز سے شائع ہوئی ہے۔ کتاب کی طباعت، بائنڈنگ اور اس میں شامل تصاویر بہت دیدہ زیب ہیں۔ کتاب کی مرتبہ ڈاکٹر عفاف امام نوری نے اپنے عرض مرتب کے طور پر تفصیل بیان کی ہے جس سے ایک اقتباس ملاحظہ کریں :

''ابو ایک دن کسی ادبی کام میں مشغول تھے۔ میں نے مشغولیت کی وجہ پوچھی تو کہنے لگے، ایک آنے والی کتاب کی تیاری کرنی ہے۔ میں نے ان سے پوچھا کہ کیا میں کچھ مدد کر سکتی ہوں۔ تو انہوں نے مجھے غور سے دیکھا۔ کچھ سوچنے لگے اور کہا کہ میری آنے والی کتاب کو کوئی اور نہیں اب تم ہی ترتیب دو گی اور اس کی ذمہ داری میں تم کو آج ہی سونپتا ہوں۔ اس کی تیاری میں جو بھی مدد کی ضرورت محسوس کرو مجھ سے لے سکتی ہو۔ اس دن سے میں ان کی مطبوعہ کتابوں پر لکھے گئے مضامین کو پڑھنے لگی اور کتاب کی تیاری میں لگ گئی۔ اس کتاب ''انور آفاقی : آئینہ در آئینہ'' میں ان کے انٹرویو کے ساتھ خاندانی شجرہ بھی شامل ہے۔ امید ہے قارئین ادب پسند فرمائیں گے۔''

''انور آفاقی : آئینہ در آئینہ'' میں انور آفاقی کا خاندانی شجرہ ہے جو چھ صفحات پر محیط ہے۔ اس کے بعد کتاب کی مرتبہ ڈاکٹر عفاف امام نوری نے اپنے والد محترم سے ان کی شخصیت، ملازمت، ادبی کارنامے، خاندانی احوال اور تخلیقات سے متعلق انٹرویو لیا ہے جو ۲۳ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس انٹرویو میں انور آفاقی کی زندگی کے مختلف گوشے نمایاں ہو جاتے ہیں۔

مرتبہ نے انور آفاقی کی مختلف تخلیقات کی بنیاد پر ناقدین ادب کی آراء کو سجانے کی عمدہ کوشش کی ہے۔ سب سے پہلے انور آفاقی کے شعری مجموعہ ''لمسوں کی خوشبو'' کے حوالے سے تحریر کئے گئے تاثرات ہیں۔ اس ضمن میں پہلا مضمون جاوید انور (وارانسی) کا ہے۔ موصوف انور آفاقی کی شعری جہات پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں :

''انور آفاقی کے شعری تخیلات کا رشتہ زمین سے بہت استوار ہے۔ انہیں بخوبی احساس ہے کہ اپنے زمینی مسائل سے صرف نظر کرتے ہوئے محض تاثراتی اور تخیل کے پردے میں تعقلاتی اور مابعد الطبیعیات کی دنیا کو پیش نظر رکھ کر فن کا مکمل اظہار ممکن نہیں۔ فن کی پرورش دراصل ان تمام نظریات کو ملحوظ رکھتے ہوئے اپنے زمینی رشتوں کے آئینے میں ہی ممکن ہے۔ زمین سے رشتہ ٹوٹ جائے تو کوئی ادب زندہ نہیں رہ سکتا یا اگر اظہار کی قوت کو بہت مستحکم بنایا جائے تو پھر بھی یہ محض فنٹاسی (Fantasy) کی اعلیٰ ترین مثال کے ہی مشابہ ہوگا۔'' (ص ۴۵)

ڈاکٹر سلیم خاں ''انور آفاقی کی شاعری کا لمس'' کے عنوان سے لکھتے ہیں کہ حسن اور سادگی کی یکجائی پر جو لوگ یقین نہیں کرتے ان کو چاہئے کہ وہ انور آفاقی کو سنیں، پڑھیں اور محسوس کریں اس لئے کہ یہ احساس کی شاعری ہے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ اپنے مجموعہ کلام کا نام ''لمسوں کی خوشبو'' رکھا ہے۔ خوشبو ایک غیر طبعی احساس ہے جسے نہ دیکھا جا سکتا ہے اور نہ ناپا تولا جا سکتا ہے۔ خوشبو کا تعلق سونگھنے والے کی قوت شامہ سے ہے اس لحاظ سے احساس کی کمیت اور کیفیت ہر فرد کے لئے مختلف ہوتی ہے۔ انور آفاقی کی شاعری کا بھی یہی معاملہ ہے۔

ڈاکٹر مجیر احمد آزاد ایک معروف افسانہ نگار ہیں۔ اس کے علاوہ وہ تنقیدی و تحقیقی مضامین بھی لکھتے ہیں۔ ان کے پانچ افسانوی مجموعے شائع ہو کر مقبول ہو چکے ہیں۔ اپنے آس پاس اور اپنے ماحول پر ان کی گہری نظر ہوتی ہے۔ وہ سماج کو اچھی حالت میں دیکھنا چاہتے ہیں۔ غلط رسم و رواج، اندھی عقیدت، فضول خرچی جیسی باتوں کی بیخ کنی پر وہ زیادہ توجہ دیتے ہیں۔ اونچ نیچ اور ذات پات کے بھید بھاؤ کو وہ اپنے افسانوں کے ذریعہ دور کرنا چاہتے ہیں۔ ان کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ وہ دیہی زندگی کی بالکل سچی عکاسی اپنے افسانوں میں کرتے ہیں۔ انہوں نے ''لمسوں کی خوشبو'' کے حوالے سے ایک منفرد عنوان

"کئی سورج مری آنکھوں میں جلے ہیں بابا" کے تحت لکھتے ہیں :

"محبت اور یادیں ان کے شعری اظہار کا ایک خاص وصف ہے۔اپنی محبت کا اظہار کرتے ہیں تو یادوں کا ایک سلسلہ نکل پڑتا ہے۔ان کے جذبۂ عشق میں پاکیزگی ہے،ایک قسم کی معصومیت ہے اس لئے ہر سامع اور قاری خود کو اس سے وابستہ پاتا ہے۔ان کے یہاں ذات کا درد وسیع تناظر میں احوال کائنات کا قصہ بن جاتا ہے۔"اپنے شہر میں" ان کی مشہور نظم ہے۔ اس کی رومان پرور فضابندی ،حسن خیال اور حسین الفاظ کی پرکاری سے عبارت ہے۔اس نظم کو شاعر نے 'اپنی شریک حیات کی نذر' کیا ہے یہ بھی ان کی انفرادیت ہی کہی جائے گی کہ ان کا محبوب ان کی شریک حیات ہے۔یہ صالح فکر ونظر کی وہ نمائندگی ہے جس کی مثالیں کمیاب ہیں۔" (ص ۶۱)

خلیق الزماں نصرت انور آفاقی کی شاعری کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ انور کے شعروں کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ وہ نہ تو نو وارد ہیں اور نہ ان کی شاعری ایسی ہے جس کے لئے حالی نے پرچم اجتہاد بلند کیا یا کلیم الدین احمد نے اسے نیم وحشی کہہ کر اس کی گردن مار دینے پر زور دیا۔ان کی شاعری عام فہم ہے جو بے لفظی اور معنوی الجھاؤ سے دور ہے۔

اسلم چشتی (پونے) انور آفاقی کی شاعری سے کافی متاثر نظر آتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ انور آفاقی کی غزلیہ شاعری کلاسیکل شاعری کی اعلیٰ روایتوں کا پاس رکھتی نظر آتی ہے ساتھ میں نئی لفظیات اور تراکیب کو جذب کرتے ہوئے قاری کے ذوق سخن کو محظوظ بھی کرتی ہے اور مطمئن بھی ۔ اس منزل تک پہنچنے میں شاعر انور آفاقی کی جو محبت لگی ہوگی اس کا اندازہ خلوص سے شعر کہنے والا کوئی شاعر ہی لگا سکتا ہے۔

راقم الحروف نے بھی انور آفاقی کے شعری مجموعہ "لمسوں کی خوشبو" پر خامہ فرسائی کی ہے۔صحافی ، ادیب وشاعر ڈاکٹر منصور خوشتر انور آفاقی کی شاعری کے ضمن میں لکھتے ہیں کہ انور آفاقی نے اپنی شاعری میں (لمسوں کی خوشبو) کے توسط سے جو اخلاقی اور معاشرتی سچائیاں بیان کی ہیں وہ فکر وخیال کے مختلف زاویوں کی تبدیلی کے ساتھ ساتھ ان کے شعری منصب کو بھی احاطہ واقفیت میں لاتی ہیں۔انہوں نے اپنے بیشتر اشعار میں سچائی اور حقیقت بیانی کو ترجیح دی ہے جو ان کی فکر ونظر کے پاکیزہ اور صالح عناصر کی نشاندہی کرتی ہیں۔ انہوں نے اپنی غزلوں میں زمانے میں رونما ہونے والی تبدیلیوں کا خیال کرتے ہوئے اس کی فکری اصالت اور معنوی طہارت کو اردو تہذیب کا ایک ناگزیر حصہ قرار دینے کی بھرپور کوشش کی ہے۔

کتاب "انور آفاقی : آئینہ در آئینہ" کے دوسرے باب "دیرینہ خواب کی تعبیر" کے حوالے سے کئی مشاہیر ادب نے اپنے تاثرات کا اظہار کیا ہے۔ اس تعلق سے شمیم قاسمی (عظیم آباد) لکھتے ہیں کہ وادیٔ کشمیر کے لیے دربھنگہ سے اچانک انور آفاقی کے رخت سفر باندھنے کی مبارک ساعت کچھ یوں بھی آئی کہ ۲۳ رنومبر ۲۰۱۷ کو منصور خوشتر کی مرتب کردہ کتاب "اردو ناول کی پیش رفت" کے رسم اجرا کے لیے جدید افسانوی دنیا کے ممتاز فکشن نگار، اردو پرست اور نگینہ انٹرنیشنل کے مدیر اعلیٰ وحشی سعید (ساحل) کی جانب سے ایک دعوت نامہ ملا تھا۔ رونمائی میں بیک وقت ڈاکٹر انتخاب ہاشمی، انور آفاقی اور منصور خوشتر کی شمولیت سے نہ صرف دربھنگہ شہر بلکہ یوں دبستان عظیم آباد کی بھی نمائندگی ہوگئی۔

"انور آفاقی: کچھ یادیں، کچھ کتابیں" کے عنوان سے معروف ادیب وشاعر نذیر فتح پوری (پونے) نے انور آفاقی کے تعلق سے کئی یادوں کو اپنے مضمون میں سمونے کی کوشش کی ہے۔وہ لکھتے ہیں :

"کتاب 'دیرینہ خواب کی تعبیر' کے عنوان سے ۲۰۱۸ء میں شائع ہوئی تھی۔ یہ کشمیر کے سفر کی روداد ہے جو شخص فطرت پسند ہوتا ہے، قدرتی مناظر سے لطف اندوز ہونے کی خواہش رکھتا ہے۔اس کی پہلی پسند یقیناً کشمیر جنت نشان ہی ہوگی۔انور آفاقی جب کشمیر کی سیر کو گئے تو ڈاکٹر منصور خوشتر اور ڈاکٹر انتخاب ہاشمی ان کے ہم سفر و ہم رکاب تھے۔ وادیوں ، جھیلوں ، جھرنوں ، پہاڑوں، برف زاروں اور آبشاروں کا سفر اگر کوئی تنہا کرتا ہے تو اسے وہ لطف نہیں ملتا جو ہم سفر اور ہم جولیوں کے ساتھ ملتا ہے۔" (ص ۱۳۸)

انور آفاقی کے افسانوی مجموعہ "نئی راہ نئی روشنی" کے حوالے سے بھی کئی مشاہیر ادب نے اپنے مضامین تخلیق کئے ہیں۔ کامران غنی صبا ایک نوجوان شاعر، ناقد اور محقق ہیں۔ ان کے افسانوی مجموعہ کا تذکرہ کرتے ہوئے وہ لکھتے ہیں کہ انور آفاقی کی تخلیقات کا مطالعہ ہمیں ایک حساس اور پراسرار تخلیق کار سے متعارف کرواتا ہے۔ اِس وقت میرے پیش نظر ان کا افسانوی مجموعہ "نئی راہ نئی روشنی ہے"۔ اس مجموعہ میں کل ۱۳ رافسانے شامل ہیں۔ان میں زیادہ تر افسانے المیاتی ہیں۔ان کے افسانوں میں شکستِ محبت کا غم محسوس کیا جا سکتا ہے۔سماجی بندشوں کے خلاف احتجاج کی دھیمی دھیمی لے انور آفاقی کے افسانوں میں نظر آتی ہے۔

سلیم انصاری جبل پور "انور آفاقی کے افسانے: عصر حاضر کے تناظر میں" کے عنوان سے لکھتے ہیں کہ مجھے انور آفاقی کے بارے میں یہ جان کے خوشگوار حیرت ہوئی کہ وہ اولاً افسانہ نگار ہیں اور انہوں نے پہلا

افسانہ ۱۹۷۱ء میں تخلیق کیا، بعد میں وہ شاعری کی طرف راغب ہوئے۔ ورنہ عام طور پر لوگ شاعری سے نثر کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ ان کی زیرِ نظر کتاب میں ڈاکٹر احسان عالم کا ایک تفصیلی مضمون بھی شامل ہے جس میں انہوں نے انور آفاقی کے تمام افسانوں کا تجزیہ پیش کیا ہے جو اہم اور قابلِ مطالعہ ہے۔

''پروفیسر مناظر عاشق ہرگانوی سے گفتگو'' ایک ایسی کتاب ہے جس میں انور آفاقی نے مناظر عاشق ہرگانوی سے مختلف سوالات پر مبنی انٹرویو پیش کیا ہے۔ اس کتاب کے حوالے سے معروف شاعر، ناقد، محقق، کالج اور یونیورسٹی کے بہترین منتظم کار پروفیسر مشتاق احمد نے ایک مضمون تحریر کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں :

''انور آفاقی کے انٹرویو سے ایک طرف ان کی شخصیت کے ظاہری پہلو سے واقفیت ہوتی ہے تو دوسری طرف ان کے ذہنی روش سے بھی آشنائی ہوتی ہے۔ انور آفاقی کا یہ ادبی کارنامہ قابلِ تحسین ہے کہ انہوں نے پروفیسر ہرگانوی جیسی بحرِ ذخّار شخصیت کو انٹرویو کی صورت یعنی کوزے میں دریا کو سمونے کا کارنامہ انجام دیا ہے۔ ظاہر ہے کہ انٹرویو انسان کے ظاہر و باطن کا آئینہ ہوتا ہے اور اس انٹرویو میں فنِ انٹرویو کے اس تقاضے کو پورا کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔'' (ص ۱۶۱)

ڈاکٹر امام اعظم دو درجن کتابوں سے زیادہ کے مصنف ہیں۔ کولکاتا ریجنل سنٹر میں ریجنل ڈائرکٹر کے عہدہ پر فائز ہیں۔ انہوں نے ''مناظر عاشق ہرگانوی سے انور آفاقی کا مصاحبہ: میری نظر میں'' کے عنوان سے ایک جامع مضمون قلمبند کیا ہے۔ موصوف اس انٹرویو کے حوالے سے لکھتے ہیں :

''پروفیسر مناظر عاشق ہرگانوی سے انور آفاقی کا یہ مصاحبہ تخلیقی، تنقیدی، صحافتی اور تدریس کے گہرے نقوش چھوڑتا ہے، جس میں ہمہ رنگی کی صفت ہے۔ علاوہ ازیں اس مصاحبے میں انور آفاقی نے ایک تخلیق کار اور باخبر قاری کی حیثیت سے پروفیسر مناظر عاشق ہرگانوی کو اس طرح کریدا ہے کہ ان کی ذات، ماضی، حال اور مستقبل کے تناظر میں، ان کے خیالات، احساسات اور تجربات ادب و فن کی سمت و رفتار کے بارے میں اور اردو زبان کی بقا و ارتقا پر اکیسویں صدی کے تناظر میں اہم نظریہ سامنے آتا ہے، جو فکر کو مہمیز کرتا ہے اور ہماری آنکھیں کھولتا ہے۔'' (ص:۱۶۶)

انوارالحسن وسطوی (حاجی پور) ایک معروف ادیب ہیں۔ ان کی کئی تصانیف منظر عام پر آچکی ہیں۔ موصوف انور آفاقی کی کتاب ''دوبدو'' کے حوالے سے ایک طویل مضمون میں بڑی پُر مغز باتیں اس طرح لکھتے ہیں :

''دوبدو'' کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ مصنف نے ہر انٹرویو سے قبل انٹرویو دہندہ کا مختصر تعارف بھی پیش کیا ہے جسے پڑھ کر صاحب انٹرویو کے تعلق سے فوری طور پر ایک مثبت رائے قائم ہوتی ہے اور ذہن انٹرویو پڑھنے کے لیے پوری طرح آمادہ ہو جاتا ہے۔'' (ص ۱۶۸)

مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی (نائب ناظم امارت شرعیہ پھلواری شریف، پٹنہ) انور آفاقی کے انٹرویو کے مجموعہ ''دوبدو'' کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ انور آفاقی نے اس کتاب میں شامل نورتنوں کا ہر انٹرویو سے قبل مختصر تعارف پیش کرکے ان کی ذات و صفات اور خدمات کو سمجھنے کی راہ ہموار کر دی ہے۔ جس کے پاس وقت ہو وہ پورا انٹرویو پڑھ لے۔ معلومات میں اچھا خاصا اضافہ ہوگا۔ جس کے پاس وقت کم ہو وہ مختصر تعارف پڑھ کر بھی انٹرویو دینے والوں کے دروبست کو سمجھ سکتا ہے، اس لیے میری نظر میں کتاب وقیع اور اس لائق ہے کہ ادب سے تعلق رہنے والوں کے گھروں میں محفوظ رہے تاکہ آئندہ نسلیں بھی اس کا مطالعہ کرکے ادب کی راہ پر گامزن ہو سکیں، حقیقی ادب میں ان میں آئے فنی ادب تک بھی ان کی رسائی ہو سکے گی۔

سیفی سرونجی (مدیر سہ ماہی ''انتساب'' عالمی) انور آفاقی کی کتاب ''دوبدو'' کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ انور آفاقی محقق اور نقاد کی حیثیت سے اپنا ایک الگ منفرد مقام رکھتے ہیں۔ یوں تو ان کی بہت سی کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔ لیکن ''دوبدو'' ایک الگ نوعیت کی کتاب ہے۔ حالانکہ انٹرویو پر مشتمل کتابیں منظر عام پر آچکی ہیں۔ حال ہی میں غلام نبی کمار کی کتاب مشاہر ادب سے مکالمہ شائع ہوئی ہے جو کافی پسند کی جا رہی ہے۔ انٹرویو سے متعلق جب بھی کتابیں آتی ہیں ان سے معلومات میں اضافہ ہوتا ہے بلکہ ایسے نئے پہلو سامنے آتے ہیں جن سے ہم واقف نہیں ہوتے۔ انور آفاقی کی یہ کتاب صرف نو ادبی شخصیات پر مشتمل ہے۔

انور آفاقی کی عمدہ کتاب ''میزان فکر و فن'' ہے۔ اس کتاب پر کئی ناقدین ادب نے اپنے تاثرات کا اظہار کیا ہے۔ اس کتاب پر اپنے تاثرات پیش کرتے ہوئے ڈاکٹر شہنواز عالم (اسسٹنٹ پروفیسر، ملت کالج) لکھتے ہیں کہ ''میزان فکر و فن'' میں باریک بینی سے ممتاز شاعروں، افسانہ نگاروں، ناقدوں اور صحافیوں کی خدمات پر ایک تحقیقی رویے کے ساتھ اظہار خیال کیا گیا ہے وہ بے مثال ہے۔ میں پورے یقین اور اعتماد کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ بہار بالخصوص متھلانچل کی ادبی سرگرمیوں نیز شعرا اور ادبا کی ادبی خدمات کی تاریخ مرتب کی جائے گی تو اس وقت میزان فکر و فن ایک قابل اعتماد مشعل راہ ثابت ہوگی۔ کیونکہ اس کتاب میں جو مضامین ہیں اور تبصرے شامل ہیں وہ تحقیق و شواہد کی میزان پر پرکھے گئے ہیں۔ سید محمود احمد کریمی ایک معروف مترجم اور ادیب ہیں۔ (باقی صفحہ ۵۳ پر)

سہ ماہی ادبی رسالہ ''عکس ادب'' اورنگ آباد کے 1 تا 10 شماروں کا سرسری مطالعہ

(ڈاکٹر یوسف صابر کی صحافتی خدمات حوالے سے)

مصنف :
ڈاکٹر عابد حسین ایم ایس
(مالیگاؤں)
موبائل : 8668790562

خلاصہ (Abstract)

سہ ماہی ''عکس ادب'' سرزمینِ اورنگ آباد سے جاری ہونے والا اردو ادب کا ایک معیاری رسالہ ہے۔ جو ایک دہائی قبل سے ادبی خدمات اور نشر و اشاعت میں لگا ہوا ہے۔ اب تک اس کے چالیس سے زائد شمارے منظرِ عام پر آ چکے ہیں۔ اس تحقیقی مضمون میں مذکورہ رسالے کے اداریے میں درج مواد کا تنقیدی و تجزیاتی مطالعہ پیش کیا جا رہا ہے۔ ساتھ ہی ادبی دنیا میں سہ ماہی عکس ادب اپنا کردار کس طرح ادا کرتے ہوئے تشنگانِ ادب کو سیراب کر رہا ہے، اس مضمون میں دکھایا گیا ہے۔

تعارف (Introduction)

اداریہ کسی بھی اخبار یا ادبی رسالے کی مرکزی حیثیت رکھتا ہے۔ بلکہ روح کے مانند ہوتا ہے۔ اس کے بغیر قاری رسالے کے معیار، مزاج اور سمت و رفتار کا اندازہ نہیں کر سکتا۔ بلکہ اداریے ہی رسالوں کے معیار کا تعین کرتے ہیں۔ رسالے کی ترتیب میں مدیران تمام مضامین کی ترتیب و تکمیل کے بعد ہی اداریے کو تحریر کرتے ہیں۔ ''سہ ماہی عکسِ ادب'' کے مدیرِ اعلیٰ ڈاکٹر یوسف صابر ابتدا ہی سے اداریے پر خصوصی توجّہ دیتے رہے ہیں۔ آپ کی خصوصی اور منفرد نگرانی کے سبب رسالہ مسلسل ترقّی کی راہ پر گامزن ہے۔

عکس ادب کے شماروں کا سرسری مطالعہ :

سہ ماہی عکسِ ادب کا اجرا 12 / دسمبر 2012ء سے النساء اردو اسکول اورنگ آباد میں بدست مسرور عابدی (حیدرآباد) ہوا۔ جس میں شہر اور بیرونِ شہر کی معزز ادبی شخصیات شریکِ بزم تھیں۔ ڈاکٹر یوسف صابر (مدیر)، مسرور عابدی (حیدرآباد)، غفران امجد (بنگلور)، ڈاکٹر کیرتی مالنی جاولے (اورنگ آباد)، غازی علی غازی (جالنہ)، ڈاکٹر حمید اللہ خان (پربھنی) اور مقصود اشرف (مالیگاؤں)، راشد ضارب (حیدرآباد)، شفیع احمد شفیع (پربھنی)، حمایت علی خان (اورنگ آباد)، قاضی خسرو (اورنگ آباد)، یاسر جالنوی بھی بہ نفسِ نفیس رونقِ بزم تھے۔ اسی دن شام میں بزم مشاعرہ بھی منعقدہ ہوئی۔ جس میں باذوق شعراء نے اپنا کلام پیش کر کے سامعین کو اپنے کلام سے محظوظ کیا تھا۔

سہ ماہی عکس ادب کے پہلے شمارے کے سرورق پر سیّد بشیر احمد اسیر کی تصویر ہے۔ اس ادبی رسالے کے مدیر اعلیٰ ڈاکٹر یوسف صابر، نائب مدیر کی حیثیت سے شرجیل احمد خان اور نور خان (جالنہ)، ڈاکٹر فہیم صدّیقی (ناندیڑ) اور ڈاکٹر منظور حسن ایوبی (مالیگاؤں) اس رسالے کی سرپرست کی حیثیت سے حاضر تھے۔

مجلسِ ادارت و مشاورت میں شہر و بیرونِ شہر کی معزز ادبی شخصیات شامل ہیں۔ راقم بھی ابتداء سے ہی مجلس ادارت میں شامل رہ کر ادبی سرگرمیاں انجام دینے کی کوشش کرتا رہا ہے۔ مدیر اعلیٰ ڈاکٹر یوسف صابر اپنے پہلے اداریے میں رسالے کے جاری کرنے کے مقصد کو تحریر کرتے ہوئے فرماتے ہیں ''سچّے محنتی اور برسوں کی لگن کے ساتھ اردو ادب کی خدمات میں لگے شعراء و ادباء کی قدر قیمت کے جذبہ کو بیدار کرنا اور سماج کی توجہ اس جانب مبذول کرنا عکس ادب کا اولین مقصد ہے۔''

اردو زبان و ادب کے رسالے کی اشاعت سے متعلق مدیر اعلیٰ نے پُر امید اور حوصلہ مند کلمات ادا کرتے ہوئے اردو کے تابناک مستقبل کی امید جتائی ہے۔ سہ ماہی عکسِ ادب کے ۶۴/ صفحات کے اس اولین شمارے میں اردو ادب کی بیش تر اصناف کا احاطہ ملتا ہے، ساتھ ہی اردو ادب کے نامور شعراء کے منتخب کلام بھی اس میں شامل ہیں۔ شہر و بیرونِ شہر کے قلم کاران اپنی تخلیقات کے ذریعے ادب میں اپنے علاقے کی نمائندگی کرتے نظر آ رہے ہیں۔ عکسِ ادب کا یہ پہلا شمارہ معیار کے اعتبار سے اچھا شمارہ ہے۔

عکسِ ادب کا دوسرا شمارہ (جنوری تا مارچ 2013ء) کا ہے۔ اس شمارے کے سرورق پر حیدرآباد کے معروف و مستند شاعر رشید خان ضارب کا فوٹو ہے۔ چونکہ یہ دوسرے نمبر کا شمارہ ہے اس لیے پہلے شمارے کی کامیاب اشاعت پر ڈھیر سارے مبارکبادی کے خطوط کا تذکرہ ڈاکٹر یوسف صابر نے اس میں کیا ہے اور ادب سے سچّی محبت کرنے والے انسانوں کو یہ باور کروایا ہے کہ اس وقت باطل کے بتوں کی تعداد دن بہ دن بڑھتی جا رہی ہے ادب کے میدان میں غلط افراد کے شامل ہونے سے اردو ادب کو مسلسل نقصان کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ بے صلاحیت افراد دوسروں کی تحریریں یا دوسروں سے لکھوا کر خود کے نام سے شائع کروا کر شہرت حاصل کر رہے ہیں ان سے ہوشیار رہ کر

باطل کے بت کو توڑ کر اصلیت پسندی کی تحریک کا نعرہ بلند کرنا اور اس کے قدم سے قدم ملا کر اردو ادب کی حفاظت کرنا ہوگی۔

(نوٹ: اس شمارے میں راقم کا مضمون بعنوان ''علم دوست شخصیت اور مخیّرِ قوم و ملت حاجی اسحاق سیٹھ زروالے صاحب'' شامل ہے۔)

عکسِ ادب کا تیسرا شمارہ (اپریل تا جون 2023ء) کا ہے۔ اس شمارے کے سرورق پر مالیگاؤں کے مشہور قلمکار ''علیم طاہر'' کی تصویر اور اس میں موصوف کی تخلیقات اور ان پر لکھے گئے مضامین شامل ہیں۔ اس شمارے کے اداریے میں ڈاکٹر یوسف صابرؔ رقمطراز ہیں کہ اردو زبان کی ایانت و حفاظت ہم سب کو مل کر کرنی ہے ہر شعبے کے افراد کو آگے آنا ہوگا۔ آج کے اس خود غرضی کے زمانے میں بے غرض اردو زبان و ادب کی اشاعت و ترویج کا کام کرنا ہوگا۔ شعراء و ادباء و مصنّفین مفت میں اپنی تخلیقات کو اخباروں اور رسالوں میں شائع کرتے ہیں بلکہ اس کو خریدتے بھی ہیں اور لوگوں کو خرید کر پڑھنے کی ترغیب بھی دیتے ہیں آج اردو رسالوں اور اخباروں کو سب سے زیادہ اشتہارات کی ضرورت ہوتی ہے۔ مخیّرانِ قوم کے اہلِ ثروت افراد اردو زبان و ادب کو صحت مند بنانے کے لیے آگے آئیں اور اس مادّہ پرستی کے دور میں جس طرح ادب انسان کو روحانیت سے جڑنے کی تعلیم دیتا ہے۔ خود بھی اس سے جڑیں اور دوسروں کو بھی اس سے جوڑیں تاکہ اردو زبان و ادب کی زندگی صحت کے ساتھ سلامت رہے۔

سرزمین ولیؔ اورنگ آبادی (دکن) سے جاری ہونے والا سہ ماہی عکسِ ادب کا چوتھا شُمارہ (جولائی تا ستمبر 2013ء) کا ہے اس کے سرورق پر مالیگاؤں شہر کے خوش الحان نعت و غزل گو شاعر مقصود اشرف کی تصویر ہے۔ ڈاکٹر یوسف صابرؔ نے وقت کے ساتھ ترقّی دینے کے لیے آئی ایس ایس نمبر بھی حکومت مہاراشٹر سے حاصل کیا ہے۔) اس رسالے کے اداریے میں مدیرِ اعلیٰ نے اردو ادب کے گرتے ہوئے معیار پر فکر مندی کا اظہار کیا ہے کہ ادب برائے زندگی یا ادب برائے ادب کی بحث میں پڑنے کی بجائے اصلیت پسندی کی آواز سے آواز ملا کر معیاری ادب تخلیق کر کے ادب کی صحت کو بہتر سے بہتر کرنے کی کوشش کریں۔

"(نوٹ: اس شمارے میں راقم کے دو مضامین: مقصود اشرف کی نعتیہ شاعری کا سرسری جائزہ اور غزل کا طویل اور صبر آزما کامیاب سفر شامل ہے۔)

سہ ماہی عکسِ ادب کا پانچواں شمارہ (اکتوبر تا دسمبر 2013ء) کا ہے۔ اس کے سرورق پر ناندیڑ کے کہنہ مشق شاعر ڈاکٹر فہیم احمد صدیقی کی تصویر ہے۔ اس شمارے کے ساتھ عکسِ ادب کی اشاعت کو ایک سال مکمل ہونے کے ساتھ پانچ شمارے کی اشاعت، تین کل ہند مشاعرے، دو قومی کانفرنس، دو نیشنل سیمینار اور دو عکسِ ادب ایوارڈ فنکشن کے علاوہ پانچ گوشوں کے رسم اجراء بھی شامل ہیں۔ اس سالگرہ کے شمارے میں مدیرِ اعلیٰ ڈاکٹر یوسف صابرؔ عکسِ ادب کی اونچی اڑان پر اللہ رب العزت کا شکریہ کرتے ہیں اور کثرتِ ایوارڈ کی حصولیابی اور تقسیم کاری پر سوال اٹھائے ہیں اور غور کرنے کی ترغیب دیتے ہیں کہ یہ عمل اردو ادب کے لیے بجھنے سے پہلے بھڑکنے والے چراغ جیسا معاملہ تو نہیں؟

(نوٹ: اس شمارے میں راقم نے اسرار عالم کی کتاب'' امت کا بحران'' پر تبصرہ پیش کیا ہے۔)

سہ ماہی عکسِ ادب کا چھٹا شمارہ (جنوری تا مارچ 2014ء) کا ہے۔ اس میں ڈاکٹر سلیم نواز حسّرؔ جعفر آدی کا خصوصی گوشہ شامل ہے۔ اس شمارے پر عکسِ ادب کے اشاعتی سفر کو ایک سال مکمل ہونے پر ادارے نے ریاستی سطح پر ''عکسِ ادب ایوارڈ'' کا سلسلہ شروع کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔ اس کے علاوہ اس سال اردو ادب کے عصری مسائل اور ان کے حل'' اس موضوع پر سیمینار اور کانفرنس کا انعقاد کر کے تبادلۂ خیال کیا گیا کہ ہم کوئی ایسی راہ نکالیں جو ہمیں راحت کا سامان مہیّا کرنے میں مددگار ثابت ہو۔ ۲۱ رویں صدی کے ابتدائی دور میں جن شعراء و ادباء کو ہم فراموش نہیں کر سکتے۔ ان میں شمس الرحمٰن فاروقی، گوپی چند نارنگ، ڈاکٹر نذیر فتح پوری، ندا فاضلی، بشرؔ نواز، عبدالاحد ساز، نوالحسنین، عارف خورشید، حمید سہروردی، علامہ ناوک حمزہ پوری، مدحت الاختر کے علاوہ بھی کئی ایسی شخصیات ہیں جن کے ادبی کارناموں کے ذکر کے بغیر اردو ادب کی تاریخ آگے نہیں بڑھ پائے گی ایسی شخصیات پر خوب سے خوب لکھا جائے تاکہ یہ اپنے کارناموں کے ساتھ ادب کے آسمان پر اپنی آب و تاب کے ساتھ جلوے بکھیرتے رہیں۔

سہ ماہی عکسِ ادب کا ساتواں شمارہ (اپریل تا جون 2014ء) کا ارشد مینا نگری کی شخصیت کے مختلف پہلوؤں کو اجاگر کرتا ہے۔ اس شمارے کے اداریے میں ڈاکٹر یوسف صابرؔ اردو سے تعلق رہنے والے ہر خاص و عام فرد سے مخاطب ہیں کہتے ہیں کہ اردو زبان و ادب کو ترقّی دینے کے لیے ہر فرد کو آگے آنا ہوگا اور ادبی کتب، رسائل، جریدے اور اخبارات خرید کر پڑھنا ہوگا۔ مشاعروں کے نام روپے لٹانے سے بہتر ہے کہ کتابیں اور رسائل کو عوام الناس کے ہاتھوں تک پہنچا کر مطالعہ کا عادی بنایا جائے۔ تب ہی اردو زبان و ادب کی بدحالی دور ہوگی اور مادری زبان ترقی کرے گی۔

(نوٹ: اس شمارے میں راقم کا مضمون بعنوان

''نظرِ ثانی اشک امرتسری'' شامل ہے۔)

سہ ماہی عکسِ ادب کا 8 واں شمارہ (جولائی تا ستمبر 2014ء) شہر ناندیڑ کے مشہور شاعر و ادیب طاہر حسین طاہر کے نام سے موسوم ہے۔ اس میں موصوف کے کلام کی مختلف اصناف اور شاعری کے نمونے شائع کیے گئے ہیں۔ اس شمارے کے اداریے میں مدیرِ اعلیٰ یوسف صابر نے تمام قارئین ادب کو عید کی پُر خلوص مبارک باد پیش کرتے ہوئے ملک کے سیاسی حالات و تبدیلی کے پیشِ نظر شعراء و ادباء کی ذمّہ داریاں اور ان کی حق گوئی و بے باکی کی سراہنا کی ہے۔

مزید رقمطراز ہیں کہ ''ہمیں پتہ ہے کہ حق روشنی ہے اور باطل اندھیرا ہے۔ ایک کمزور چراغ بھی طاقتور اندھیرے کو مات دے دیتا ہے۔ اسی طرح شعراء و ادباء ہر دور میں تعداد کے لحاظ سے کم رہے لیکن زمانہ گواہ ہے کہ یہ ہمیشہ حق کے ساتھ رہے۔

سہ ماہی عکسِ ادب کا 9 واں شمارہ (اکتوبر تا دسمبر 2014ء) چشتی سلیم بیدرد کے نام موسوم ہے۔ اس میں موصوف کے کلام اور شخصیت کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ ساتھ ہی اردو کے نامور قلمکاران کی تخلیقات بھی شامل ہیں۔ اس شمارے کے اداریہ میں ڈاکٹر یوسف صابرؔ نے جاسوسی ناول نگاری کے بے تاج بادشاہ ابن صفیؔ اور ان کے ناولوں کو اردو ادب میں شامل کرنے اور ادبی مقام دینے کی پُر زور وکالت کی ہے اور ادب کے ٹھیکے داروں کو من مانی کرنے سے روکا ہے تا کہ اردو ادب کو نا قابلِ تلافی نقصان نہ اٹھانا پڑے۔

سہ ماہی عکس ادب کا 10 واں شمارہ (جنوری تا مارچ 2015ء) میں پربھنی کے مشہور شاعر شفیع احمد شفیع کے نام موسوم ہے۔ یہ شمارہ ایک ہندسی عدد سے نکل دو ہندسی عدد میں شامل ہو گیا ہے یعنی یہ رسالہ ایک دہائی منزل پار کر چکا ہے۔ رسالہ کو تین سال مکمل ہو گئے ہیں۔ رسالے کی روز افزوں ہونے والی ترقی کا تذکرہ اور قارئین و اداروں کے معاونین کا عکس ادب کی جانب سے شکریہ ادا کیا گیا ہے۔ اصلیت پسندی اردو ادب میں ایک تحریک کی شکل کو اختیار کرنے پر زور دیا گیا ہے۔ اگر یہ تحریک کی صورت اختیار کرے تو کامیابی یقینی ہے۔ ☆☆☆

بقیہ : انور آفاقی کی شخصیت اور تخلیق کا آئینہ: ''آئینہ در آئینہ''

تقریباً نوّے سال کی عمر کے باوجود وہ ادبی کاموں میں منہمک ہیں۔ انور آفاقی کی کتاب ''میزان فکر و فن'' پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں :

''ان کی کتاب ''میزان فکر و فن'' ایک ادبی تحفہ ہے جو انہوں نے قارئین کرام کی خدمت میں پیش کیا ہے۔ اس کتاب میں چیدہ چیدہ ادیبوں، افسانہ نگاروں اور شاعران عالی مقام کے فکر و فن کا بہتر عنوان سے جائزہ لیا گیا ہے اور محققانہ انداز سے احاطہ کیا گیا ہے۔ مثال کے طور پر علامہ اقبال کی تاریخ پیدائش، ان کی مجموعی شخصیت اور ان کے کارناموں پر جو تبصرہ و تحقیقی مضمون انور آفاقی نے رقم کیا ہے وہ قابل ستائش ہے۔ مقامی شعراء، ادیبوں اور افسانہ نگاروں میں انور آفاقی نے پروفیسر طرزیؔ، ڈاکٹر احسان عالم، ڈاکٹر منصور خوشتر، ڈاکٹر مجیر احمد آزاد، اظہر نیر اور قیام نیر صاحبان کے فکر و فن پر بہتر عنوان سے روشنی ڈالی ہے۔'' (ص ۲۲۷)

کتاب کے آخری حصے میں چند شاعروں کے منظوم تاثرات شامل ہیں۔ منظوم تاثرات کے باب میں عالمی شہرت یافتہ شاعر پروفیسر عبدالمنان طرزی انور آفاقی کے حوالے سے لکھتے ہیں ۔

متاعِ علم و دانش ، آگہی ، ہیں انور آفاقی
بہارِ باغِ اُردو شاعری ہیں انور آفاقی
جو بلیا تا بہ دربھنگہ وہاں سے تا ابوظہبی
سراپا فن کا حسنِ معنوی ہیں انور آفاقی
دکھاتے ہیں تماشا فکر و فن کا آپ کچھ ایسا
غزل کو بخش دے جو مہ وَشی ہیں انور آفاقی

نذیر فتح پوری اپنے منظوم پیرائے میں کہتے ہیں ۔

آفاقیت ہے آپ کے فنی شعور میں
لفظ و بیاں پہ آپ کو حاصل ہے دسترس
مغرور واہ واہی پہ ہوتے نہیں کبھی
تعبیر ڈھونڈتے ہیں یہ دیرینہ خواب کی

رفیق انجم (مرحوم) لکھتے ہیں ۔

بزم میں تشریف فرما انور آفاقیؔ بھی ہیں
شہر دربھنگہ کے جو اک در لاثانی بھی ہیں
چومتی ہے اب قدم ان کے دبئی کی سرزمیں
شاعر رنگیں نوا ہیں فخر دانائی بھی ہیں

المختصر یہ کہ ڈاکٹر عفاف امام نوری کی مرتب کردہ کتاب ''انور آفاقی: آئینہ در آئینہ'' انور آفاقی کی شخصیت اور ان کی تخلیقات سے قارئین اور ناقدین ادب کو روبرو کراتی ہے۔ کتاب کی اشاعت کے لئے مرتبہ عفاف امام نوری اور انور آفاقی کو بہت بہت مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ اپنے تین اشعار کے ساتھ اس مضمون کا اختتام کرتا ہوں ۔

اُن کے فن کو خوشبو نے لمسوں کی بخشا ہے کمال
اس لئے تو اہلِ فن کرتے ہیں ان کا احترام
اطلسی و ریشمی جیسے ردا محبوب کی
ہر غزل رنگیں قبائے یار جیسی لاکلام
پاس ہے اُن کو روایت کا سخن میں کچھ اگر
تو وہیں فن میں ہے عصری حسیّت کا التزام

Dr. Ahsan Alam
Ahmad Complex, Al-Hira Public School
Moh: Raham Khan, P.O. Lalbagh,
Darbhanga - 846004
Mob: 9431414808

اردو افسانے کی معتبر نسوانی آوازیں

سنبل فردوس (ریسرچ اسکالر، شعبہ اردو)
مگدھ یونیورسٹی، بودھ گیا، بہار
موبائل : 8789065520

☆ خلاصہ (Abstract)

اردو افسانے کی تاریخ پر ہم نگاہ ڈالتے ہیں تو یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ مرد افسانہ نگاروں کے ساتھ ساتھ ہماری خواتین افسانہ نگار بھی افسانے کی آبیاری میں اپنا قلم صرف کرتی رہی ہیں۔ ہر عہد میں ان کی کہانیاں اپنے قارئین کو متوجہ کرنے میں کامیاب رہی ہیں۔ اس مختصر سے مضمون میں چند خواتین افسانہ نگاروں کے نسوانی کردار کے حوالے سے افسانوں کی خصوصیت پر روشنی ڈالنے کی کوشش کی گئی ہے۔ ہماری خواتین افسانہ نگاروں میں صادقہ نواب سحر ایک معتبر نام اور معتبر آواز ہے۔ جن کی کہانیوں میں ہمیں انسانی رشتے کے زوال، ادھوری محبت کا کرب اور عورتوں کے مسائل جیسے ان گنت پہلو نمایاں نظر آتے ہیں۔ جن پر وہ اپنی کہانیوں کی بنیاد رکھتی ہیں۔ صادقہ نواب کے افسانے روایتی عشق و محبت اور علامتی حکایت سے کوسوں دور نظر آتے ہیں۔ بلکہ وہ اپنی کہانیوں میں بیانیہ انداز میں زندگی کے مختلف شیڈس کو فطری انداز میں پیش کرتی ہیں۔ ان کے افسانوں میں ایک مرکزی خیال ہوتا ہے جس کی توسیع اور وضاحت میں ہر کردار اپنا تعاون پیش کرتا نظر آتا ہے۔

☆ ڈاکٹر صادقہ نواب کے افسانوں کی خصوصیات کا سرسری جائزہ :

ڈاکٹر صادقہ نواب کا افسانوی مجموعہ خلش بے نام سی، ۲۰۱۳ء میں منظر عام پر آچکا ہے۔ اس مجموعہ میں شامل کہانی 'ہزاروں خواتین ایسی .....'' عورتوں کے تشخص پر لکھا گیا بہترین افسانہ ہے۔ اس افسانے کا نسوانی کردار شمع ہے۔ جو آزادانہ زندگی گزارنے کی خواہاں ہے۔ شمع کی ذہنی سوچ کے ذریعہ صادقہ نواب نے آج کی نوجوان لڑکیوں کی نفسیاتی کیفیت کو اجاگر کیا ہے۔ شمع جس کی شادی زید سے ہونے والی ہے اس لئے اس کی ماں شمع کو شوہر پرست بیوی بن کر زندگی جینے کا ہنر سکھاتی ہیں اور یوں شمع سے گویا ہوتی ہیں :

''بیٹے شمع! زید بڑا شوقین لڑکا ہے۔ کلبوں اور پارٹیوں میں جانے کا بھی شوق ہو تو عجب نہیں۔ آج کل دنیا ایسے ہی لوگوں کو ماڈرن کہتی ہے۔ شادی کے بعد اس کا ہر کام اپنے ہاتھوں سے کرنا۔ خدمت اور محبت سے ہی دل جیتا جاسکتا ہے۔ اس کے کپڑے ہمیشہ تیار رہیں۔ چیزیں سلیقے سے اپنی جگہ پر رہیں۔ جوتے ہمیشہ ایک روز پہلے پالش کر کے رکھ دیا کرو اور ہاں شادی کے بعد شوہر ہی سب کچھ ہوتا ہے۔ اس کی بات پر اپنا سب کچھ قربان کرنا۔ کوئی شکایت نہ سنوں۔ وہ جیسا کہے ویسا ہی کرنا۔ ناچنے کہے ناچنا۔ گانے کہے گانا۔'' وہ مسکرائیں تو ان کے چہرے کی مانس پیشیاں ڈھیلی ہوئیں۔ ''مجھے اتنا بے عزت نہ کریں، امی جان! شمع اٹھ بیٹھی۔'' (افسانوی مجموعہ خلش بے نام سے صادقہ نواب سحر۔ ص ۹۰)

افسانے کے اختتام میں صادقہ نواب نے افسانے کی نسوانی کردار منی جو سات سالہ چھوٹی بچی ہے کی زبانی آج کی موجودہ صورتحال میں عورتوں کے گم ہوتے وجود کی نشاندہی کی ہے۔ اس ضمن میں افسانے کا یہ اقتباس دیکھیں :

''اخبار، رسالے، ٹی وی، کمپیوٹر، اسکول کالج بکواس کرتے رہتے ہیں... گھر کی چہار دیواری میں پہنچ کر ہم صرف عورت ہیں نا.... اور کچھ نہیں نا..... محکوم، مظلوم.....!''

''کیا کہہ رہی ہو منی، خبر بھی ہے!

....ای!..... شمع ابھی سے اپنے ذہن میں پلنے والی خرافات منی کے ذہن میں پنپتا نہیں دیکھنا چاہتی تھی، لیکن منی نے اپنی بات پوری کہہ گزرنے کی ٹھان لی۔

''اور آزادی کا لیبل پیشانی پر لگا کر پنجرے میں رہنا کتنا مشکل ہے نا باجی!'' (ایضاً ص ۹۲)

ڈاکٹر صادقہ نواب اس افسانے میں جہاں لڑکیوں کو شوہر پرست بن کر زندگی گزارنے کی تلقین کرتی ہیں، وہیں عورتوں کے تشخص پر فکر مند بھی نظر آتی ہیں۔

عورتوں کے تشخص کے مسائل پر ثروت خان نے بھی افسانے لکھے ہیں۔ ان کا افسانوی مجموعہ 'ذروں کی حرارت' میں شامل افسانہ 'حسن کا معیار' اس موضوع پر تحریر کردہ بہترین افسانہ ہے۔ اس افسانے کی نسوانی کردار سیتا ہے۔ یہ ایک ایسی عورت ہے جو شوہر کی بدسلوکی کا انتقام لینا چاہتی ہے۔ سیتا کا اپنے شوہر کے خلاف افسانے میں جو ردعمل دکھایا گیا ہے اسے اخلاقی اعتبار سے پست تو کہا جائے گا لیکن عورتوں کی نفسیاتی حقیقت کو پیش کرنے میں سیتا کا یہ ردعمل کافی مددگار ہے۔ سیتا خاص تیور کے ساتھ ہمارے سامنے آتی ہے۔ وہ شوہر کی بدسلوکی موقع کے تحت برداشت کرتی ہے۔ لیکن اسے اپنا مقدر سمجھنے پر اکتفا نہیں کرتی ہے۔ وہ اس بدسلوکی کے خلاف احتجاجی کارروائی کرتی ہے۔ جس میں اسے کامیابی بھی ملتی ہے۔ اس ضمن میں افسانے کا یہ اقتباس دیکھئے :

''دونوں میں جھگڑا اتنا بڑھا کہ رام اوتار نے اپنا فیصلہ سناتے ہوئے سیتا کو گھر سے نکل جانے کو کہہ دیا۔ سیتا کو لگا جیسے اسے تاریخ کے شکنجے کی طرف ڈھکیلا جا رہا ہے، جہاں عورت کے استحصال کی لاتعداد کہانیوں کے

جال اس کی سمت بڑھتے چلے آرہے ہیں۔ ڈھیروں لعنتیں، تہمتیں اور اذیتیں بارود بھرے چھروں کی طرح دھائیں دھائیں ایک ساتھ داغی جارہی ہوں۔ ''اتنی بے غیرت عورت میں نے نہیں دیکھی۔ دھکے دے رہا ہوں جب بھی نہیں نکلتی۔'' رام نے سیتا کا ہاتھ پکڑا اور ڈرائنگ روم سے باہر گھسیٹتا ہوا دروازے کی طرف لے جانے لگا۔ سیتا نے پوری طاقت سے اپنا ہاتھ چھڑایا اور بولی۔

''میں خود جارہی ہوں مسٹر رام اوتار، دھکے دینے کی ضرورت نہیں۔ مگر اتنا سن لو چین سے تو میں تمہیں بھی رہنے نہیں دوں گی۔'' سیتا نے انتقام کی آگ میں جلتے ہوئے ایک ایک لفظ کو چبا چبا کر کہا اور باہر نکل گئی۔ پولس تھانے پہنچ کر رام اوتار کے خلاف دھارا '۳۷۱/ر کا فائدہ اٹھاتے ہوئے 'اورل سیکس' کا جھوٹا الزام لگا کر اس جرم کے لئے اسے گرفتار کر کے سخت سے سخت سزا دینے کی اپیل کی۔ اس نے انسپکٹر کے ہر سوال کا جواب بے ساختہ ہو کر دیا۔ انسپکٹر نے شکایت درج کرتے ہوئے مناسب کارروائی کرنے کا بھروسا دلایا اور پھر ایک صبح... اس نے اخبار میں خبر پڑھی کہ سیٹھ رام اوتار شرما کو بیوی کے ذریعے لگائے گئے الزام میں پولس نے گرفتار کرلیا ہے۔ سیتا کی آنکھوں میں چمک آ گئی۔''

رام نہ تم میرے ساتھ ایسا برتاؤ کرتے نہ تمہارا یہ حشر ہوتا۔ اب منھ دکھاؤ دنیا کو.... میں نے بھی آخر تم سے بدلا لے ہی لیا۔ اب چاہے ضمانت پر چھوٹو یا پیسہ کھلاؤ مری بلا سے۔'' (افسانوی مجموعہ 'ذروں کی حرارت' ثروت خان۔ ص ۵۵)

یہ افسانہ عورتوں کی نفسیاتی الجھنوں اور جذباتی تناؤ کو پیش کرنے میں کافی کامیاب نظر آتا ہے۔

ہمعصر خواتین افسانہ نگاروں میں ایک نام غزال ضیغم کا بھی ہے۔ ان کا افسانوی مجموعہ 'ایک ٹکڑا دھوپ کا' ۲۰۰۰ء میں منظر عام پر آچکا ہے۔ اس مجموعے میں شامل 'سوریہ ونشی چندر ونشی'، بے دروازے کا گھر'، 'اجیل پاک انھیر ا پاک، زندہ آنکھیں، ایک ٹکڑا دھوپ کا، اور مشت خاک بہترین افسانے ہیں۔ یہ تمام افسانے غزال ضیغم کی ذہنی فکر کو عیاں کرتے ہیں۔ جن کے ذریعہ غزال ہمیں سماج کے نامساعد حالات سے بہرور کرتی ہیں۔ افسانہ 'مشتِ خاک' جہاں عورتوں کے تشخص کی بات کرتا ہے۔ وہیں ہندوستانی سیاست کی بدلتی صورتحال پر سے پردہ اٹھاتا ہے۔ اس کے علاوہ بے جوڑ شادی جیسے مسئلے کی طرف بھی یہ افسانہ انگشت نمائی کرتا ہے۔ افسانے کی نسوانی کردار چھلوا کی شادی ایک بوڑھے سے ہوتی ہے، لیکن چھلوا اسے زندگی کا ہم سفر ماننے سے انکار کردیتی ہے اور میکے آکر رہنے لگتی ہے۔ اس کے والدین اسے واپس سسرال بھیجنا چاہتے ہیں، لیکن وہ اپنے فیصلے پر اٹل رہتی ہے۔ چھلوا کے اس فیصلے پر اطہر میاں کے ابا بھی مدد کرتے ہیں۔ جب گاؤں میں پنچایتی الیکشن کا موقع آتا ہے تو چھلوا کو بجن بھیا بلا کر الیکشن میں کھڑا ہونے کو کہتے ہیں اس طرح چھلوا الیکشن میں جیت کر گاؤں کی پردھان بن جاتی ہے اور ایک نئی زندگی کی شروعات کرتی ہے۔ جس کا جائزہ اس اقتباس سے لے سکتے ہیں :

''سرکار ہم بڑے سرکار کے صدقہ میں جیتے ہیں۔ آج حکم دیں، ہم کلیجہ نکال کر دھر دیں۔ بڑے سرکار نہ چاہتے تو ہم کب کی مرکھپ گئی ہوتیں، بڈھے کے گھر۔ سرکار کے دن آج ہم جندہ ہیں۔ آج ہم نے جانا ہے کہ ہم اور کچھ ہن، عورت ہن پیر کی جوتی نا ہی کہ جب جی ما آوا بدل لیں۔ ہم کا بھی جینے کا حق ہے۔ اطہر میاں برسوں بعد مسکرائے۔ چھلوا کے سر پر ہاتھ رکھا۔ ابا کی آدم قد تصویر کو دیکھا اور ڈائری کا نیا صفحہ لکھنا شروع کیا۔

''شاید یہ تاریخ کا نیا کارنامہ ہے۔ چھلوا جیت گئی ابا۔'' ان کا قلم خوشی سے کانپ رہا تھا۔'' (افسانوی مجموعہ 'ایک ٹکڑا دھوپ کا' غزال ضیغم۔ ص ۱۰۹)

عورتوں کے حقوق اور سماجی شناخت پر لکھا گیا یہ بہترین افسانہ ہے۔

قمر جہاں کے افسانوں میں گوناگوں مسائل نظر آتے ہیں۔ ہجرت، رشوت خوری، فرقہ واریت، جہیز کا لین دین، بے روزگاری اور سیکولزم وغیرہ۔ ان کا افسانوی مجموعہ 'پنجرے کا قیدی' ۲۰۱۵ء میں منظر عام پر آچکا ہے۔ اس مجموعے میں شامل افسانہ 'فرتج کی عورت' میں قمر جہاں نے عورت کے ایک نئے روپ کو پیش کیا ہے۔ اس افسانے کی نسوانی کردار (عورت) کے دو بچے ہیں لیکن اس کا شوہر اسے ۱۵ سال قبل چھوڑ چکا ہے۔ وہ اپنے مائیکے میں رہتی ہے۔ دوسری طرف افسانے کا راوی جس کی ملاقات اس عورت سے ہوتی ہے تو وہ اس کے قریب جانے کی خواہش کرنے لگتا ہے لیکن وہ عورت راوی کے اس عمل پر کافی تپاک بھرے لہجے میں جواب دیتی ہے کہ :

''آپ نہیں جانتے کہ عورت چھیڑنے کی چیز نہیں ہوتی ہے۔ آپ کی طرح وہ بھی ایک زندہ مخلوق ہے۔ جملے کی روانی براہ راست میرے دل کو گھائل کرتی چلی گئی۔

......''آپ جانتے ہیں؟'' میں سراپا جستجو بس اسے دیکھے جارہا تھا، وہ کہے جارہی تھی۔

''آج سے پندرہ سال قبل میری زندگی میں کوئی آیا تھا۔ یہ دو کھلونے دے کر وہ بس چلا گیا۔......

......میں نے تسلی دیتے ہوئے سمجھایا! وہ آپ کو بھولا نہیں ہوگا، یقین مانئے ! اس کی کوئی مجبوری رہی ہوگی.....''

"ہاں اسی یقین پر تو زندہ ہوں....اور اب تو میری زندگی بہت آگے بڑھ چکی ہے....اب تو ان بچوں کی فکر دامن گیر ہے۔" (افسانوی مجموعہ 'پنجرے کا قیدی' قمر جہاں،ص ۴۶)

اس عورت کے ذریعہ قمر جہاں کہنا چاہتی ہیں کہ ہر جگہ عورت دھوکہ اور ظلم کا شکار نہیں ہوسکتی۔ایک طرف یہ عورت شوہر کی بے نیازی کا شکار ہے لیکن راوی کے بھدے رویے پر اس کے قدم لمحہ بھر کے لئے بھی لڑکھڑاتے نہیں ہیں۔ بلکہ اس کے آگے بچوں کی تعلیم و تربیت ایک سوالیہ نشان بن کر کھڑا رہتا ہے۔مختصر یہ کہ قمر جہاں نے آج کے فریب بھرے زمانہ میں عورت کے ایک نئے روپ کو پیش کیا ہے۔

اردو فکشن کے میدان میں اشرف جہاں بھی اپنی شناخت بنانے میں کامیاب رہی ہیں۔دو دہائی سے محترمہ سلسلہ وار لکھ رہی ہیں۔ان کی کئی تنقیدی کتابیں اور ناول منظر عام پر آچکے ہیں۔بہ عنوان 'شناخت' ان کا افسانوی مجموعہ ۱۹۹۷ء میں داد و تحسین حاصل کر چکا ہے۔اس مجموعہ میں شامل افسانہ 'موم کی مریم' کافی شہرت حاصل کر چکا ہے۔اس افسانے میں یوں تو اشرف جہاں نے ظاہری طور پر عورتوں کی مظلومیت کا نوحہ بیان کیا ہے۔افسانے کا نسوانی کردار شبینہ جو ایک یتیم نوجوان لڑکی ہے جس کے اکیلے پن کو دور کرنے کے لئے ناصر اس سے نکاح کرتا ہے۔لیکن نکاح کے بعد بھی شبینہ ناصر کی قربت کے احساس میں جلتی رہتی ہے۔ناصر ایک دن شبینہ سے کہتا ہے کہ :

"میں نے تمہیں جب اسی دلدل میں گرتا دیکھا تو بچانا چاہا میری عمر اور تمہاری عمر میں کافی تضاد تھا۔ میں سوائے نکاح کے اور کون سا راستہ اختیار کرتا۔تا کہ تمہاری حفاظت ہوسکے اور بہت سوچنے کے بعد میں نے یہی کیا۔اب میں نے تمہارے لئے تمہارے مطابق لڑکا ڈھونڈھ لیا ہے۔اسے سب کچھ بتا دیا ہے۔ جانتی ہو کون؟

ڈاکٹر حامد....تم تو اس سے مل بھی چکی ہو۔

میں نے اسے یقین دلایا ہے کہ تم مریم کی طرح پاکیزہ ہو۔وہ نکاح صرف تمہاری حفاظت کے لئے کیا تھا۔ اور جانتی ہو حامد میری باتوں پر یقین کرتا ہے۔میں تمہیں طلاق دے کر اس سے بیاہ دوں گا۔ناصر بولتا جا رہا تھا اور شبینہ کو ساری دنیا گھومتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔" (افسانوی مجموعہ 'شناخت' اشرف جہاں۔ص ۵۱)

ناصر شبینہ کی خواہش سے زیادہ اس کی حفاظت پر فکر مند نظر آتا ہے۔اشرف جہاں بھی اپنے افسانوں میں عورتوں کو حق دلانے اور انہیں سماج میں بہتر مقام دلانے کی خواہاں نظر آتی ہیں۔

مندرجہ بالا خواتین افسانہ نگاروں کے علاوہ بھی کئی اہم نام ہیں جن کا ذکر کرنا ناگزیر ہوگا۔شہناز فاطمی (چراغ بہہ داماں) ۲۰۱۶ء، ترنم ریاض (سمیرزل) ۲۰۰۴ء ڈاکٹر فہمیدہ خان (ادھورے سپنے) ۲۰۰۱ء، ڈاکٹر عفت آرا (زندگی کے رنگ) ۲۰۰۱ء، نجمہ محمود (پانی اور چٹان) ۲۰۰۱ء، خورشید جبیں چاندنی (تعاقب) ۲۰۰۱ء اور ماہ جبیں نجم (پیاس) ۲۰۰۴ء۔

ان خواتین افسانہ نگاروں کے یہاں ہمیں نسوانی کردار کے حوالوں سے متعدد موضوعات مثلاً انسانی قدروں کا زوال، رشتوں کی پامالی، جنسی کج روی، مشینی زندگی کے منفی اثرات، عورت کی نفسیات اور دیہات و شہر کے مسائل دیکھنے کو ملتے ہیں۔مختصر یہ کہ معاصر خواتین افسانہ نگاروں کے تحریر کردہ افسانے اپنے عہد اور سماج کا بہترین ترجمان ہیں۔اور ان میں شامل نسوانی کردار جن کے مطالعے کے بعد ہم زندگی کے گوناگوں مسائل اور حقیقتوں سے آشنا ہوتے ہیں۔

☆☆☆

قطعات

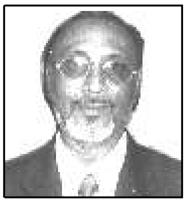

علیم صبا نویدی (چنئی)
موبائل : 9176137462

ہمیں تو اپنے قلم کا حساب دینا ہے
فرشتے پوچھیں تو ان کا جواب دینا ہے
ہمارے ذہن نے ہم کو بس اتنا سمجھایا
نئی غزل کو نیا آب و تاب دینا ہے

ہم اپنے گھر کا تبسم پہن کے آئے تھے
نئی فضا کا ترنم پہن کے آئے تھے
ہمیں سمندری طوفان کیا ڈرائے گا
ہم آسمانی تلاطم پہن کے آئے تھے

مسکراہٹ کے گھر میں بیٹھا ہوں
تیرے قرب نظر میں بیٹھا ہوں
ڈوبنا مجھ کو ہے پسند صبا
ایک گہرے بھنور میں بیٹھا ہوں

چاند کیوں میری حویلی پہ اتر آیا تھا
دل کی خاموش ہتھیلی پہ اتر آیا تھا
مجھ سے کچھ کہنے کی خواہش تھی مگر کہہ نہ سکا
وہ تو خوشبوئے چنبیلی پہ اتر آیا تھا

کچھ لوگ اپنا نام و نسب بولنے نہ پائے
خاموش کس لئے ہیں سبب بولنے نہ پائے
گھر جل رہا تھا گھر کے لبوں پر دھواں سا تھا
کس کس پہ کیا ہوا تھا غضب بولنے نہ پائے

اتنی جلدی کرو نہ جانے کی
سانس رک جائے گی زمانے کی
خوبصورت سزا ملی ہے مجھے
رات بھر انگلیاں جلانے کی

افسانہ نگاری میں پریم چند کے فنی اختصاص

عبدالباسط (ریسرچ اسکالر، شعبہ اردو)
مگدھ یونیورسٹی، بودھ گیا، بہار

☆خلاصہ **(Abstract)**

پریم چند کی ادبی زندگی کا آغاز بیسویں صدی کے آغاز کے ساتھ ہی ہوتا ہے۔ان کی پہلی کہانی ''دنیا کا سب سے انمول رتن زمانہ'' رسالہ کانپور میں (۱۹۷۰ء) میں شائع ہوئی۔ اس کے بعد پریم چند نے افسانہ نگاری میں کبھی پیچھے مڑ کر نہیں دیکھا۔اس مختصر مضمون میں ان کے افسانوں کی فنی خوبیوں کا سرسری جائزہ لیا گیا ہے۔

☆تعارف **(Introduction)**

پریم چند کے افسانوی مجموعے اس طرح ہیں۔''سوز وطن'' (۱۹۰۸ء)، ''پریم پچیسی'' (۱۹۱۴ء) ''پریم بتیسی'' (۱۹۲۰ء) ''خاک پروانہ'' (۱۹۴۸ء) ''خواب وخیال'' (۱۹۲۸ء) ''فردوس خیال'' (۱۹۲۹ء) ''پریم چالیسی'' (۱۹۳۰ء) ''آخری تحفہ'' (۱۹۳۴ء) ''زادراہ'' (۱۹۳۶ء) ''دودھ کی قیمت'' (۱۹۳۷ء) اور ''واردات'' (۱۹۳۷ء) افسانوں کے فن پریم چند کا یہ اختصاص رہا کہ انہوں نے ابتدا ہی سے اپنی کہانیوں میں سماجی ،سیاسی اور عصری حالات کی پیش کش پر خصوصی توجہ دی۔ اس سلسلے میں پریم چند کا نظریہ ملاحظہ کیجئے :

''میرے قصے اکثر کسی نہ کسی مشاہدہ یا تجربہ پر مبنی ہوتے ہیں۔ اس میں ڈرامائی کیفیت پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہوں، مگر واقعہ کے اظہار کے لئے میں کہانیاں نہیں لکھتا۔میں اس میں کسی فلسفیانہ یا جذباتی حقیقت کا اظہار کرنا چاہتا ہوں۔جب تک اس قسم کی کوئی بنیاد نہیں ملتی میرا قلم ہی نہیں اٹھتا، لیکن کوئی واقعہ افسانہ نہیں ہوتا جب تک کہ وہ کسی نفسیاتی حقیقت کا اظہار نہ کرے۔'' (پریم چند کے خطوط ،مکتبہ جامعہ ، جون ۱۹۶۸ء،ص ۳۰۱)

پریم چند وہ پہلے افسانہ نگار ہیں جنہوں نے شہری زندگی کے ساتھ دیہاتی زندگی کو بھی اپنے افسانوں میں جگہ دی۔ انھوں نے سماجی حقیقت کو اپنے مشاہدے اور تجربے کی بنیاد پر طشت از بام کیا۔ یا یوں کہیں کہ پریم چند نے اردو افسانے کو سماج سے جوڑنے کا کارنامہ انجام دیا۔اس سلسلے میں پروفیسر لطف الرحمٰن رقم طراز ہیں :

''میرے نزدیک پریم چند ایک مکمل اور بھرپور سچے فنکار تھے جنہوں نے فنکارانہ امکانات کی حدوں تک جا کر زندگی اور کائنات کے باہمی ربط وتعلق اور کرب و عمل کا تخلیقی اظہار کیا ہے۔یہی پریم چند کی عظمت و بلندی ہے ۔آپ ان کی کوئی تخلیق پڑھیں تو محسوس کریں گے کہ انہوں نے ہمیشہ ظالم کے مقابلہ میں مظلوم سرمایہ دار کے مقابلہ میں مزدور امیر کے مقابلہ میں غریب زمیندار کے مقابلے میں پست کا ساتھ دیا ہے۔ان کی ہمدردیاں قاتلوں کے ساتھ نہیں مقتولوں کے ساتھ رہی ہیں اور یہ بھی ایک عظیم ادیب کی منفرد پہچان ہے۔اس لئے کہ ادیب تخلیقی مرحلوں میں اپنے تعصّبات و تاثرات سے بلند ہوتا ہے۔ یعنی مصلحت کوشی بوالہوسی اور خود غرضی کی تاریکیوں سے بلند ایک نشاط روحانی کی منزل میں ہوتا ہے۔ جہاں ساری دنیا کا دکھ اس کا اپنا دکھ بن جاتا ہے.... پریم چند پر کوئی لیبل نہیں لگایا جاسکتا۔وہ ایسے ادیبوں میں ہیں جو کسی لیبل سے بے نیاز ہوتے ہیں۔''

(رسالہ جہان اردو، ڈاکٹر مشتاق احمد۔ص ۵۸)

پریم چند نے اپنے افسانوں میں جہاں نچلے طبقے کو جگہ دی وہیں تاجر، مہاجن، ملا، پنڈت، راجے مہاراجے، ڈاکٹر، وکیل اور سیاسی رہنماؤں کے کردار کو بھی اہمیت عطا کی ،لیکن پریم چند جس عہد میں کہانیاں لکھ رہے تھے اس وقت مزدوروں اور کسانوں کے مسائل سے ان دیکھی نہیں کی جاسکتی تھی ۔لہٰذا پریم چند نے بھی اپنے زمانے کے تقاضے کے تحت سماج کے پسماندہ طبقے کی زندگی اور ان کے مسائل کو سمجھنے اور سمجھانے کی ہر ممکن کوشش کی۔ اس سلسلے میں پروفیسر قمر رئیس فرماتے ہیں :

''پریم چند نے اردو زبان وادب اور اس کے سرمایہ فکر کو ایک نئی جہت سے آشنا کیا۔ انہوں نے زندگی اور کائنات کو فکر ونظر کے مروجہ زاویوں سے ہٹ کر ایک نئی سطح سے دیکھا۔ایک ایسی بلند سطح سے جہاں سے زندگی اور انسانیت کا سمندر کروٹیں لیتا اور ٹھاٹھیں مارتا نظر آتا ہے۔وہ پہلے ادیب ہیں جن کے نظریات انسانوں کے اس انبوہ میں ان مجبور اور مقہور انسانوں تک پہنچے جو قدرت کے دوسرے بے زبان مظاہر کی طرح صدیوں سے گونگے اور بے زبان تھے۔ پریم چند نے انہیں زبان دی۔'' (پریم چند کی روایت اور معاشرۂ اردو فکشن، ایوان اردو دہلی، نومبر ۲۰۰۶،ص ۵)

اس سلسلے میں افسانہ ''آخری تحفہ''، ''کفن''، ''دودھ کی قیمت''، ''معصوم بچہ''، ''قاتل''، ''دو بیل''، ''زیور کا ڈبہ''، ''آشیانہ برباد''، ''زادراہ''، ''عید گاہ''، ''ریاست کا حیوان''، ''گلی ڈنڈا''، وفا کا دیوتا''، ''نئی بیوی'' اور ''پوس کی رات'' کافی اہمیت رکھتے ہیں۔ افسانہ ''آخری تحفہ'' میں سودیشی تحریک اور چرخہ تحریک کے حوالے سے پریم چند نے کئی اہم نکتے پیش کئے ہیں۔ انھوں نے وطن دوستی کے تعلق سے بھی اپنے نظریہ فکر سے قارئین کو روبرو کرایا ہے۔افسانہ ''قاتل'' میں گاندھی جی کے نظریہ کی پیش کش پر خصوصی توجہ

دی۔ افسانہ ''دو بیل'' میں جانوروں کو کردار بنا کر انسانی جذبوں کی اہمیت کو پیش کیا۔ ''زیور کا ڈبہ'' میں انسانی اقدار اور اخلاقیات کی پامالی جیسے اہم معاشرتی مسائل پر سے پردہ اٹھایا۔

جب ہم پریم چند کے افسانوں کا مطالعہ کرتے ہیں تب یہ حقیقت بھی سامنے آتی ہے کہ انہوں نے بچوں کی نفسیات کی بھی بہترین عکاسی کی ہے۔ اس سلسلے میں افسانہ قزاقی کا بچہ، بوڑھی کاکی کی لاڈلی اور عید گاہ کا حامد یہ ایسے معصوم کردار ہیں جن کے ذریعہ پریم چند نے معصوم ذہنوں میں روشنی کے چراغ جلائے ہیں۔

لہٰذا یہ کہنا مناسب ہوگا کہ پریم چند نے اپنے بیشتر افسانوں میں بچوں کے نفسیاتی عمل اور ردعمل کے دلکش مرقعے پیش کئے ہیں۔ افسانہ ''عید گاہ'' کے کردار حامد کے متعلق یہ اقتباس دیکھئے :

''کیا عید گاہ کسی میلے کی کہانی ہے؟ یا ایک بچے کے چند پیسوں سے چمٹا خرید لینے پر اس کہانی کی دنیا ختم ہوجاتی ہے؟ آخر پریم چند نے ایک ایسا ماحول کیوں منتخب کیا جہاں نہ باپ ہے نہ ماں اور بھائی بہن بھی نہیں ایک کم عمر بچہ ہے اور بوڑھی نڈھال اس کی دادی۔ پریم چند ایک غربت زدہ قدرت کے ستم ظریفی کے شکار اور حالات کی مخالف ہواؤں کے تھپیڑے کھانے پر مجبور حامد کو کسی دوسرے طبقے اور عمر کے فرد کے مقابلے میں زیادہ ہوش مند، ذمہ دار، معاملہ فہم، انسانی ہمدردی سے لبالب اور نئے خوابوں کا تمنائی مانتے ہیں۔ ایک نئے بننے والے سماج کا نمائندہ اور کیا ہوسکتا ہے؟ پریم چند میلے ٹھیلے کی کہانی بیان کر کے اصل میں نئی دنیا کے اس نوخیز شہزادے کو ہمارے سامنے لاتے ہیں۔'' (رسالہ جہان اردو، ڈاکٹر مشتاق احمد، جنوری تا مارچ ۲۰۱۰ء ص ۹۵)

افسانہ ''کفن'' میں پریم چند کا نظریہ حیات اور فنی اختصاص بام عروج پر نظر آتا ہے۔ اس افسانے میں پریم چند نے مادھو اور گھیسو کو مجرم کے طور پر تو پیش کیا ہے لیکن ان کے عوامل اس طرح ظاہر کئے ہیں کہ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ دونوں کردار اپنی مجرمانہ ذہنیت کے لئے تنہا ذمہ دار نہیں ہیں۔ بلکہ ان کی اس حرکت کے لئے معاشرہ زیادہ ذمہ دار ہے۔ مختصر یہ کہ پریم چند نے ان کرداروں کی سائیکی کا رشتہ معاشرتی عوامل اور تحرکات سے جوڑ کر جس طرح افسانے میں پیش کیا ہے اسے فنکاری کا اعلیٰ نمونہ کہا جائے گا۔ اس سلسلے میں یہ اقتباس دیکھئے :

''یہ دونوں کردار طبقاتی زندگی کے المیہ کو لئے اور اپنی نفسیاتی کیفیتوں کے ساتھ کیرکٹر بن گئے ہیں اس لئے کہ وہ اپنے کردار کو نہیں بلکہ اپنی شخصیتوں کو شدت سے محسوس بناتے ہیں۔ ایسے المیہ کرداروں کی اندرونی، ویرانی، غیر معمولی ہے۔ کرداروں کے عمل سے اندرونی، ویرانی (Havolc) کا جھٹکا غیر معمولی ہے۔ یہ اردو کا شاہکار ہے۔ پریم چند نے انسانی فطرت کی جس طرح نقاب کشائی کی ہے اس کی مثال نہیں ملتی۔ کفن فنکار کے وژن اور فنکارانہ دروں بینی کا ایک ناقابل فراموش نمونہ ہے۔'' (پریم چند: فکشن کے فنکار، پروفیسر شکیل الرحمٰن، ص ۱۳۳)

پریم چند نے ''وفا کی دیوی''، ''سوتیلی ماں''، ''راہ نجات''، ''ستی''، ''حج اکبر'' اور ''پوس کی رات'' میں عورتوں کے کردار کے ذریعہ اپنے افسانوں میں معاشرتی مسائل، موجودہ اقدار اور طبقاتی زندگی کے ہنگامی لمحات کی بہترین عکاسی کی ہے۔ مختصر یہ کہ پریم چند کے سلسلے سے یہ بات واضح ہے کہ وہ واقعات کی پیشکش میں حقیقت پسندی کا بہترین نمونہ پیش کرتے ہیں۔ اس کی خاص وجہ ہے کہ پریم چند کے لئے معاشی بدحالی اور اخلاقی زوال کے پیش نظر انسانی دوستی کے جذبے کو ابھارنا زیادہ اہمیت رکھتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے افسانے کے نسوانی کردار متوسط طبقے کی کھوکھلی زندگی اور صنعتی عہد کی آلودگیوں کی نمائندگی کرتے ہیں۔ اس ضمن میں پریم چند داد کے مستحق ہیں کہ وہ عورتوں کے جسمانی، اخلاقی وجود کو سامنے لانا خوب جانتے ہیں اسی لئے ان کے افسانے کے نسوانی کردار اپنے حسن، اپنی بدصورتی اور شخصی خوبیوں اور خامیوں سے اپنی الگ شناخت رکھتے ہیں۔ یہ کہنا مناسب ہوگا کہ پریم چند کے نسوانی کردار حساس بھی ہیں۔ بے خوف بھی ہیں اور بے لوث محبت کرنا بھی خوب جانتے ہیں۔

☆ ماحصل :

تمام باتوں کے پیش نظر یہ کہنا درست ہوگا کہ پریم چند نے خواہ موضوعات کی پیش کش ہو یا اسلوب بیان دونوں اعتبار سے افسانوں میں اپنے فنی اختصاص کا بہترین ثبوت فراہم کیا ہے۔ کیوں کہ جہاں ان کے افسانے موضوعات کی رنگارنگی کے حوالے سے اپنی الگ شناخت رکھتے ہیں وہیں اسلوبیاتی اعتبار سے بھی ان کے افسانے اہمیت کے حامل ہیں۔ ان کے افسانے اسلوب کی مختلف جہت کا پتہ دیتے ہیں۔ مختصر یہ کہ پریم چند کے افسانوں میں تجربہ اور تکنیک کی ہم آہنگی وجذباتی کیفیت سے اسلوب میں تیکھاپن اور بلندی پیدا ہوئی ہے اور کچھ افسانوں میں علامتی سطحوں کے تصادم سے علامتی اسلوب خلق ہوا ہے اور نقطہ نگاہ کے تصادم سے اشاریت کے اسلوب نے جنم لیا ہے۔ یہ اسلوبیات پریم چند کے بہترین فنی اختصاص کا پتہ دیتے ہیں۔ ☆☆

آئندہ شمارہ
''گوشہ منتخب شعرائے مرہٹواڑہ''
(حصہ دوم) ہوگا۔
شمولیت کے لئے رابطہ قائم کریں :
ڈاکٹر یوسف صابر 9326772575

ISSN 2320-6519
AKS-E-ADAB *(Quarterly)* Aurangabad.

افسانچے

منتخب افسانچے مع مختصر تعارف

نام: عبداللطیف ولد سلیم
قلمی نام: عبداللطیف جوہر
قابلیت: ایم اے (اردو)
ڈی ایڈ، بی ایڈ،
(پی ایچ ڈی ریسرچ اسکالر)
پیشہ: درس وتدریس
ادبی میدان: افسانچہ نگاری
رہائشی پتہ: رشید پورہ حنا نگر اورنگ آباد
رابطہ: 9403564813

منتخب افسانچے

آبِ حیات

بچّو! دودھ اور گوشت سے ہمارے جسم کو پروٹین ملتا ہے۔ روٹی سے نشاستہ جبکہ گھی سے چربی حاصل ہوتی ہے۔

سر پانی میں کیا ہوتا ہے؟

ایک نحیف سی آواز آئی۔

پانی میں تو ایسی کوئی چیز نہیں ہوتی مگر یہ زندہ رہنے کے لیے بہت ضروری ہے۔ مگر تم نے ایسا کیوں پوچھا بیٹا؟

سر! امّی ہم سب بھائی بہنوں کو اکثر پانی پلا کر سلا دیتی ہیں۔

☆

ٹھنڈک

اپریل کی سخت گرمی سے بدن تپ رہا تھا۔ آج سات سال بعد دوسری بار بھی بیٹی کی پیدائش کی خبر سن کر وہ بے چین ہو کر کروٹیں بدل رہا تھا۔ جسم سے زیادہ اس کا دل دہک رہا تھا۔ ٹین سے بنی چھت آگ برسا رہی تھی۔

اچانک اسے اپنے جسم پر ایک فرحت بخش ٹھنڈک کا احساس ہوا۔ اس نے آنکھیں کھول کر دیکھا۔

"اچھا لگ رہا ہے نا ابّو؟"

سات سالہ معصوم بیٹی انشرح اپنی اوڑھنی بھگو کر اس پر پھیلا رہی تھی۔

اس سے کچھ کہا نا گیا۔ اس نے انشرح کو گلے سے لگا لیا۔ گرم گرم آنسو اوڑھنی کو مزید تر کر رہے تھے۔

☆

زوال

میں ترقی یافتہ دنیا کے سفر پر نکلا ہوں۔ دنیا سچ مچ بدل گئی ہے۔ خلاباز ستاروں پر کمند ڈال رہے ہیں۔ دکانوں پر روبوٹ اپنے گراہک کا خیال رکھتے ہیں اور آفس میں سیکریٹری باس کا خیال رکھتی ہے۔

واہ کیسی گہما گہمی ہے! مجھے یوں لگا کہ اب تک کی زندگی گویا قید میں گزاری ہے۔ وہ فلک بوس ہوٹلیں، رنگینیاں، نظارے اف کیا کہوں!

آج ایک طویل عرصہ بعد جب میں لوٹا تو سارا نشہ کافور ہو گیا۔ گھر کے دروازے پر اولڈ ایج ہوم کے ملازمین میرے منتظر تھے جبکہ بچے ترقی کرکے امریکا جا چکے تھے!

☆

انتباہ

دیکھو! وہ لڑکی تمہارے لیے بالکل بھی مناسب نہیں، سُنا ہے کافی تیز مزاج ہے!!!

ہاں، مگر دیکھنے میں تو بہت اچھی ہے نا!

بیٹا! تلوار چاہے کتنی ہی خوبصورت کیوں نہ ہو آخر کاٹ کر رکھ دیتی ہے۔

پاپا نے ممّی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا اور باہر نکل گئے!

☆

احتساب

یا ر میری دعا قبول نہیں ہوتی، کعبے پر پہلی نظر پڑنے کے بعد بھی مانگی تھی۔

"اچھا! تو پھر ایک نظر اپنی کمائی پر بھی کر لینا!"

☆

کٹی پتنگ

ایاز نے بار ہا ہاتھ تھامنے کا کہا تھا مگر حما انکار ہی کرتی آئی تھی۔ اس کا خیال تھا کہ زندگی کا سفر تنہا بھی سلامت کٹ جائے گا۔ ایک دن وہ اپنے پانچ سالہ بیٹے کو لئے بالکنی میں بیٹھی تھی۔ فضا میں کچھ پتنگیں پُرسکون اُڑ رہی تھیں جن کی ڈور زمین پہ کسی مضبوط ہاتھوں میں تھی۔ اچانک کہیں سے ایک کٹی پتنگ گلی میں آ گری۔ کئی لڑکے اس پر ٹوٹ پڑے۔ وہ کسی کے ہاتھ نہ آئی اور ریزہ ریزہ ہوگئی۔ حما مبہوت سی ہو کر رہ گئی۔ اس نے فون نکالا اور بے اختیار ایاز کا نمبر ڈائل کر دیا۔

☆

یوٹرن

اپنی حسین سکریٹری کو ساتھ لئے کام کے بہانے وہ آفس سے لانگ ڈرائیو پر نکل چکا تھا۔ دل لگی، قہقہے، مسکراہٹوں اور لمس کے تبادلے جاری تھے کہ اچانک بریک چرچرائے اور اور وہ سامنے آتی گاڑی سے ٹکراتے بال بال بچا۔ قہقہے حلق میں گھٹ کے رہ گئے اور لمس پر برف پڑ گئی۔

ہوش میں تو ہیں جناب! آپ رانگ سائیڈ جا رہے ہیں۔ دوسرا ڈرائیور اتر کر چلّایا۔

اس نے ایک لمحے کو کچھ سوچا، ماتھے کا پسینہ صاف کیا اور گاڑی واپس آفس کی طرف موڑ لی۔ دل کہہ رہا تھا کہ واقعی وہ سمت غلط تھی۔

☆☆☆

ISSN 2320-6519 **AKS-E-ADAB** *(Quarterly)* Aurangabad.

خاکے

خاکہ نگار: ندیم مرزا (بیڑ)
موبائل : 7744014147

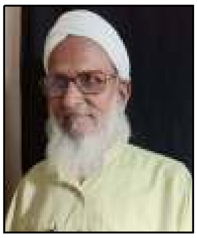

چودھویں کا چاند

چاند اکبر

درمیانہ قد مگر سایہ دراز ہے۔ رنگت میں گلابوں کا احساس ہے۔ سادگی ، عجزوانکساری کا خوبصورت امتزاج ہیں۔ لہجہ کی نرمی ، طرزِ گفتگو کا انداز ، تہذیب رفتہ کا امتیاز ہیں۔ چہرہ آفتاب ہے ، اک کھلی کتاب ہے۔ ملتے ہیں تو ایسے جیسے برسوں کی شناسائی ہے۔ سادگی کو سادگی پہ ناز ہے۔ ''گھومتا آئینہ'' کے مدیر ہیں۔ زمانے کے عکاس ہیں۔ لوگ کہتے ہیں ہلال ہیں۔ حق تو یہ ہے کہ آسمانِ ادب میں چودھویں کا چاند ہیں۔ چودھویں کا چاند ہلال نہیں پورا چاند ہوتا ہے اسی لئے تو نام ہے: چاند اکبر۔

☆

سب حسینوں سے بہتر

حسین اختر

گول کتابی صورت، گندمی رنگت، چمکتی آنکھیں، کشادہ پیشانی، درمیانہ قد، بالوں سے بے نیاز، لہجہ میں امرتی کی مٹھاس گلی، کوچہ اور بازار بس ایک دھن سوار، اردو والوں کو اردو شناس بنانے کی۔ آپ چاہیں جدھر سے گذریں آپ محسوس کریں گے ہر گلی نکڑ اور چوک میں آویزاں اردو بورڈ نظر آئیں گے۔ یہ ٹیپو سلطان چوک ہے ، یہ بشیر گنج ہے، یہ کارنجہ، بل بھیم چوک ، جونا بازار، حافظ گلی، کوتوالی دروازہ، چاندنی چوک اور یہ ہے درگاہ حضرت شہنشاہ ولی رحمۃ اللہ علیہ کا راستہ۔ ہر جگہ یہ شخص غیر موجود رہتے ہوئے اپنی موجودگی کا احساس دلائے گا۔ اردو دیوانگی ہے۔ اردو اوڑھنا بچھونا ہے، اردو سونا جاگنا ہے، اردو بولئے، اردو لکھئے، اردو پڑھئے ، ایشیاء ایکسپریس پڑھیں ، اورنگ آباد ٹائمز پڑھیں۔ اپنے اخبار میں اردو کا وقار ہے، جس سے ملتے بس یہی پیغام ہے۔ مشاعرہ ہو، ادبی نشست ہو یا اردو کا کوئی پروگرام، آپ بلائیں یا نہ بلائیں کوئی پندار نہیں، ہر محفل میں پھولوں کا گلدستہ لئے مسکراہٹیں بکھیرتا یہ شخص نظر آئے گا۔ کوئی بھی عنوان دیجئے، قلم تیز رفتار ہے۔ چاہنے والوں کی بھیڑ نہیں۔ پھول ہے مگر کانٹوں میں گرفتار ہے۔ یہی اس کی مقبولیت کا راز ہے۔ سارے حسینوں سے حسین تر۔ جی ہاں یہی ہے حسین اختر۔

☆

علیم الدین علیم

کتابی صورت ہے، صباحت آمیز رنگت ہے، چمکتی آنکھیں، بلا کی بصیرت ہے، مختصر قد وقامت، بلند وبالا شخصیت، سبک رفتار، نرم گفتار 1950 سے پہلے اور 1950 کے بعد مرہٹواڑہ کے اردو شعراء کی مضبوط کڑی، موتیوں کی لڑی، درس وتدریس بہانہ ہے دراصل سیکھنا اور سکھانا ہے۔ انبہ جوگائی وطن ہے، ممبئی ٹھکانہ ہے، تخلیقی ذہن خزانہ ہے، دھن ہے پکی آگے جانا ہے۔ جستجو ہے تلاش ہے، تیشہ بدست تراش و خراش ہے، نگینہ شناس ہے . کتنے بے نام چہرے تھے، خاموشی کی ردا اوڑھے تھے، شب کی سلطنت کے وارث تھے، دن کا سفیر بن کر، اجالوں کی سوغات دے کر، ضیاء بار بنانے والا، دانا وبینا ہے مگر خود کو نادان کہنے والا .....

یہی تو ہے .... علیم الدین علیم!!!

☆☆☆

بقیہ : خلوص عکس ادب

جو رضا جالنوی کے زندگی کے پہلوؤں کو اجاگر کرتے ہیں۔ آپ کا یہ انتخاب آپ کی مدیرانہ صلاحیتوں کی غمازی کرتا ہے۔ نثر میں بشر نواز، ڈاکٹر علی بیات ، شارب ردولوی، علیم صبا نویدی، افتخار امام صدیقی , م۔ناگ، سہیل بیابانی کے مضامین معلوماتی اور مواد سے بھرپور ہیں۔ اس طرح شعریات میں ڈاکٹر یوسف صابر، عرفان پربھنوی، سہیل احمد سہیل، طٰہٰ صدیقی، تمیز احمد پرواز، شاہ حسین نہری، نذیر فتح پوری اور طاہر حسین طاہر کی غزلیات بہت پسند آئیں۔ سبھی افسانچے خوب سے خوب تر ہیں بہت پسند آئے۔ آپ کے تبصرے بھی لاجواب ہیں۔ ہر بار آپ کافی محنت اور جانفشانی سے ''عکس ادب'' کو سجا سنوار کر قارئین تک پہنچاتے ہیں۔ آپ کے ہمت وحوصلہ کو سلام۔ میری جانب سے بہت بہت مبارک باد قبول فرمائیں۔ عکس ادب میں ناچیز کے افسانچے م۔ناگ اور غلام ثاقب کے مضامین کو جگہ دینے پر آپ کا تہہ دل سے ممنون ومشکور ہوں۔ آنے والے شمارے کے لیے چند افسانچے اور ناچیز پر غلام ثاقب کی لکھی ہوئی ایک نظم ارسال خدمت کر رہا ہوں اگر پسند آجائے تو شرف قبولیت سے نوازیئے۔ اللہ عکس ادب کو دن دگنی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے۔ باقی سب ٹھیک ہے۔

ارشد صدیقی (بیڑ)

موبائل : 8999434891

ISSN 2320-6519 **AKS-E-ADAB** *(Quarterly)* Aurangabad.

شاعری

توشیحی نظم

بنام عظیم راہی

(افسانچہ نگاری کے حوالے سے)

متین اچل پوری

ع ظ ی م ر ا ہ ی

عبارت ہے افسانچہ جس سے تم ہو
اجالے میں تخلیق کے, پھر بھی گم ہو
ظروف اور کچھ، چاک بھی اور کچھ ہے
ہنر اور کچھ ، خاک بھی اور کچھ ہے
یہ افسانچہ ہے کہ کڑوی دوائی
ہمیں باتوں باتوں میں تم نے پلائی
مکمل حکایت ، مگر چار حرفی
چھلکتی ہے الفاظ سے اعلیٰ ظرفی
رباب وفا ، قلب مضراب جس کی
نکھرتی رہی دن بدن آب جس کی
ادب میں ڈگر یہ جو تم نے سنبھالی
یہ فن ایک باغیچہ ، تم ایک مالی
ہرے زخم جو ہیں نئی زندگی کے
اڑاتے رہے ہیں جو ہوش آدمی کے
یہ فن پارہ کار مسیحائی کرتا
یہ ننھا دیا رات کے پر کترتا

ماہیے

علیم صبا نویدی (چنئی)

کچھ خون بچا رکھوں
جسم کے رہنے تک
غم تیرا جگا رکھوں

پھول سے بھری ڈالی
پھل کو چھپاتی ہے
وہ شرم و حیا والی

نظم

ابن صفی

(جاسوسی ناول کے بے تاج بادشاہ)

سراج زیبائی (شیموگہ)
موبائل : 8296694020

اپنے جاسوسی ادب کا جگمگاتا ایک نام
نامور ابن صفی کے فن کو ہم سب کا سلام

جاسوسی ناول کے موجد آپ ہیں اس کے امام
اردو دنیا کرتی ہے ابن صفی کا احترام

آپ جاسوسی ادب کے معتبر ناول نگار
آپ کو کہتے ہیں ہم اردو ادب کا شاہکار

کیسے کہہ دیں چاہنے والے صفی کے چند ہیں
سینکڑوں مداح ہیں لاکھوں عقیدت مند ہیں

بادشاہ بے تاج تھے جاسوسی ناول کے صفی
آپ کی مقبولیت کا ہے اک عالم اور ہی

آپ نے چاہا کہ ہو امن واماں کا ہر سو راج
پاک ہو شفاف ہو سارے جرائم سے سماج

آپ کے فن کا تو لوہا مانتا ہے اک جہاں
آپ تو اخلاقی قدروں کے رہے ہیں پاسباں

علم وفن کی راہ میں تو اک مسلسل جہد تھے
صاحب موصوف تو اک فرد کیا اک عہد تھے

ہوگی کیا توصیف ان کی چند لفظوں میں بیاں
لاکھ ڈھونڈو ان کا ثانی مل نہیں سکتا یہاں

☆☆☆

غزل

ڈاکٹر مختار علی نفیس
جھنجھنوں (راجستھان)
موبائل : 9509180123

کب دیا تم نے مصیبت میں دلاسا جاناں
جب دیا کوئی اذیت ہی کا طعنہ جاناں

بڑی مشکل سے سہی آئی تو تسلیم کی خو
اب اذیت نہیں دیتا ترا جانا جاناں

تم کڑی دھوپ کے خوگر تو نہیں تھے لیکن
کچھ تو رکھنا تھا بھرم ہمسفری کا جاناں

زندگی صرف تمازت سے عبارت تو نہیں
صبر کرتے کہ ذرا دور تھا سایہ جاناں

رت جگوں ہی کی بدولت تو نہیں خشک آنکھیں
میں تری یاد میں مدت سے نہ رویا جاناں

تجھ کو اللہ اس احساس سے محفوظ رکھے
تو نے پالینے کو کیا کھو دیا کیا کیا جاناں

جلنے والے میری تصویر جلا دیتے ہیں
اور تو بس کوئی ان کا نہیں چلتا جاناں

ہم نے یہ سوچ کے صحرا میں ملا دی مٹی
تم پہ گزرے نہ کبھی دور خزاں کا جاناں

ہے رقابت مرے معیار کی مختار نہ ظرف
کیا پڑی مجھ کو کروں شکوۂ بے جا جاناں

☆☆☆

تعارف و تبصرے

کتاب کا نام : میرا شہر میرے لوگ (جلد سوم)

مصنف : احمد اقبال (اورنگ آباد)
موبائل : 9371062367
اشاعت : اکتوبر ۲۰۲۲ء
قیمت : ۲۶۰/روپے صفحات : ۲۲۱
مبصر : ذکی صدیقی (اورنگ آباد)

احمد اقبال دکن کی علم و ادب کے گہوارۂ قدیم کی ایک معتبر و مدبر شخصیت ہیں اور اپنے وقت کے انتہائی جلیل القدر اکابر و مشاہیر ادب اساتذہ و متحرک علمی شخصیات کی ہم عصری کا شرف انہیں حاصل رہا ہے۔ انہوں نے نام ونمود اور شہرت کے شوق سے دور رہتے ہوئے متعدد قابل قدر علمی و تعلیمی خدمات کی انجام دہی بھی کی ہے۔محترم احمد اقبال کی کتاب ”میرا شہر میرے لوگ“ کی یہ تیسری جلد انہوں نے نذر قارئین کی ہے۔اس تصنیف میں موصوف نے گلستان علم وادب اور علم وفن کے مرکز رہے اپنے شہر کی کئی نمایاں وگم نام لیکن عظمت رفتہ کی حامل شخصیات کا ایسا تعارف پیش کر دیا ہے کہ وہ یقیناً آئندہ نسل درنسل ایک یادگار کی حیثیت کا حامل ہوگا، اور وہ ان چمکتے ستاروں کی عظمت کے گن گاتی رہیں گی۔ اس کتاب کو جملہ ۶/عناوین دیئے گئے ہیں۔ پہلے حصے میں مصنف نے ابتدائیہ تحریر کیا ہے۔ بعدہٗ شہر کے شہرہ آفاق عالمی فکشن نگار نورالحسنین کا تحریر کردہ پیش لفظ ،احمد اقبال پر لکھی خان شمیم کی نظم اور اسلم مرزا کا تحریر کردہ مضمون بعنوان مشفق دوست شامل ہیں ۔دوسرے حصے کے مضامین میں شہر خجستہ بنیاد اورنگ آباد دکن منظر و پس منظر اور اجنتا کے غار کے عناوین پر مصنف نے سیر حاصل روشنی ڈالی ہے۔ کتاب کے تیسرے عنوان کے تحت صفحہ 50/ سے 161/تک شہر کی انتہائی اہم اور کلیدی علمی و ادبی شخصیات کے تعارف ،حیات و کارناموں کو قلمبند کیا گیا ہے ۔احمد اقبال زندگی کے روز و شب اور اپنے برتاؤ میں نہایت سادگی پسند واقع ہوئے ہیں اور ان کا قلم بھی سادگی برتنے ہی کا قائل ہے وہ لفظوں کے ہیر پیچ اور لغت کے بکھیڑوں سے احتراز کرتے ہوئے نہایت سادگی سے اپنی بات کہہ جاتے ہیں۔ میرا شہر میرے لوگ کی اس تیسری جلد میں انہوں نے شخصیات کا تعارف جدید اورنگ آباد کے معمار ڈاکٹر رفیق زکریا پر لکھی تحریر سے شروع کیا ہے۔اور پھر مختلف میدانوں کی بہترین وموقر اور سرگرم یا گمنام شخصیات اور ان کی حیات وخدمات اور خصوصیات سے قارئین کو متعارف کروایا ہے۔جیسے تعلیم و تعلم کے میدان میں بے مثال کارہائے نمایاں انجام دینے والی شخصیات میں انہوں نے سابق ڈپٹی ائریکٹر آف ایجوکیشن محترمہ عائشہ بیگم اور محمد اشفاق احمد کی خدمات کا نہایت ہی دل نشین اور سیر حاصل تعارف پیش کیا ہے۔علاوہ ازیں اس کتاب میں چند ایک ایسے ادباء وسخن وروں کا تعارف بھی شامل کیا گیا ہے جن کی خدمات کا سفر ہنوز جاری ہے۔جن میں معروف ماہر نباتیات ڈاکٹر رفیع الدین ناصر ،انوکھے طنز ومزاح نگار سعید خان زیدی وغیرہ پر لکھی تحریریں قابل دید ہیں ۔ بہر کیف شامل کتاب ہر تعارف نامے کے طرز تحریر سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ احمد اقبال نے اپنے شہر کے ان اصحاب باکمال کی سوانح کا کس قدر نزدیک سے اور عملی طور پر مطالعہ و مشاہدہ کیا ہے اور پھر اسے قلمبند کیا ہے۔

کتاب کے چوتھے حصے میں تین مضامین ، ڈاکٹر عصمت جاوید کی یاد میں، مراٹھی آموز اور شعری مجموعہ اکیلا درخت پر بہترین تبصرے شامل ہیں۔ پانچواں حصہ شہر میں رونما ہوئی ادبی سرگرمی ’جشن شاہ سراج‘ کی تفصیلات پر مبنی ہے۔اسی طرح کتاب کے اختتامیے میں مشاہیر علم وادب نے اس کتاب پر لکھے تبصرے شامل ہیں ۔ اس کتاب کو ڈاکٹر بابا صاحب امبیڈکر مراٹھواڑہ یونیورسٹی نے حوالہ جاتی کتب کے زمرے میں شامل کیا ہے۔جس کے سبب یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ کتاب تحقیق و ریسرچ کے طلباء کے لئے یقیناً کارگر ثابت ہوگی۔اور تشنگان علم کے معلوماتی اضافے کا بھی سبب بنے گی جس کے لئے مصنف کتاب احمد اقبال یقیناً قابل مبارکباد ہیں۔اللہ ان جیسے صاحب قلم اکابر کو تادیر اردو دنیا پر سایہ فگن اور متحرک رکھے۔

خوبصورت ٹائیٹل کور اور بہتر کاغذ پر بہترین طباعت سے آراستہ اس کتاب کے ٹائیٹل کو بھی شہر کی چھ تاریخی وعظیم شخصیات کی تصاویر سے سجایا گیا ہے اسی طرح آخر کے کور پیج پر کتاب کے انگریزی میں تحریر کردہ نام اور مصنف کے نام کے ساتھ مصنف کا پتہ دیا گیا ہے۔

اس کتاب کو مرزا ورلڈ بک ہاؤس، درگاہ روڈ قیصر کالونی اورنگ آباد اور اقبال بک ڈپو، عقب ساوتری ہاسپٹل چیلی پورہ اورنگ آباد سے حاصل کیا جا سکتا ہے۔

☆☆☆

انتظار کیجئے۔

شاہ حسین نہری کی دو کتابیں

(۱) گُل گُنج (کلیات شاعر)
پیش لفظ : سلیم شہزار ، انتخاب حمید

☆

(۲) یہ واقعے، یہ سانحے (قطعات تاریخ)
مقدمہ : ڈاکٹر امیر حمزہ
مکمل ہو چکی ہیں اور منظر عام پر آرہی ہیں۔

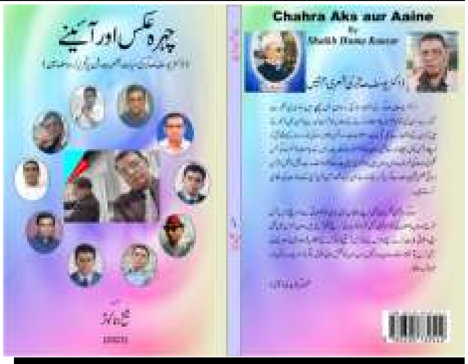

کتاب کا نام : چہرہ عکس اور آئینے

(ڈاکٹر یوسف صابر کی حیات، فن اور شخصیت پر تحریر کردہ مضامین)

مرتب : ہما کوثر (اسوسیٹ پروفیسر وصدر شعبہ اردو) کے آر ایم مہیلا کالج، ناندیڑ (مہاراشٹر)

اشاعت : ۲۰۲۳ء صفحات : ۱۸۴

قیمت : ۲۰۰/روپے

مبصر : ذکی صدیقی (اورنگ آباد)

موبائل : 9371062367

یہ کتاب معروف شاعر و ادیب اور سہ ماہی عکس ادب کے مدیر اعلیٰ ڈاکٹر یوسف صابر کی شخصیت فن اور حیات پر تحریر کردہ مختلف اہل علم اور تحقیق وتنقید وتبصرہ نگاری کے اہل قلم کے تحریر کردہ مضامین کا مجموعہ ہے۔ان مضامین کو بڑے سلیقے اور محنت سے کتاب کی مرتبہ شیخ ہما کوثر نے یکجا کیا ہے۔شیخ ہما کوثر شہر ناندیڑ مہاراشٹر کے مہیلا کالج میں اسوسی ایٹ پروفیسر اور صدر شعبہ اردو ہیں ۔انہوں نے اس کتاب کا انتساب اردو ادب کے جیالے طلباء وطالبات کے نام کیا ہے۔۱۸۴/صفحات پر مشتمل اس کتاب میں مرتبہ نے پیش لفظ سمیت ۳۸/ مضامین کو جمع کیا ہے۔چہرہ عکس اور آئینے کے مواد و مضامین کو جمع کرنے میں شیخ ہما کوثر نے اپنی نجی و کالج اور تعلیم وتعلم کی مصروفیات کے باوجود بڑی محنت کی ہے۔اکثر مضامین کو انہوں نے مختلف اخبارات جریدوں اور رسائل سے حاصل کیا ہے اور اس کتابی شکل کے گل دستے میں سجا دیا ہے۔کتاب کے پیش لفظ مختصر مگر برمحل انداز میں امبا جوگئی ضلع بیڑ مہاراشٹر کے مہیلا کالج کی پرنسپل اور صدر شعبہ اردو ڈاکٹر عقیلہ سید غوث نے تحریر کئے ہیں۔اپنے پیش لفظ میں اس کتاب کے علاوہ ڈاکٹر یوسف صابر کا بھی مختصر تعارف انہوں نے پیش کیا ہے ۔ڈاکٹر صاحب سے متعلق وہ لکھتی ہیں۔"ڈاکٹر یوسف صابر ایک اونچے پورے لحیم شحیم پٹھان ہیں اور اسی طرح ان کا قد اردو ادب میں بھی بلند ہے۔وہ ایک اچھے گلوکار بھی ہیں، اور بہترین شاعر بھی، اچھے نقاد ہیں اور سچے محقق بھی، عمدہ خاکہ نگار اور تبصرہ نگار بھی، وہ ایک ماہر کھلاڑی اور مقبول صحافی ہیں۔غرض ان مختلف صفات نے انہیں ادب کی دنیا میں ہر فن مولا بنا دیا ہے۔پیش لفظ کا اختتام ان الفاظ کے ساتھ دعا پر کیا گیا ہے کہ۔ انہوں نے (ڈاکٹر یوسف صابر نے) زندگی بھر خود تکلیفیں اٹھا کر دوسروں کی زندگیاں سنوارنے کی کوشش کی ہے۔اللہ ان کو اجر عظیم دے۔دعا گو ہوں کہ شیخ ہما کوثر کی مرتب کردہ اس کتاب کو اردو ادب میں جائز مقام حاصل ہو۔

کتاب کے اصل موضوع حیات وصفات کی ابتدا ڈاکٹر سمیع اللہ خان موظف پرنسپل کے مضمون سے کی گئی ہے ۔بعد ازاں معروف نقاد و کہنہ مشق شاعر مرحوم بشر نواز کی ڈاکٹر یوسف صابر سے متعلق لکھی ایک مختصر تحریر' منزل کی جستجو کا شاعر، علیم صبا نویدی کا مضمون ڈاکٹر یوسف صابر کی شعری جہتیں، شہرہ آفاق ادیب و فکشن نگار اور علم و ادب کی دنیا کی انتہائی معتبر شخصیت نور الحسنین کا تحریر کردہ ایک انتہائی دلچسپ و پر مغز تاثراتی مضمون اس کتاب کو نہایت حسین بنانے میں کارگر ثابت ہوا ہے۔ فہیم احمد صدیقی مرحوم کا مضمون جس کے عنوان ہی میں انہوں نے ڈاکٹر یوسف صابر کو زبان و ادب کی سند عطا کر دی ہے قارئین کے لئے معلومات افزاء ثابت ہوگا ۔ ڈاکٹر مجید بیدار نے ڈاکٹر یوسف صابر کی تحقیقی خدمات کا جائزہ کے عنوان سے تحریر کردہ مضمون بھی پر مغز ہے ۔ ڈاکٹر یوسف صابر چونکہ علم و ادب کے بحر ذخار کی ایک ہمہ جہت شخصیت کے حامل ہیں، ان کی زندگی میں بھی نہایت نشیب وفراز اور کارگہہ حیات کی خارزار گزرگاہیں درپیش رہی ہیں اور وہ آج بھی ایک دلیر سپاہی کی طرح اس معرکہ حیات میں سینہ سپر ہیں اور اپنی ادبی وشعری خدمات سے ان گلیاروں کو منور کرنے میں لگے ہوئے ہیں ۔ وہ بیک وقت شاعری کی کئی اصناف پر قدرت رکھتے ہیں، وہیں نثر کی بھی مختلف جہات پر ملکہ ان کو حاصل ہے۔اس کتاب میں ان کی شعری ونثری خدمات اور ان کی تگ و دو اور ان کی شخصیت پر مختلف دیگر مشاہیر ادب اور قلم کاروں نے تحریر کردہ تنقیدی وتوصیفی مضامین کو مختلف اخبارات ،رسائل و جرائد سے لے کر شیخ ہما کوثر نے بڑی بہتر ترتیب کے ساتھ جمع کر دیا ہے ۔اور اس طرح انہوں نے کتابوں کی دنیا میں ایک معلومات افزاء اضافہ کر دیا ہے۔جس کے سبب یہ کتاب تحقیق کے طلباء کے لئے بھی معاون ثابت ہوسکتی ہے ۔کتاب کو ایک بہترین ٹائیٹل بھی دیا گیا ہے جس کو ڈاکٹر یوسف صابر کی عمر کے مختلف ادوار کی الگ الگ اور بہترین تصاویر سے سجا دیا گیا ہے۔اختتام کے کور پیج پر علیم صبا نویدی چنئی کی تحریر بعنوان ڈاکٹر یوسف صابر کی شعری جہتیں کے ایک اقتباس کو جگہ دی گئی ہے۔

اس کتاب کی قیمت دوسو (۲۰۰) روپئے رکھی گئی ہے اور اسے "ڈاکٹر یوسف صابر کے پتے، پلاٹ نمبر ۱۷۴، سروے نمبر ۲۰۱/، سویرا پارک، عقب ابراہیم مسجد، جٹواڑہ روڈ رہرسول، اورنگ آباد (مہاراشٹر) سے حاصل کیا جاسکتا ہے۔ ☆☆☆

اخبار عکس ادب و خلوص عکس ادب (منتخب خطوط)

سیلو میں ایک شام حمید ملک اور مزمل سر کے نام ۔ عظیم الشان مشاعرہ و اجراء

بتاریخ ۲۵؍اکتوبر ۲۰۲۳ء آصف خان (اورنگ آباد) کی جانب سے شب ۹ بجے بمقام ماشاء اللہ فنکشن ہال سیلو پربھنی میں بعنوان ''ایک شام سینئر صحافی حمید ملک اور مزمل سر کے نام'' عظیم الشان مشاعرہ کا انعقاد کیا گیا۔ جس کی مسندِ صدارت پر ماہر علم عروض شفیع احمد شفیعؔ جلوہ افروز تھے اور بطورِ مہمانانِ خصوصی ڈاکٹر یوسف صابرؔ مدیر سہ ماہی ''عکس ادب'' اورنگ آباد و عبدالظہیر آرگنائزر ثقافتی پروگرام و محبّ اردو محمد عبدالباقی جلوہ افروز تھے، نظامت کے فرائض ارشاد ضیاء نے بحسن وخوبی انجام دیئے۔ آصف خان، محمد عبدالباقی و کنویز مشاعرہ ابوعبید یوسف نے حمید ملک و مزمل سر سے اپنے تعلق کا ذکر کیا اور ان کی خوبیوں پر روشنی ڈالی اور مرحومین کے لئے دعائے مغفرت کی۔ تمام شعراء کو آصف خان نے انوار القرآن پیش کی۔ بعدازاں رضا جالنوی کے خصوصی گوشہ کا اجراء (جو سہ ماہی ''عکس ادب'' اورنگ آباد میں شائع ہوا) ہے صدر مشاعرہ و مہمانانِ خصوصی کے دست مبارک سے عمل میں آیا۔ جن شعراء حضرات نے سامعین کو اپنے کلام سے محظوظ فرمایا اُن میں شفیع احمد شفیعؔ (پربھنی)، ڈاکٹر یوسف صابرؔ (اورنگ آباد)، عبدالواحد جاذبؔ، ابوعبید یوسف (حیدرآباد)، حبیب ہاشمی، سید کریم اللہ حسینی نیرؔ، زبیر گوہر، انصاری جاوید (پربھنی) اور رئیس عاجزؔ پرتوری کے نام شامل ہیں۔ رات دیر گئے ابوعبید یوسف کے اظہارِ تشکر پر مشاعرہ کا اختتام عمل میں آیا۔

تمیز احمد پروازؔ کو علامہ اقبالؔ ایوارڈ

سہ ماہی رسالہ ''ریختہ نامہ'' اور انجمن ترقی اردو تلنگانہ و آندھرا پردیش کے زیرِ اہتمام حیدرآباد کے اردو ہال میں ۱۱؍نومبر ۲۰۲۳ء کو ''جشنِ ریختہ'' کا شاندار انعقاد عمل میں آیا۔ جلسہ تقسیمِ ایوارڈ میں ناندیڑ کے طنز و مزاح کے معروف شاعر تمیز احمد پرواز کو علامہ اقبال ایوارڈ برائے شاعری سے نوازا گیا۔

۴؍نومبر ۲۰۲۳ء

ڈاکٹر یوسف صابرؔ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

میں بیڑ میں ہوں۔ عکس ادب کا رضا جالنوی سے متعلق اختصاصی شمارہ اورنگ آباد سے ہوتے ہوئے، یہاں مجھ تک پہنچا۔ شکریہ۔ مگر میرا خیال ہے کہ دیر ہوئی اس کو مجھ تک پہنچانے میں۔ ماشاء اللہ اچھا ہے قابل رشک یہ شمارہ۔ اللہ ہمیں خود اس کی پسند کے سیدھے راستے پر گامزن رکھے۔ اداریہ فکرانگیز ہے۔ اردو کے لیے کچھ نہ کچھ کرتے رہنا ہر اس شخص کی ذمہ داری ہے جو اردو کو اپنی مادری زبان کہتا ہے۔ اردو میں پڑھنے اور اردو میں پڑھانے والے تحسین کے مستحق ہیں نہ کہ ''اردو کی روٹی'' کی پھبتی کے۔

شاہ حسین نہری (اورنگ آباد)

7030331349

۱۸؍نومبر ۲۰۲۳ء

آج کے دور میں رسالہ نکالنا جوئے شیر لانے کے برابر ہے۔ آپ نے اس رسالہ کو نکال کے بڑا کام کیا ہے۔ میں اس رسالے کا ہر شمارہ پابندی سے منگواتا ہوں اور اس کا مطالعہ بھی کرتا ہوں، ہر شمارے میں کسی نہ کسی شاعر یا ادیب کے بارے میں پڑھنے کو مل جاتا ہے چونکہ میں شعرائے مہاراشٹر لکھ رہا ہوں اس لیے یہ تمام شمارے میری تحقیق میں ابتدائی ماخذ کا کام کریں گے۔ موجودہ شمارہ رضا جالنوی کے تعلق سے ہے تقریباً 20 صفحات ان کے بارے میں پڑھنے کو ملے۔ ان کے بارے میں میں نے بہت کم پڑھا تھا یہ آپ کا احسان ہے کہ آپ نے ایک اچھے شاعر سے میری ملاقات کروادی۔ ہر شمارے میں گوشہ تو رہتا ہے اس کے علاوہ بھی بہت سی تخلیقات رہتی ہیں جنہیں میں پڑھ کر محفوظ کر لیتا ہوں۔ فی الحال میں شعرائے خاندیش پر تحقیقی کتاب لانے کی کوشش کر رہا ہوں اور اس میں لگا ہوا ہوں، مراٹھواڑہ کے شعرا کا جب ذکر آئے گا تو ان شماروں کو حوالے میں دیا جائے گا۔ اردو والوں کے لیے ہر شمارے میں ایک صفحہ برمحل اشعار کا دیا جاتا ہے جس کے لیے بھی میں آپ کا شکرگزار ہوں میرے نام کے ساتھ جو نمبر ہے اس کو درست کرلیں۔

خلیق الزماں نصرت (بھیونڈی)

موبائل : 9923257606

۳۰؍دسمبر ۲۰۲۳ء

جناب ڈاکٹر یوسف صابر صاحب۔ السلام علیکم رحمۃ اللہ امید ہے کہ آپ اچھے ہوں گے۔ عکس ادب کا تازہ شمارہ باصرہ نواز ہوا۔ سرورق پر نامور شاعر رضا جالنوی کی تصویر دیکھ کر دل خوش ہوگیا۔ رضا جالنوی کی شخصیت اور فن پر گوشہ لاجواب ہے۔ ان کی فن اور شخصیت پر تحریر کیے، سبھی مضمون ایک سے بڑھ کر ایک ہیں۔

(باقی صفحہ ۶۰ پر)

Quaterly Aurangabad
AKS-E-ADAB (Urdu)
email- akseadab@gmail.com
October to December 2023
MAHURD02321/13/1/2012-TC-Declaration Date : 21-09-2012
www.aksadaburdu.co.in
ISSN 2320-6519
Volume 12 Issue 45
U.G.C. Approved No.42266 (Ex.)

مشتاق احمد احسن ناگپوری کے اعزاز میں شعری نشست

پربھنی (بذریعہ مجاہد محی الدین) یکم اکتوبر ۲۰۲۴ء منجانب ''رنگ قلم'' شب دس بجے بمکان انصاری جاوید، گلشن صغریٰ کالا باور پلاٹ (پربھنی) مشتاق احسن (ناگپور) کے اعزاز میں ایک شعری نشست کا انعقاد عمل میں آیا۔ جس کی مسند صدارت پر عبدالرحیم مضطر جلوہ افروز تھے اور بطور مہمانان خصوصی یوسف صابر مدیر سہ ماہی عکس ادب (اورنگ آباد) اور محمد ضیاء الدین مدیر ہفت روزہ ریجنل نیوز (پربھنی) تشریف فرما تھے۔ نشست کا آغاز طٰہٰ صدیقی نے تلاوتِ کلام پاک سے کیا اور حمد پاک ونعت شریف پیش کرنے کی سعادت شفیع احمد شفیع وعبدالرحیم مضطر کے حصے میں آئی۔ محمد ضیاء الدین صحافی نے دوران اظہار خیال نظم اور نثر کو ادب کے دو بازو کہا اور پربھنی میں حصہ نظم کو شعرائے پربھنی کی بدولت تندرست وتوانا قرار دیا۔ ناظم نشست ارشاد ضیاء نے یکے بعد دیگر شعراء حضرات کو زحمت کلام دی۔ جن میں عبدالرحیم مضطر، مشتاق احسن ناگپوری، ڈاکٹر یوسف صابر، شفیع احمد شفیع، عبدالواحد جاذب، کلیم کسک، وحید اسلم، رئیس الزماں، طٰہٰ صدیقی، انصاری جاوید، سید کریم اللہ حسینی نیر، آصف حسین انصاری، شاکر خان شاکر اور رئیس عاجز پرتوری کے نام شامل ہیں۔ رات دیر گئے صاحب خانہ انصاری جاوید کے اظہار تشکر پر نشست کا اختتام عمل میں آیا۔

***

بیاد ملک بزمی ایوارڈ فنکشن ومشاعرہ

بتاریخ ۱۶؍دسمبر ۲۰۲۳ء بروز سنیچر شب آٹھ بجے بمقام عمر فنکشن ہال دھار روڈ (پربھنی) کاروان ملک بزمی پربھنی کے زیر اہتمام تیسرا سالانہ ایوارڈ فنکشن ڈاکٹر مقبول احمد مقبولؔ (ادگیر) کی صدارت میں ہوا۔ غلام محمد مٹھو، ابراہیم اختر، کلیم کسک، محمد نعمان، انور ندوی اور جنید احمد خان کو سماجی، ملی، مذہبی وادبی خدمات کے صلے میں ایوارڈز سے نوازا گیا۔ بعدازاں عظیم الشان مشاعرہ ہوا۔ جس کی صدارت ڈاکٹر یوسف خان صابرؔ (مدیر اعلیٰ 'عکس ادب') نے کی۔ اس مشاعرے میں مقامی شعراء کے علاوہ ناگپور، ادگیر، مالیگاؤں اور اورنگ آباد کے شعراء نے اپنا منتخب کلام پیش کیا اور خوب داد وتحسین حاصل کی۔ مشاعرے کی نظامت ملک بزمی کے فرزند ارشاد ضیاء نے نہایت دلکش انداز میں کی جبکہ ایوارڈ فنکشن کی نظامت رضی الدین خطیب نے کی۔ مشاعرے کے بعد شکریہ کے ساتھ اس جلسے کا رات دیر گئے اختتام عمل میں آیا۔

پربھنی میں یکم اکتوبر ۲۰۲۳ء کی شعری نشست میں اپنا کلام پیش کرتے ہوئے ڈاکٹر یوسف صابر۔ ساتھ میں ارشاد ضیاء، شفیع احمد شفیع، عبدالرحیم مضطر، مشتاق احسن اور محمد ضیاء الدین۔

Publisher, Editor & Owner Dr. Yousuf Khan Jabbar Khan (Dr. Yousuf Sabir), Printed at Noorani Press, Mirza Ghalib Road, Near Juna Faran Hospital, Malegaon-324203, Dist. Nasik (MS) and published at P.No.174, S.No.201, Savera Park, Behind Ibrahim Masjid, Jatwada road, Harsul, Aurangabad-431008 (MS)

Quaterly Aurangabad
AKS-E-ADAB (Urdu)
email- akseadab@gmail.com
October to December 2023
MAHURD02321/13/1/2012-TC-Declaration Date : 21-09-2012
www.aksadaburdu.co.in
ISSN 2320-6519
Volume 12 Issue 45
U.G.C. Approved No.42266 (Ex.)

فروغ اردو سوسائٹی کی جانب سے ایک روزہ قومی سمینار کا کامیاب انعقاد

اسماك پبلی کیشن ناندیڑ کے ذریعہ شائع کردہ ۵۲؍مقالوں پر مشتمل ضخیم کتاب کا رسم اجراء

ناندیڑ۔ ۳؍اکتوبر ۲۰۲۳ء کو اردو گھر ناندیڑ میں صبح ۱۱؍بجے فروغ اردو سوسائٹی ناندیڑ کے زیر اہتمام ایک روزہ قومی سمینار کا انعقاد کیا گیا۔ اس سمینار کے افتتاحی اجلاس کی صدارت پروفیسر مجید بیدار (سابق صدر شعبہ اردو عثمانیہ یونیورسٹی حیدرآباد) نے فرمائی جبکہ بطورِ مہمان خصوصی پروفیسر محمود صدیقی (افسر اسپیشل ڈیوٹی مانو حیدرآباد)، پروفیسر مسرت فردوس (سابق صدر شعبہ اردو باموا اورنگ آباد)، ڈاکٹر یوسف صابر (مدیر سہ ماہی عکس ادب اورنگ آباد)، ڈاکٹر قاضی نوید احمد صدیقی (صدر شعبہ اردو مولانا آزاد کالج اورنگ آباد)، ڈاکٹر عبدالسمیع نعیم صدیقی (ڈائریکٹر ٹیچرس ٹریننگ مانو حیدرآباد)، ڈاکٹر کیرتی جاوڑے (صدر شعبہ اردو بانو اورنگ آباد) نے شرکت کی۔ اس سمینار میں ملک بھر سے پچاس سے زائد مقالہ نگاروں نے حصہ لیا اور ان مقالوں پر مشتمل کتاب جسے اسماک پبلی کیشن ناندیڑ نے شائع کیا اجراء عمل میں آیا۔ محمد مستقیم نے اپنی مسحور کن آواز میں حمد سنائی۔ ڈاکٹر ارشاد احمد خاں (صدر فروغ اردو سوسائٹی ناندیڑ) نے فروغ اردو سوسائٹی ناندیڑ کا تعارف پیش کرتے ہوئے گذشتہ تین سالوں میں سوسائٹی کے ذریعہ منعقدہ سمینار اور ادبی وشعری نشستوں کے انعقاد اور اردو زبان وادب کی ترقی وترویج میں فروغ اردو سوسائٹی کی کارکردگی پر مفصل روشنی ڈالی اور ساتھ ہی سمینار کی ادبی غرض وغایت پر سیر حاصل گفتگو کی۔ پروفیسر مجید بیدار نے اپنے کلیدی خطبہ میں کہا کہ اردو فکشن زمانہ قدیم ہی سے عام اور خاص قاری کے مطالعہ کا مرکز رہا ہے، اس کی خاص وجہ اس میں زندگی کا عکس اور بالواسطہ طور پر ماضی اور حال کی تاریخ کو ضبط کرنے کی قوت ہوتی ہے۔ ایک فکشن نگار نہ صرف داستان، ناول یا افسانہ لکھتا ہے بلکہ وہ اپنے عہد کی سیاسی، سماجی اور معاشی صورتحال کو رقم کرتا ہے۔ تقسیم ہند کے بعد ہندوستان اور پاکستان کے قلمکاروں نے اردو فکشن کی تمام صورتحال کو بڑی عمدگی سے ضبط تحریر میں لایا ہے۔ انھوں نے ناندیڑ کی ادبی فضاء اور ادبی سرگرمیوں کی تعریف کی۔ بالخصوص ڈاکٹر ارشاد احمد خاں اور ان کے رفقاء کی کوششوں کو سراہا۔ پروفیسر محمود صدیقی نے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے عصر حاضر میں اردو فکشن پر توجہ مرکوز کرنے کی ضرورت اور اس کی افادیت پر بھرپور روشنی ڈالی۔ انھوں نے کہا کہ فروغ اردو سوسائٹی ناندیڑ نے نہ صرف ایک بہترین موضوع پر سمینار کا انعقاد کیا بلکہ پوری اردو دنیا سے پچاس سے زائد مقالات پر مشتمل ایک کتاب مع آئی ایس بی این نمبر شائع کی، جس کے لئے میں انھیں مبارکباد دیتا ہوں۔ ڈاکٹر سمیع نعیم صدیقی نے سمینار کے تمام انتظامات کی تعریف کی اور فروغ اردو سوسائٹی کی بالخصوص عبدالملک نظامی اور ڈاکٹر عبدالرافع کی گذشتہ تین مہینوں سے جاری کاوشوں کو سراہا۔ پروفیسر مسرت فردوس نے کہا کہ اردو فکشن بالخصوص خواتین فکشن نگاروں کے رول کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ اس سمینار کے انعقاد کے لئے فروغ اردو سوسائٹی اور اس کے اراکین مبارکباد کے مستحق ہیں۔ ڈاکٹر قاضی نوید صدیقی نے کہا کہ ناندیڑ میں اردو گھر کا قیام ایک فالِ نیک ہے اور یہ سمینار اور شرکاء کی کثیر تعداد اس بات کا بین ثبوت ہے کہ شہریان ناندیڑ اردو زبان وادب سے کس قدر محبت کرتے ہیں۔ ڈاکٹر سید نورالامین نے نظامت کے فرائض انجام دیئے۔ اجلاس اول کے بعد ملک بھر سے آئے مقالہ نگاروں نے اپنے مقالے پیش کئے۔ اس اجلاس کی صدارت پروفیسر مسرت فردوس، ڈاکٹر قاضی نوید صدیقی، ڈاکٹر جہانگیر اشرف، ڈاکٹر کفیل احمد نے انجام دی۔ ڈاکٹر عبدالرافع کنوینر سمینار نے تمام مقالہ نگاروں کا شکریہ ادا کیا۔ اس موقع پر مہاراشٹر سے آئے ہوئے پچیس اساتذہ کو ان کی ادبی کارکردگی پر ایوارڈ تقسیم کئے گئے۔

Publisher, Editor & Owner Dr. Yousuf Khan Jabbar Khan (Dr. Yousuf Sabir), Printed at Noorani Press, Mirza Ghalib Road, Near Juna Faran Hospital, Malegaon-324203, Dist. Nasik (MS) and published at P.No.174, S.No.201, Savera Park, Behind Ibrahim Masjid, Jatwada road, Harsul, Aurangabad-431008 (MS)